داعیانِ اسلام کی تعلیم و تربیت کا
ایک عظیم مرکز جامعۃ الحبیب کا

سالنامہ

الحبیب

رسول پور

سال: ۲۰۱۹ء - ۱۴۴۰ھ / شمارہ نمبر ۲

خصوصی شمارہ

بموقع صد سالہ عرسِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

بوستان اعلیٰ حضرت
چمنستان تاج الشریعہ
خیابانِ حبیب
گوشۂ منظومات

ترتیب

مولانا شیخ ریاضت حسین ازہری
مولانا محمد رفیق اللہ قادری ازہری
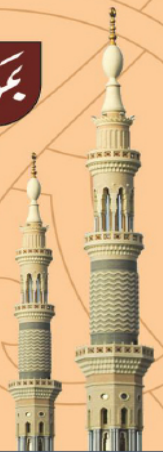
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

داعیان اسلام کی تعلیم و تربیت کا ایک عظیم مرکز جامعہ الحبیب کا

سالنامہ **الحبیب** رسول پور

سال: ۲۰۱۹ء-۱۴۴۰ھ/شمارہ نمبر: (۲)

ترتیب

مولانا شیخ ریاضت حسین ازہری   مولانا محمد رفیق اللہ قادری ازہری

جامعۃ الحبیب

رسول پور، جگت سنگھ پور، اڈیشا، انڈیا

Jamia Al-Habib

Rasulpur,Jagatsinghpur,Odisha,India

☆☆☆

سلسلہ اشاعت نمبر: ۸

نام شمارہ	: سالنامہ **الحبیب**، رسول پور
شمارہ نمبر	: (۲) خصوصی شمارہ بموقع صد سالہ عرس اعلی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ
ترتیب	: مولانا ریاضت حسین ازہری، مولانا محمد رفیق اللہ خان ازہری
تصحیح کتابت	: مولانا عاشق علی مصباحی، مفتی عبداللہ رضوی
کاوش	: حافظ وقاری بلال احمد رضوی، مولانا ابوطاہر رضوی
زیر اہتمام	: جامعہ الحبیب ٹرسٹ، رسول پور، جگت سنگھ پور، اڈیشا، انڈیا
اشاعت	: بار اول، گیارہ سو (۱۱۰۰)
سن اشاعت	: ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۹ء
صفحات	: ۲۲۴
قیمت	: ۱۵۰/روپے
ناشر	: دارالحبیب، رسول پور، جگت سنگھ پور، اڈیشا، انڈیا۔

ملنے کا پتہ:

جامعہ الحبیب، رسول پور، جگت سنگھ پور، اڈیشا، انڈیا۔ پن کوڈ ۷۵۴۱۰۴۔

Jamia Al-Habib

At/Post : Rasulpur, Via : Nalibar

Dist: Jagatsinghpur, Odisha - 754104, India

email:-info@jamiaalhabib.com / Mob:-9777788666

www.jamiaalhabib.com

نوٹ: شمارے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف جگت سنگھ پور کی عدالت میں قابل سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

شرف انتساب

غوث الثقلین، قطب الاقطاب، سیدالاولیاء،

سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی علیہ الرحمہ

(پیدائش: یکم رمضان البارک ۴۷۰ھ، مطابق ۱۷/مارچ ۱۰۷۸ء-وفات: ۱۱/ربیع الثانی ۵۶۱ھ، مطابق ۱۱/فروری ۱۱۶۶ء)

☆☆☆☆☆

عطاءرسول، سلطان الہند، خواجہ غریب نواز،

سیدنا شیخ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ

(پیدائش: ۱۴/رجب ۵۳۰ھ مطابق ۱۱۳۵ء-وفات: ۶/رجب ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۲۹ء)

☆☆☆☆☆

امام اہل سنت، مجدد دین وملت، شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خان قادری حنفی علیہ الرحمہ

(پیدائش: ۱۰/شوال ۱۲۷۲ھ، مطابق ۱۴/جون ۱۸۵۶ء- وفات: ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء)

☆☆☆☆☆

عارف باللہ، امام التارکین، سراج السالکین، سیدنا سرکار مجاہد ملت

حضرت علامہ مفتی محمد حبیب الرحمٰن عباسی قادری علیہ الرحمہ

(پیدائش: ۸/محرم الحرام ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۲/مارچ ۱۹۰۴ء-وفات: ۶/جمادی الاول ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳/مارچ ۱۹۸۱ء)

☆☆☆☆☆

وارث علوم امام احمد رضا، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، حضور تاج الشریعہ الشاہ

مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی ازہری بریلوی علیہ الرحمہ

(پیدائش: ۲۵/فروری ۱۹۴۲ء/۱۳۶۱ھ- وفات: ۷/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ، مطابق ۲۰/جولائی ۲۰۱۸ء)

☆☆☆☆☆

حمد باری تعالیٰ

از: تاج الشریعہ علامہ اختر رضا قادری ازہری علیہ رحمۃ الباری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ　　مَالِیْ رَبٌّ اِلَّا ھُوْ
یَفْنٰی الْکُلُّ وَیَبْقٰی ھُوْ　　لَیْسَ الْبَاقِیْ اِلَّا ھُوْ
مَنْ کَانَ دُعَاہُ اَنْ یَّا ھُوْ　　ذَاکَ حَمِیْدٌ عُقْبَاہُ
مَنْ کَانَ لِرَبِّیْ دُنْیَاہُ　　عَاشَ سَعِیْداً اُخْرَاہُ
مَنْ کُنْتَ اِلٰھِیْ مَوْلَاہُ　　کُلُّ النَّاسِ تَوَلَّاہُ
مَنْ مَّاتَ یَقُوْلُ اَللّٰہُ　　ذَاکَ الْخَالِدُ مَحْیَاہُ
رُسُلُ اللّٰہِ تَلَقَّاہُ　　اَبْشِرْ عَبْدُ بِحُسْنَاہُ
اَلرِّضْوَانُ لَہٗ نُزُلٌ　　جَنَّۃُ خُلْدٍ مَاْوَاہُ

ھٰذَا اَخْتَرُ اَدْنَاکُمْ
رَبِّیْ اَحْسَنَ مَثْوَاہُ

☆☆☆

فرشتے جس کے زائر ہیں

از: تاج الشریعہ علامہ اختر رضا قادری ازہری علیہ رحمۃ الباری

فرشتے جس کے زائر ہیں مدینے میں وہ تربت ہے
یہ وہ تربت ہے جس کو عرشِ اعظم پر فضیلت ہے

بھلا دشت مدینہ سے چمن کو کوئی نسبت ہے
مدینے کی فضا رشک بہارِ باغِ جنت ہے

مدینہ گر سلامت ہے تو پھر سب کچھ سلامت ہے
خدا رکھے مدینے کو اسی کا دم غنیمت ہے

مدینہ ایسا گلشن ہے جو ہر گلشن کی زینت ہے
بہارِ باغِ جنت بھی مدینے کی بدولت ہے

مدینہ چھوڑ کر سیر جناں کی کیا ضرورت ہے
یہ جنت سے بھی بہتر ہے یہ جیتے جی کی جنت ہے

ہمیں کیا حق تعالیٰ کو مدینے سے محبت ہے
مدینے سے محبت ان سے الفت کی علامت ہے

گداگر ہے جو اس گھر کا وہی سلطان قسمت ہے
گدائی اس درِ والا کی رشکِ بادشاہت ہے

جو مستغنی ہوا ان سے مقدر اس کا خیبت ہے
خلیل اللہ کو ہنگام محشر ان کی حاجت ہے

الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے دکھا دینا
جہاں رحمت برستی ہے جہاں رحمت ہی رحمت ہے

مدینہ چھوڑ کر جنت کی خوشبو مل نہیں سکتی
مدینے سے محبت ہے تو جنت کی ضمانت ہے

زمیں میں وہ محمد ہیں وہ احمد آسمانوں میں
یہاں بھی ان کا چرچا ہے وہاں بھی ان کی مدحت ہے

یہاں بھی انکی چلتی ہے وہاں بھی انکی چلتی ہے
مدینہ راجدھانی ہے دو عالم پر حکومت ہے

غضب ہی کردیا اختؔر مدینے سے چلے آئے
یہ وہ جنت ہے جس کی عرش والوں کو بھی حاجت ہے

مدینہ چھوڑ کر اختؔر بھلا کیوں جائیں جنت کو
یہ جنت کیا ہر اک نعمت مدینے کی بدولت ہے

☆☆☆

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

تمام عالم اسلام کو ادارہ ''جامعۃ الحبیب'' رسول پور کی طرف سے جشن ''صدسالہ عرس امام احمد رضا خان قادری برکاتی'' علیہ الرحمۃ والرضوان، صمیم قلب کے ساتھ مبارک ہو۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ میرے دھوم مچانے والے

☆☆☆

ترتیب اوراق

اظہار تعزیت

’’موت العالِم موت العالَم‘‘

نہایت ہی رنج و غم کے ساتھ تمام عالم اسلام کو یہ خبر دی جاتی ہے کہ وارث علوم اعلیٰ حضرت ، نبیرۂ حجۃ الاسلام ، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، وجگر گوشۂ مفسر اعظم ،شیخ الاسلام والمسلمین ، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ رحمۃ الباری آج بتاریخ: ۷؍ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ/ بمطابق ۲۰؍جولائی ۲۰۱۸ء،اس دار فانی سے ملک جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے ۔’’اناللہ وانا الیہ راجعون‘‘۔

تمام احباب اہل سنت سے پر خلوص گزارش ہے کہ کثرت کے ساتھ قرآن خوانی وکلمہ خوانی کا اہتمام کریں اور ذمہ داران ادارہ تعطیل کر کے ایصال ثواب کی محفلوں کا انعقاد کریں۔

اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے درجات بلند فرمائے اور حضرت کے صدقہ وطفیل ہمیں سعادت دارین سے مالا مال کرے اور شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خان صاحب قبلہ اور جملہ خانوادۂ رضا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سوگوار غم

جملہ منتظمین ، مدرسین اور طلبہ جامعہ

گلہائے عقیدت

شہزادۂ صدر الشریعہ، تلمیذ حافظ ملت، ممتاز الفقہاء، سلطان الاساتذہ، محدثِ کبیر،

حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفی قادری صاحب مدظلہ العالی

بانی ومہتمم الجامعۃ الامجدیہ وکلیۃ البنات الامجدیۃ، گھوسی، یوپی

☆☆☆☆☆

رہبر شریعت وطریقت، قاطع بدعت وضلالت، غیاثِ ملت،

حضرت علامہ مولانا سید غیاث الدین قادری صاحب مدظلہ النورانی

سجادہ نشین خانقاہ محمدیہ، کالپی شریف، یوپی

☆☆☆☆☆

نبیرۂ اعلی حضرت، شہزادۂ حضور تاج الشریعہ، قائد ملت

حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا قادری صاحب مدظلہ العالی

قاضی شرع ضلع بریلی شریف، یوپی

☆☆☆☆☆

نوردیدۂ سرکار حضور مجاہد ملت، حبیب ملت

حضرت علامہ سید غلام محمد حبیبی قادری صاحب مدظلہ العالی،

متولی وسجادہ نشین خانقاہ حبیبیہ، دھام نگر شریف، بھدرک، اڈیشا

☆☆☆☆☆

نقبائے حبیب

جامع معقولات ومنقولات، یادگار سلف
حضرت علامہ مولانا مفتی شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ،
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ، روناہی، فیض آباد، یوپی

☆☆☆

حضرت علامہ **مفتی محمد اختر حسین قادری**، دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

☆☆☆

حضرت علامہ **مفتی شمشاد احمد مصباحی**، جامعہ امجدیہ، گھوسی، یوپی

☆☆☆

حضرت علامہ **مفتی محمد عابد حسین نوری مصباحی**، مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور، جھارکھنڈ

☆☆☆

حضرت علامہ مولانا **ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی مصباحی**، پریسی ڈینسی یونیورسیٹی، کولکاتا

☆☆☆

حضرت علامہ **مولانا محمد حنیف حبیبی مصباحی**، دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، اڈیشا

☆☆☆

حضرت علامہ **مولانا سید منظر حسین حبیبی فیضی**،
امیر آل انڈیا تبلیغ سیرت، شاخ جگت سنگھ پور

☆☆☆

نذر محبت

عزت مآب الحاج **شیخ غلام صمدانی** صاحب، رسول پور، اڈیشا

☆☆☆

مرحوم الحاج **شیخ غلام جیلانی حبیبی**، رسول پور، اڈیشا

☆☆☆

عزت مآب الحاج **شیخ غلام ربانی رحمانی**، رسول پور، اڈیشا

☆☆☆

عالی جناب الحاج **شیخ تمیز الدین رضوی**، رسول پور، اڈیشا

☆☆☆

اور تمام منتظمین ومعاونین ادارہ

☆☆☆

کچھ اس شمارے کے بارے میں!

مؤرخہ ۵/نومبر ۲۰۱۸ء کو صد (۱۰۰) سالہ عرس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان منایا جارہا ہے۔ پوری دنیا سے لوگ بارگاہ اعلیٰ حضرت میں مختلف انداز میں خراج عقیدت پیش کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔لہذا جامعہ الحبیب کی مجلس انتظامیہ اور جملہ مدرسین نے بھی یہ ارادہ کیا کہ سالنامہ ''الحبیب'' کے اس دوسرے شمارے کو اعلیٰ حضرت اور آپ کے علوم کے سچے وارث حضور تاج الشریعہ کے لئے خاص کردیا جائے، تاکہ ان بزرگوں کی توجہات ہمیں حاصل ہوجائیں، اور بارگاہ اعلیٰ حضرت میں ہمیں خراج عقیدت پیش کرنے کا شرف بھی حاصل ہوجائے۔اس طرح سالنامہ ''الحبیب'' کا یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس سالنامہ کے اجرا کا مقصد یہ ہے کہ دینی ومذہبی موضوعات پر اہل علم وفکر کی نگارشات کی اشاعت کا کام بھی ہو، تاکہ تحفظ اعمال وعقائد کے حوالے سے معاشرے میں صالح افکار ونظریات کو فروغ ملے۔

مرحوم الحاج شیخ غلام جیلانی حبیبی کی مرقد پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے ۔(آمین) کہ مرحوم نے اپنی ایک بیش قیمت زمین کو ایک دینی ادارہ کے قیام کے لئے وقف کردیا۔جس زمین پر حضور تاج الشریعہ ودیگر اکابرین علما کے دست مبارک سے بنام ''جامعۃ الحبیب'' ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی گئی۔بس اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے فرزندوں نے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے اس عظیم قلعہ کی تعمیر وترقی کی خاطر اپنا تن، من اور دھن بھی پیش کیا ہے۔اور آج بھی ان کی کوششیں جاری ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے خیر کی

توفیق عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالی مرحوم کی ذریت کو صالحین میں شامل فرمائے۔ اور ہمارے لئے خوشی کی بات یہ ہے کہ علاقائی لوگوں کی نیک توجہات دن بدن ادارہ ''جامعۃ الحبیب'' کی طرف بڑھتی جارہی ہیں۔ جب کہ بے شمار ایسے احباب اہل سنت بھی ہیں، جنھوں نے ''جامعۃ الحبیب'' کا صرف نام سنا ہے، کبھی دورے کا موقع نہیں ملا ہے، پھر بھی دست خیر ہمیشہ دراز فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالی ان کے رزق میں بے پناہ برکت عطا فرمائے اور ہمارے تمام اعمال خیر کو قبول فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆☆☆

عرض: مسلک اور فقہ میں کیا فرق ہے؟ اور فقہ کے امام کون ہیں اور مسلک کے امام کون ہیں؟

ارشاد: مسلک اور مذہب میں باہم کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ کبھی مسلک کا اطلاق عقیدے پر ہوتا ہے۔ جسے آج کل، مسلک اہل سنت و جماعت کہا جاتا ہے۔ یہ عقائد کے اعتبار سے اس کی شناخت اور پہچان ''مسلک اعلی حضرت'' کے نام سے ہوتی ہے۔ اور مذہب کا اطلاق یہ زیادہ تر، فروعی مسائل میں، ائمہ مذاہب اربعہ پر مذہب کا اطلاق ہوتا ہے، یہ فرق ہے۔ اور فقہ کا تعلق فروعی مسائل سے ہے۔ اور مسلک کا تعلق عقیدے سے ہے۔ (معارف تاج الشریعہ، ص: ۵۸۰)

کلمات تشکر و دعا

ہم ''جامعۃ الحبیب'' کی مجلس انتظامیہ کی جانب سے اپنے تمام سرپرستوں اورمعاونین کی خدمت میں تشکر و امتنان کا اظہار کرتے ہیں۔جنھوں نے کسی نہ کسی شکل میں قدم قدم پر ہماری معاونت فرمائی ہے۔''جامعۃ الحبیب'' کی تعمیر و ترقی میں ان کے تعاون نے ہمارے حوصلوں کو تقویت پہنچائی ہے۔ہم ان کے لیے رب تبارک و تعالی کی بارگاہ میں بصد خلوص دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی ان کے تعاون کو شرف قبولیت بخشے اور انہیں دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔اسی کے ساتھ ہم تمام مسلمانان عالم کی صحت وسلامتی اورخوش حالی کی دعا کرتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور شر پسندوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔آمین!

جملہ متولیان واساتذہ،

جامعۃ الحبیب، رسول پور

☆☆☆

ایک اہم گذارش!

"سالنامہ الحبیب" کا یہ دوسرا شمارہ ہے۔ ہم نے حتی الامکان زبان وبیان اور کتابت کو درست رکھنے کا خاص خیال رکھا ہے۔ پھر بھی قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ان کو کوئی کمی یا خامی نظر آئے تو اس کی نشاندہی کریں اور براہ کرم مجلس ادارت کو اطلاع دیں۔ اس کے علاوہ ہم اس سالنامہ کے آئندہ شماروں کو بہتر بنانے کے لیے بھی آپ سے مفید مشوروں کی درخواست کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ شکریہ کے ساتھ آپ کی تجاویز اور مفید مشوروں کو ہم قبول کریں گے۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ ہم سب کو علم وعمل کے میدان میں خلوص وللّٰہیت کی راہ پر چلنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔ اسلام وسنیت کی خدمت میں زندگی گزارنے کا جذبۂ صادق عطا فرمائے۔ تعلیمات اہل سنت وجماعت کو عام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور مسلک اعلی حضرت پر ثابت قدم رکھے۔ آمین

(مجلس ادارت)

☆☆☆

دعوت فکر

از: مولانا ریاضت حسین ازہری، ناظم اعلی جامعہ الحبیب، رسول پور، اڈیشا

ہر عظیم اور قدیم تہذیب وتمدن قابل تغیر وتبدل ہے، یونانی، رومی، ایرانی، بابلی اور مصری تہذیبوں کے عروج اور زوال کی داستانیں، کتب تاریخ میں بکثرت پائی جاتی ہیں، اس لئے آج اگر مغربی تہذیب کو عروج حاصل ہے تو اس سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ چڑھتے سورج کو دیکھ کر اس کے آگے جھک جانا یہ کم نظروں کا طریقہ ہے، کسی تہذیب کو عروج حاصل ہو جانا، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ تہذیب صحیح ہے، یہی تہذیب مبنی برحق ہے، یہی تہذیب اب ہمیشہ قائم رہے گی، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، اب اسی کے مطابق خود کو ڈھال لینا چاہئے، وغیرہ وغیرہ یہ سراسر غلط نظریات ہیں۔ بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ یہ تہذیب کہاں تک صحیح اور کہاں تک غلط ہے؟ کون سا رنگ بہتر ہے، اور کس تہذیب میں ابدی بہتری اور فلاح دارین کا راز پنہاں ہے۔ ﴿صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۳۸) ترجمہ: ”(ہم پر) اللہ کا رنگ (چڑھا ہے) اور کس کا رنگ خوبصورت ہے اللہ کے رنگ سے“ اور یہ رنگ نہ پانی سے دھلنے والا ہے، نہ دھوپ سے اڑنے والا ہے اور نہ ہی وقت گزرنے سے پھیکا پڑنے والا ہے۔

اسی طرح آج کل بزور وشور ایک نعرہ زبان زد خاص وعام ہے کہ ”زمانے کے ساتھ چلو“، زمانے کی حالات کی رعایت کی دہائی پیش کر کے اب اس مطالبے کو اتنا عام اور آسان کر دیا گیا ہے کہ یہ مطالبات اب مسائل فروع سے نکل کر اصول کی دہلیز تک پہنچ چکے ہیں، بغیر سمجھے محض ایک طرز اور غلط رجحان کا شکار ہو کر لوگ آئے دن ایسے مسائل پیدا

کررہے ہیں۔ چوں کہ اس وقت میری تحریر کا یہ عنوان نہیں ہے، اس لئے اس حوالے سے میں صرف ایک نظریاتی پیغام دینا چاہوں گا کہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر تبدیلی موجب خیر نہیں ہوتی، نیز محض زمانے کے چلن کا اتباع کسی قوم یا فرد کے لئے کامیابی کا باعث نہیں ہوتا۔ اور کسی چیز کے غالب ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ لازماً اچھی اور صحیح بھی ہو۔

حضور تاج الشریعہ میں ایک بہت ہی خاص بات یہ تھی کہ آپ ملحدین، مرتدین اور مستشرقین کی حد درجہ خفیہ کوششوں اور ان کی چکنی چپڑی تقریروں وتحریروں کو فوراً سمجھ جاتے، چاہے حملہ اسلامی تہذیب پر ہو، اعمال پر یا پھر عقائد پر۔ اور مخالفین اسلام کی ان کوششوں کا شکار ہوکر، جانے انجانے حملے اپنوں کے طرف سے ہوں یا بیگانوں کی طرف سے، آپ بغیر کسی خوف کے اس حملے کا جواب دیتے، درست اسلامی موقف بیان فرمادیتے۔ خواہ آپ ہند میں ہوں یا بیرون ہند میں۔ بڑے سے بڑے خفیہ سازشوں اور ایجنٹوں کا آپ نے پردہ فاش کردیا، یہ اور بات ہے کہ شروع میں، آپ کے اظہار واعلاء کلمہ حق سے بہت سے لوگ چیخ پڑتے تھے، مخالفت کرتے تھے، مگر پھر بعد میں اللہ تعالی ان کے لئے بھی شرح صدر فرمادیتا، اور وہ لوگ بھی ان حقائق کو تسلیم کرلیتے۔ واللہ الموٴفق والمستعان۔ ماضی قریب کے بہت سے ایسے انکشافات ہیں، جن کو آپ بھولے نہیں ہوں گے، بس انہیں یاد کیجئے تو یقین واطمینان حاصل ہوجائے گا کہ بلا شک وشبہ حضور تاج الشریعہ، مسلم مخالف طاقتوں کے خلاف ایک آہنی دیوار تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج بالخصوص ہندوستان میں اسلامی تہذیب کی بہت سی روایات کا جنازہ اٹھ چکا ہوتا، بہت سے کلاہ پوش مسلم دشمن سیاسی قوتوں کے ایماواشارے پر، فروغ تصوف کے نام سے ملت کی بکری میں کامیاب ہوچکے ہوتے، یہود ونصاری کی دولت سے مرعوب ہوکر، توہین رسالت کرنے والے فرق باطلہ سے اتحاد واتفاق کے نام پر سنی اپنے ایمان وعقائد سے ہاتھ دھو چکے ہوتے!

☆☆☆

بوستان

اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اُس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

امام احمد رضا کا طریقہ استدلال
رسالہ ''نزول آیات فرقان'' کے تناظر میں

حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری
صدر مفتی دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

[''نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان'' یہ امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان، کا وہ مبارک رسالہ ہے، جس میں آپ نے، سائنس کے اس نظریہ کا کہ ''زمین و آسمان گردش کرتے ہیں'' قرآن واحادیث کی روشنی میں پرزور دلائل و براہین سے رد بلیغ فرما کر، ثابت کیا ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں، کواکب چل رہے ہیں۔ یہ اپنے موضوع پر ایک بہت ہی وقیع رسالہ ہے۔ مناظر اہل سنت، حضرت علامہ مولانا مفتی اختر حسین قادری صاحب قبلہ مدظلہ عالی نے، عدیم الفرصتی کے باوجود ، زیر نظر مقالہ میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے صرف طرز استدلال کو پیش کیا ہے۔ یہ ایک تفصیلی مضمون کا اجمالی خاکہ ہے۔ حضرت نے، اس پر تفصیلی مضمون قلمبند کرنے کا عزم ظاہر فرمایا ہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ حضرت والا، اپنا عنان قلم اس طرف مبذول فرما کر، ہمیں اور تمام اہل سنت و جماعت کو، حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے علمی فیضان سے شاد کام فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ، حضرت مفتی صاحب قبلہ کے عمر و علم میں بے پناہ برکت عطا فرمائے اور انہیں حسد حاسدین اور شر مفسدین سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔ ادارہ]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد!

عزیز گرامی محبّ محترم مولانا شیخ ریاضت حسین قادری ازہری زید مجدہ تحریر وتقریر اور تعلیم وتدریس کے ذریعہ اشاعت مذہب حق اہل سنت وجماعت میں جس سرگرمی کا مظاہرہ کررہے ہیں ان شاءاللہ مستقبل میں اس کے خوش گوار اثرات ہندو بیرون دیکھیں گے۔ انہوں نے اس عاجز بے مایہ سے سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی زندگی اور آپ کی علمی خدمات کے کسی گوشہ پر خامہ فرسائی کی فرمائش کی۔ کثرت کار اور ہجوم افکار کی بنا پر کچھ حیطہ تحریر میں لانا مشکل ہوگیا ہے۔ مگر ملت اسلامیہ کے اس عظیم محسن کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے طور پر چند سطریں حاضر ہیں۔ گر قبول افتدز ہے عز وشرف۔

راقم الحروف کے دل میں عہد شعور سے ہی اعلی حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالی عنہ کی الفت وعظمت کا چراغ روشن ہے۔ پھر جامع معقول ومنقول، استاذ الاساتذہ، یادگار اسلاف، زینت بزم تدریس استاذ گرامی علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی دامت برکاتہم العالیہ، شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، ضلع فیض آباد نے اس ستودہ صفات کا ایسا شیدائی بنایا کہ آج ہر سمت اس عاجز کی داستان عشق ووفا کا چرچا ہے۔ فللہ الحمد۔

اعلی حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ (ولادت: ۱۲۷۲ھ ،وفات: ۱۳۴۰ھ) دنیائے اسلام کی وہ نادر ونایاب شخصیت ہیں کہ کئی صدی قبل سے لے کر اب تک کوئی ان جیسا پردۂ وجود پر نظر نہیں آیا۔

وہ بیک وقت مفسر، محدث، مفتی، فقیہ، محقق، مدقق، اصولی، کلامی، نحوی، صرفی، لغوی ،ادیب، شاعر اور ان گنت علم وفن اور فضل وکمال کے جامع اور علوم دینیہ ودنیویہ کا حسین

گلستاں تھے۔

رب قدیر نے اپنے خزانہ عامرہ سے ان کو ایسی بصارت و بصیرت اور علوم وفنون میں مہارت وحذاقت بخشی تھی کہ عقلیں ششدر اور حیران ہیں۔ کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے تو کسی گوشہ کو تشنۂ تحقیق نہ رہنے دیتے۔ قوت استدلال ایسی تھی کہ منصف فوراً قائل ہو جائے اور معاند ومکابر کے منھ میں لگام لگ جائے۔ انداز بیاں اور طریقہ استدلال ایسا دل نشیں کہ باتیں دل میں اترتی چلی جائیں، آج اکناف عالم میں ان کی تحقیق کو جس قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے اس پر بے ساختہ زبان پر یہی مصرع آرہا ہے! ع

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

اور یہ!

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں

ان کی تحقیق کا اسلوب اور استدلال کا طریقہ کیسا دلچسپ اور انوکھا ونرالا ہے، اسے آپ کی کتاب ''نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان'' کی روشنی میں ملاحظہ کریں!

کتاب مذکور اعلی حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے ایک نہایت مخلص ومحبّ پروفیسر حاکم علی لاہوری علیہ الرحمہ کے ایک سوال کے جواب میں تحریر کی گئی ہے، جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ ۱۳۳۹ھ میں پروفیسر صاحب نے گردش زمین کے نظریہ کی حمایت وتائید میں اپنے خیال کے مطابق قرآن کریم کی چند آیات مبارکہ اور ان کی تفسیر متعدد کتب تفسیر سے نقل فرما کر اعلی حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور آخر میں لکھا:

''غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر ان شاء اللہ تعالی سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پاؤ'' (فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۲۳۱، ناشر: امام احمد رضا اکیڈمی)

امام احمد رضا نے آغاز جواب میں محترم پروفیسر صاحب کے لئے نہایت خوش نما اور

حسین وجمیل گلدستہ محبت وعنایت پیش فرمایا، چناں چہ رقم طراز ہیں:

''آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں۔ حضرت مولانا اسد الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کر لینے والا، میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا، اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہد اکبر ہیں۔ بارک اللہ تعالی وتقبل۔ آمین۔ امید ہے کہ بعونہ تعالی اس مسئلہ میں بھی آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لئے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا۔ وللّٰہ الحمد۔''

اس کے بعد آپ نے حرکت زمین سے متعلق اسلامی موقف واضح فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

''اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں''

آپ نے اس شہرہ آفاق اور معرکۃ الآراء مسئلہ پر اپنی مشہور زمانہ کتاب ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' میں ایک سو پانچ (۱۰۵) دلائل وبراہین سے گردش زمین کو باطل اور سکون زمین کو ثابت فرمایا ہے۔ مگر وہ سارے دلائل عقلی اور اصول ہندسہ کے مطابق ہیں جبکہ پروفیسر صاحب نے آیات قرآنیہ اور کتب تفاسیر کو سامنے رکھ کر سوال کیا تھا۔ اسی لئے امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی اپنے استدلال میں وہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جس سے مخاطب کا دل خود بخود دقائل حقانیت ہو جائے۔ راقم نے اس رسالہ سے مندرجہ ذیل امور اخذ کئے ہیں جو اپنے موقف کے استدلال واثبات کے لئے نہایت باوزن ہیں۔

(۱) قرآن مقدس کی آیات کریمہ۔

(۲) صحابہ کرام سے منقول تفسیرات۔

(۳) مفسرین صحابہ کے مقام ومرتبہ کی تعیین۔

(۴) احادیث مبارکہ۔

(۵) اجماع امت۔

(۶) لغات۔

(۷) قواعد نحویہ۔

(۸) ازالہ شبہات۔

استدلال بالقرآن الکریم: چنانچہ آیت کریمہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد آپ کے پیش نظر ہے: ﴿**إِنَّ اللَّـهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا**﴾ (سورۂ فاطر، آیت ۴۱) ترجمہ: **بیشک اللہ زمین وآسمان کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔ اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انہیں کون روکے۔ بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔**

استدلال بالتفسیر: اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں اکابرین امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود وصاحب سر رسول اللہ ﷺ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہما نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا۔ حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔

ذکر مراتب: ان حضرات سے زائد عربی زبان ومعانی قرآن سمجھنے والا کون؟ اور جن بزرگوں سے یہ اقوال منقول ہیں ان کی عظمت ورفعت اور بلندئی مقام کا ذکر یوں کرتے ہیں: یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسرار سکھائے، ان کا لقب ہی صاحب سر رسول اللہ ﷺ ہے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان سے اسرار حضور کی باتیں پوچھتے، اور عبداللہ تو عبداللہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھامو۔ (تمسکوا بعهد ابن

مسعود)اور ایک حدیث میں ارشاد ہے(**رضیت لامتی ما رضی لها ابن ام عبد ، و کرهت لامتی ما کره لها ابن ام عبد**)
میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبداللہ بن مسعود پسند کریں، اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔
اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا: (**استقرؤا لقرآن من اربعة: من عبد الله ابن مسعود**)(الحدیث)
قرآن چار شخصوں سے پڑھو سب میں پہلے عبداللہ بن مسعود کا نام لیا، یہ حدیث ''صحیح بخاری''و''صحیح مسلم'' میں بروایت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما حضور اقدس ﷺ ہے۔
اور عجائب نعمائے الہیہ سے یہ کہ آیت کریمہ ﴿أَن تَزُولَ﴾ کی یہ تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے، چہ جائے حرکت علی المدار۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دونوں حدیثیں''جامع ترمذی شریف'' کی ہیں، اول (**ما حدثکم ابن مسعود فصدقوه**) جو بات تم سے ابن مسعود بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دوم (**ماحدثکم حذیفة فصدقوه**) جو بات تم سے حذیفہ بیان کریں اس کی تصدیق کرو، اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسے مانو، اس کی تصدیق کرو۔ **فالحمد لله رب العلمین**۔ (فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۲۳۳)

استدلال باللغات: زوال کا معنی معتبر لغات سے بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں: (۱) زوال کے اصلی معنی سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔ قاموس المحیط میں ہے''**الزوال الذهاب و الاستحالة**''۔
اسی میں ہے''**کل ماتحول (او تغیر من الاستواء اعوج) فقد حال**

واستحال ''ایک نسخہ میں ہے''کل ما تحرک او تغیر''۔

یوں ہی عباب میں ہے:''تحول اوتحرک''،تاج العروس میں ہے:''ازال اللہ تعالیٰ زواله ای اذهب اللہ حرکته وزال زواله ای ذهبت حرکته''۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے:''فی حدیث جندب الجهنی "واللہ لقد خالطه سهمی ولو کان زائلة لتحرک "الزائلة کل شیء من الحیوان ان یزول عن مکانه ولا یستقر،وکان هذا المرمی قد سکن نفسه لایتحرک لئلا یحس به فیجهز علیه۔''

(الف)دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان وزمین سے اس کی نفی فرمائی تو حرکت زمین وحرکت آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب)''زوال'' جانا اور بدلنا ہے،حرکت محوری میں بدلنا ہے،اور مدار پر حرکت میں جانا بھی،تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج)نیز''نہایہ''و''درمنثور''امام جلال الدین سیوطی میں ہے''الزوال الانزعاج بحیث لایستقرعلی المکان وهو الزوال بمعنی واحد''۔

قاموس میں ہے''زعجه واقلقه وقلعه من مکانه کازعجه فانزعج''

لسان میں ہے''الازعاج نقیض القرار''

تاج میں ہے''قلق الشیء قلقاوهوان لایستقر فی مکان واحد''

مفردات امام راغب میں ہے''قرفی مکانه یقرقرارًا: ثبت ثبوتا جامدا واصله من القرّ،وهو البرد وهو یقتضی السکون والحریقتضی الحرکة''

قاموس میں ہے''قربالمکان ثبت وسکن کا ستقر''

دیکھو زوال انزعاج ہے،اور انزعاج قلق،اور قلق مقابل قرار اور قرار سکون،تو زوال مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت تو ہر حرکت زوال ہے۔قرآن عظیم آسمان

وزمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے لاجرم ان کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے۔

(د) صراح میں ہے "زائلۃ جنبیدہ ورونده وآئندہ"

زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیدہ ہوتی، اور مدار پر تو آئندہ وروندہ بھی، بہر حال زائلہ ہوتی اور قرآن عظیم اس کے زوال کو باطل فرماتا ہے، لاجرم ضرور اس سے ہر نوع حرکت زائل۔ (فتاوی رضویہ، ج۲۲، ص۲۳۵)

استدلال بقاعدۂ نحویہ: کلمہ "تَــــزُولاَ" سے نحوی قاعدہ کی روشنی میں عدم حرکت پر استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(تـزولا) فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃً نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوتا ہے تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان وزمین کو کسی قسم کا زوال نہیں نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے، اور یہی سکون حقیقی ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج۲۲، ص۲۴۱)

آپ نے آگے چل کر متعدد حدیثوں سے "زوال" کا معنی واضح کیا ہے، اور پھر کتاب وسنت اور اقوال وارشادات امت سے مثل آفتاب روشن کیا ہے کہ کسی بھی طرح کی حرکت ہو جب بھی حرکت ہوگی تو زوال ہوگا۔ جبکہ قرآن کریم نے زوال کا انکار فرمایا ہے لہذا زمین کے لئے کسی طرح کی حرکت ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ وہ ساکن وجامد ہے۔

آخر میں آپ نے پروفیسر صاحب کے شبہات کا نہایت دلنشیں انداز میں ازالہ فرمایا ہے اور انہیں بطور نصیحت یہ تحریر عطا فرمائی۔

محبّ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو مردود و پامال کردیا

جائے۔جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلے کا اثبات ہو۔سائنس کا ابطال واسکات ہو۔یوں قابو میں آئے گی۔(فتاوی رضویہ، ج ۲۲،ص ۲۵۱)

ارباب علم ودانش کے لئے یہ رسالہ عظیم پیغام ہے اور باطل کی سرکوبی کے لئے ایک اصولی دستاویز ہے، اس رسالہ میں امام احمد رضا قدس سرہ نے نظریہ سائنس کے مقابلہ میں مسئلہ اسلامی کو کتاب وسنت اور اجماع امت سے حیرت انگیز طور پر ثابت کیا ہے پھر مخاطب کے شبہات کا تفصیل سے ازالہ فرمایا ہے۔ساتھ ہی سائنس کی تردید کا بہترین اور مؤثر طریقہ بھی بتادیا ہے۔رب تعالی اسلام کے اس بطل جلیل کی تربت انور پر رحمت وغفران کی بارش فرمائے اور ان کے دریائے علم وحکمت سے ہمیں بھی حصہ بخشے۔آمین۔

عرض: سعودی عرب میں مرغی کے کچھ برانڈ ہیں، جن کے بارے میں مشہور ہے، اور کچھ معتمد لوگوں کی تحقیق بھی ہے کہ جائز طریقے سے ذبح ہوتی ہیں، جیسے فقیہ اور فیجا، تو کیا یہ مرغیاں کھا سکتے ہیں؟

ارشاد: جہاں پر ثقہ لوگوں کے بیان سے یہ معلوم ہے کہ وہ حلال طور پر مرغیاں ذبح کرتے ہیں، تو ان کے یہاں کھانا جائز ہے۔(معارف تاج الشریعہ ص ۵۷۹)

امام احمد رضا اور ردّ ندوہ

از۔حضرت علامہ مفتی شمشاد احمد مصباحی
جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو، یوپی

علوم قدیمہ کی اعلی تعلیم وتعلم اور درس و تدریس کے لئے بڑے پیمانے پر لکھنؤ میں ’’ندوۃ العلماء‘‘ کے نام سے ایک عظیم الشان اور بے مثال درسگاہ قائم کی گئی اور ملک کے مختلف شہروں میں ندوۃ العلماء کی تشہیر اور تعارف کے لئے بڑے بڑے اجلاس منعقد کیے گئے اور عوام الناس کو ندوہ سے جوڑنے اور ان میں ندوہ کو مقبولیت دلانے کے لئے اراکین ندوہ نے بھرپور کوششیں کیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی حمایت اور ہمدردی حاصل کرنے کے لئے بالترتیب درج ذیل اجلاس بڑے پیمانے پر منعقد کئے گئے۔(۱) جلسۂ اول کانپور ۱۳۱۱ھ ،تاسیسی اجلاس (۲) جلسۂ دوم لکھنؤ ۱۳۱۲ھ (۳) جلسۂ سوم بریلی شریف ۱۳۱۳ھ (۴) جلسۂ چہارم میرٹھ ۱۳۱۴ھ (۵) جلسۂ پنجم کانپور ۱۳۱۵ھ،ان جلسوں کے علاوہ بھی بہت جلسے ہوئے اور جلسوں کا سلسلہ آگے بھی کافی عرصہ تک جاری رہا۔ندوہ کے قیام کا مقصد جو عوام الناس بلکہ خواص میں بھی ظاہر کیا گیا وہ اصلاح نصاب تعلیم اور رفع نزاع تھا۔خود اس کی وضاحت معاون ناظم ندوہ مولوی عبدالحئی نے اجلاس سوم منعقدہ ۲۶؍جولائی ۱۳۱۳ھ، بمطابق ۱۸۹۶ء، بریلی شریف میں اپنی رپورٹ میں بایں الفاظ کی کہ ندوہ کے مقاصد یہ ہیں (۱) نصاب تعلیم کی اصلاح اور امور دینیہ کی ترقی (۲) علماء میں اتحاد واتفاق پیدا کرنا جس کا یہ مطلب نہیں کہ سب لوگ ایک ہو جائیں بلکہ وہ نزاعیں جو فضیحت کن اور غیر قوموں کی نظروں میں موجب حقارت ہیں ان کا اخراج کرنا مقصود ہے۔

(۳) مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقی کی تدبیروں کو اختیار کرنا (مختصر کیفیت اجلاس سوم مرتبہ محمد احسن بہاری، مطبوعہ انتظار پریس کانپور ص:۱۰)، انہیں بلند و بالا اغراض و مقاصد کو اراکین ندوہ نے ہر طرف مشہور کیا جسکے نتیجہ میں بہت سارے مسلمان ندوہ کی تحریک سے جڑ گئے۔ ظاہر ہے کہ جس تحریک کا مقصد نصاب تعلیم کی اصلاح اور امور دینیہ کی ترقی ہو جس کا ہدف مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقی ہو اس تحریک کو پھیلنے اور مقبول ہونے میں کیا دیر لگے گی۔ اسی لئے تیزی سے تحریک ندوہ کو فروغ حاصل ہوا، اور علمائے اہل سنت نے شروع شروع میں تحریک ندوہ کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کے جلسۂ اول کانپور میں امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیت نے بھی شرکت کی۔ چنانچہ مولوی ابوالحسن علی ندوی نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں "اس اجلاس میں مفتی احمد رضا خان شریک ہوئے پھر اس سے علیحدہ ہو گئے اور اب وہ اس جمعیت کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ چنانچہ "**التحفة الحنفية لمعارضة ندوة العلماء**" نامی رسالہ شائع کیا۔"

دوسرا اجلاس جو لکھنؤ میں منعقد ہوا، اس میں دیگر علماء اہل سنت کے علاوہ شیخ المشائخ حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ، آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے بھی شرکت فرمائی۔ (حشوہ فی وجوہ اشیاع دارالندوہ، غلام احمد بجنوری، اشاعت ۱۳۱۲ھ، مطبع ابوالعلائی، حیدرآباد، ص:۳)۔

جب تحریک ندوہ میں علمائے اہل سنت کے علاوہ شیعہ، وہابی، نیچری، قادیانی، مکتبہ فکر کے افراد شامل ہونے لگے بلکہ شیعہ جماعت کے دو مجتہد غلام حسین اور غلام حسن نے اراکین ندوہ میں بہت خاص مقام حاصل کرلیا۔ یہاں تک کہ قصیدۂ ندوہ مین انکی مدح و ستائش بھی کی گئی اور ادھر سواد اعظم اہل سنت کی طرف سے جب اراکین ندوہ سے مختلف الخیال اور مختلف المسلک افراد کی شمولیت کے متعلق سوال ہونے لگا تو اس پر اراکین ندوہ کوئی معقول اور اطمنان بخش جواب نہ دیتے بلکہ ہمیشہ اپنے مبہم کلام سے مزید شک و تردد کا

ماحول بناتے۔اسی دوران اپنے مقاصد کی تشہیر کے لئے انہوں نے مختلف رسائل ومضامین کی اشاعت کی جس سے اختلاف وانتشار کا ماحول برپا ہوگیا۔روداد سال اول حصہ اول و دوم رسالہ تنظیم،مضامین ثلثہ،مضامین نظم ونثر،رسالہ اتفاق؛مضامین اربعہ اور روداد سال دوم کی اکثر و بیشتر عبارتوں پر علمائے اہل سنت نے سخت اعتراضات کئے۔کیونکہ علمائے اہل سنت نے ان عبارتوں کو روح اسلام کے منافی مانا۔

علمائے اہل سنت کی ناراضگی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ جلسہ اول کانپور میں شیعہ مجتہد غلام حسین نے اپنی تقریر کے دوران عقیدۂ اہل سنت کے خلاف حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہ الکریم کی خلافت بلافصل کا مسئلہ بھی چھیڑ دیا جس پر علمائے اہل سنت ناراض ہوئے۔یہاں تک کہ اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے جب ندوہ کے مقاصد بچشم خود ملاحظہ فرمالیا تو سب سے پہلے ناظم ندوہ سید علی مونگری صاحب اور تحریک ندوہ کے صدر حضرت مولانا لطف اللہ علیگڑھی سے سخت مواخذہ فرمایا اور انہیں ندوہ کے مفاسد سے آگاہ کرتے ہوئے حتی الوسع سمجھانے کی کوشش فرمائی اور جب اصلاح وتفہیم کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا تو آپ نے مکمل طور پر ندوہ سے علیحدگی اختیار فرمائی اور اس فتنہ کے سد باب کے لئے کمر کس لی۔اپنے ہم خیال علماء کی ٹیم تیار کی جسمیں سب سے نمایاں نام تاج الفحول حضرت مولانا عبد القادر بدایونی کا ہے انہوں نے ندوہ کی سرکوبی کے لئے زبردست کارہائے نمایا انجام دیا حتی کہ اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے انکی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے "المعتقد المنتقد" کے حاشیہ میں یوں تحریر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے ''جب ہمارے زمانے میں ندوۃ العلماء کے فتنے وفساد نے شدت کے ساتھ سر اٹھایا تو ہندوستان کے علمائے اہل سنت نے اس کا سختی سے مقابلہ اور رد کیا۔اور اس دور میں ان تمام علماء کے پیشوا مرجع وقائد محبّ رسول تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی قدس سرہ تھے'' (المستند المعتمد ص ۱۹۵)۔

ندوہ کی گمراہیاں دن بدن بڑھتی گئیں اور اراکین ندوہ نے بار بار مطالبہ کے باوجود ان کے سد باب کے لئے کوئی کوشش نہ کی۔ بلکہ بدمذہبوں نے ندوہ کو اپنے باطل افکار وخیالات کو پھیلانے کا پلیٹ فارم بنالیا اور ندوہ کے پلیٹ فارم سے ایسے افکار وخیالات اور اقوال وافعال ظاہر ہوتے رہے جو روح اسلام کے منافی تھے بلکہ خود ندوہ کی طرف سے شائع کردہ کچھ رسالوں کے مندرجات کا جو سراسر نظریۂ اہل سنت کے خلاف اور بنائے صلح کلیت تھے ان کا شدید تعاقب کیا اور اس کے رد میں کتابیں لکھیں۔ندوہ کے رسالوں کے مندرجات کا خلاصہ حضرت مولانا قاضی محمد معین الدین صاحب کیفی قادری میرٹھی نے اپنے الفاظ میں تحریر فرمایا:

''طائفہ ندویہ نے باوجود ادعائے سنت کہ یہ مسئلہ شائع کیا کہ جملہ فرق کلمہ گویان حق پر ہیں، سب راہ راست پر ہیں، سب سے خدا راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلّف ہے پس جو شخص فرقہ کلمہ گو کی اہانت وتحقیر کرے اور مذہب کے لئے اس سے بغض رکھے یا کسی عقیدۂ خاصہ کے سبب کسی کلمہ گو کو کافر یا گمراہ یا بدعتی کہے وہ خود گمراہ ہے اور دشمن اسلام وکافر ہے۔اس کے تمام اعمال نماز وغیرہ سب بیکار ہیں،اور علماء ومشائخ نے آج تک رد وطرد کلمہ گویان میں جس قدر کوشش کی باعث نقصان اسلام ہوئی۔لہذا ردو طرد کلمہ گویاں کا صیغہ بالکل اڑا دینا ضروری ہے اور مباحثہ ومناظرہ باہمی کلمہ گویان کا قطعی و کامل انسداد لازمی ہے''

یہ باطل عقائد ونظریات اس ندوہ کے رسالے میں چھاپے جارہے ہیں جس کے قیام کا مقصد نصاب تعلیم کی اصلاح، امور دینیہ کی ترقی، مسلمانوں کی دینی ودنیوی ترقی کے لئے تدبیریں کرنا ہمیشہ ظاہر کیا گیا اور مسلمانوں کو قریب کرنے کے لئے ان مقاصد کی خوب خوب تشہیر کی گئی۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے بہت پہلے اس فتنہ کو محسوس کرلیا اور آپ کی دور رس نگاہوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ یہ تحریک در پردہ انگریزوں کی پروردہ اور

انگریزوں کی نمک خوار ہے۔اس لئے اعلیٰ حضرت نے پہلے ہی اجلاس کے بعد سے علیحدگی اختیار فرمالی؛ اور کچھ دنوں تک افہام وتفہیم کی کوشش فرمائی۔مگر جب کچھ نتیجہ نہ نکلا اور اصحاب ندوہ اپنی روش پر قائم رہے تو تحریک ندوہ کے ردوابطال کا سلسلہ شروع فرمادیا چونکہ اعلیٰ حضرت ودیگر علمائے اہل سنت نے سب سے بڑا خطرہ یہ محسوس کیا کہ اراکین ندوہ جو کچھ کررہے ہیں وہ سب اہل سنت کے نام پر کررہے ہیں۔کم پڑھے لکھے سادہ لوح سنی مسلمان انکے دام وفریب کا شکار ہورہے ہیں۔اس لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ کے لئے ندوہ کے میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جسکو تاریخ ہمیشہ یادرکھے گی، تحریک ندوہ کی مخالفت ملکی سطح پر شروع ہوگئی۔منظّم اور باقاعدہ طریقہ پر تحریک ندوہ کو کچلنے کی کوششیں شروع ہوگئیں۔بہت سے علماء نے رد ندوہ میں کتابیں لکھیں۔حضرت تاج الفحول اور حضرت حافظ بخاری خواجہ عبدالصمد چشتی پھپھوندی نے اس باب میں جو مجاہدانہ کردار پیش کیا وہ تاریخ کے صفحات پر زریں حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔حضرت تاج الفحول نے اس موضوع پر ایک تفصلی فتوی بھی تحریر فرمایا جسکا نام ''فتاوی القدوہ لکشف الندوہ'' ہے،اس پر درجنوں اکابر علمائے اہل سنت کے تائیدی دستخط اور تصدیقات ہیں۔تاج الفحول نے ردندوہ میں جو مثالی کارنامہ انجام دیا اس سے امام احمد رضا بے حد متاثر ہوئے اور اسی موقع پر آپکی مدح میں قصیدہ ''چراغ انس'' لکھ کر آپکی بارگاہ میں پیش فرمایا۔مگر خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ردندوہ میں سب سے زیادہ کتابیں لکھیں اور انکے مکروفریب اور باطل افکار وخیالات کے تار و پود بکھیر کر رکھ دئے۔بہت سے علمائے اہل سنت کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی کتابوں سے ہدایت ملی اور وہ ندوہ سے دور ہوگئے ہزاروں مسلمانوں نے ندوہ سے علحدگی اختیار کرلی اور وہ گمراہ ہونے سے بچ گئے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنے زمانے میں جس طرح تمام فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اسی طرح ندوہ کے پلیٹ فارم سے اٹھنے والے تمام فتنوں کا

مردانہ وار مقابلہ کیا۔اور فتنہ ندوہ کے رد میں ایک دو نہیں بلکہ ۱۷ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ہر کتاب میں تحقیق کے وہ جوہر دکھائے کہ دور دور تک اس کی نظیر نہیں ملتی، دلائل و براہین کا ایسا دریا بہایا کہ سارے فتنے خس و خاشاک کی طرح بہتے نظر آئے۔ذیل میں ان کتابوں کے نام پیش کئے جا رہے ہیں جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے رد ندوہ میں تصنیف فرمائیں۔

(۱) فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۳۱۷ھ)، (۲) فتاوی القدوہ لکشف دفین الندوہ (۱۳۱۲ھ) (۳) سوالات حقائق نمابر دوش ندوۃ العلماء (۱۳۱۳ھ) (۴) مراسلات سنت وندوہ (۱۳۱۳ھ) (۵) ترجمۃ الفتوی وجہ بدم البلوی (۱۳۱۷ھ) (۶) خلص فوائد فتوی (۱۳۱۷ھ) (۷) مآل الابرار وآلام الاشرار (۱۳۱۸ھ) (۸) اشتہارات خمسہ (۱۳۱۳ھ) (۹) غزوہ لھام سماک دار الندوہ (۱۳۱۳ھ) (۱۰) ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ (۱۳۱۳ھ) (۱۱) بارش بھاری برصدف بھاری (۱۳۱۵ھ) (۱۲) سیوف الحنوہ علی ذمائم الندوہ (۱۳۱۵ھ) (۱۳) صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبد القیوم (۱۳۲۱ھ) (۱۴) سوالات علماء وجوابات ندوۃ العماء (۱۳۱۹ھ) (۱۵) سرگزشت وماجرائے ندوہ (۱۳۱۳ھ) (۱۶) سکین ونورہ بر کاکل پریشان ندوہ (۱۳۱۸ھ) (۱۷) فتوی مکہ لعث الندوۃ الندکہ (۱۳۱۷ھ)

امام احمد رضا اور تاریخ اسلامی

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ تاریخ، پریسیڈینسی یونیورسٹی، کولکاتا

ابتدائیہ: تاریخ اور تاریخ نگاری: چیز روبنسن، ایک مغربی اسکالر، نے اپنی کتاب ''اسلامک ہسٹوریوگرافی'' میں کہا ہے کہ یونانی اور لاطینی زبان سے نکلنے والے لفظ ''ہسٹوریا'' کا عام معنی تلاش وتفتیش ہے۔اس لفظ کا استعمال اس علم کے لیے ہوتا تھا جس کو ہم تاریخ کہتے ہیں۔اس کے علاوہ اس کے مفہوم میں پہلے جغرافیہ، لوک کہانی (افسانے و حکایات) اور علم نسلیات (اتھنوگرافی) کو بھی شامل کیا جاتا تھا۔(روبنسن؛ص:۶)۔علم تاریخ پر ایک مشہور کتاب ''وہاٹ از ہسٹری'' کے مصنف ای.ایچ.کار نے تاریخ نگاری کی تعریف میں کہا ہے کہ ''مورخ اور حقائق کے درمیان تلازم کا رشتہ ہے۔حقائق کے بغیر مورخ کا وجود بے اصل اور بے کار ہے اور مورخ کے بغیر حقائق بے جان اور بے معنی ہیں''۔اس لیے اس کی نظر میں ''تاریخ نگاری دراصل حقائق اور مورخ کے درمیان ایک مسلسل تعامل ہے اور ماضی وحال کے مابین نہ ختم ہونے والا ایک مکالمہ (ڈائیلاگ) ہے۔'' (کار؛ص:۳۰) اس کو اس نے سماج اور فرد کے باہمی تعلق، تاریخ، سائنس اور اخلاقیات، اسباب وعلل کی تلاش و جستجو، تاریخ اور نظریہ ارتقاء اور پھر تاریخ نگاری کے بدلتے اور بڑھتے رجحانات کے حوالے سے بیان کیا ہے۔فرانز روزنتھال نے اپنی کتاب ''اے ہسٹری آف مسلم ہسٹوریوگرافی'' میں تاریخ نگاری کی تعریف میں کہا ہے کہ تاریخ نگاری انسانوں کی جماعت یا افراد کی اس سرگرمی کا لفظی بیان ہے جس پر غور وفکر کیا جائے یا جس نے اپنا گہرا اثر اس جماعت یا ان

افراد کی ترقی اور کامیابی پر ڈالا ہے۔ جب کہ جدید ذہن والوں کی نظر میں تاریخ کے عمومی تصور میں کم سے کم نظریاتی طور پر سارے جانداروں اور بے جان چیزوں کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ (روزنتھال؛ ص: ۱۰۔۱۱) ان تعریفات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم تاریخ اور تاریخ نگاری کے دائرۂ کار میں توسیع اور تحدید کا عمل جاری ہے۔ ان مغربی اسکالرز نے تاریخ کی تعریف میں بدلتے فکری، سیاسی، اور معاشی آفاق اور رجحانات کو ملحوظ نظر رکھا ہے۔ مگر جب وہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ اور تاریخ نگاری کی روایت پر بات کرتے ہیں تو ان کی نمائندگی کرتے ہوئے فرانز روزنتھال کہتے ہیں کہ مسلم تاریخ نگاری ان کاموں (کتابوں) پر مشتمل ہے جن کو مسلمانوں نے اپنی ادبی تاریخ کے ایک مخصوص وقت میں تاریخی کام (کتب) سمجھا اور اسی کے ساتھ ان میں مواد کی ایک ایسی معقول مقدار بھی موجود ہے جن کی درجہ بندی ہماری تاریخ نگاری کی تعریف کی روشنی میں غیر تاریخی [مواد] کے طور پر کی جا سکتی ہے۔ (روزنتھال؛ ص: ۱۷) اس طرح سے اسلامی تاریخ کے مواد کے مطالعہ میں جدید دور کے معیارات و منہاجیات کے نام پر شبہات و اوہام پھیلائے جا رہے ہیں۔ کچھ نام نہاد مسلم مورخین نے بھی ان جدید رجحانات کا اثر قبول کیا ہے اور تاریخ اسلامی کے مسلمہ موضوعات کو اپنے مخصوص نظریات اور مفادات کی خاطر متنازع بنانے کے لیے بزعم خود اپنی منفرد "تحقیق" کے لیے داد و تحسین حاصل کر رہے ہیں۔

عربی زبان میں تاریخ کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) توقیت و تقویم: اس معنی کے اعتبار سے تاریخ کا تعلق دنوں، مہینوں اور سالوں کی تعیین سے ہے۔ اس سلسلے میں کلینڈر، جداول، زیجات کی تیاری اور شمسی و قمری تقویم کی تیاری اور قمری سے شمسی تقویم میں تبدیلی کے طریقہ ہائے کار پر گفتگو ہوتی ہے۔ (۲) تاریخ کا لفظ ترتیب زمانی کی رعایت کے ساتھ ماضی کے واقعات و حالات کا سلسلہ وار بیان ہے۔ اور آج کل عام طور پر تاریخ سے یہی معنی لیا جاتا ہے۔ (۳) لفظ تاریخ کا استعمال اس فن کے لیے بھی کیا جاتا ہے جس

میں عربی حروف کی اعداد کی روشنی میں زمانہ اور وقت کی ترسیم کا کام لیا جاتا ہے۔اس کو عام طور پر تاریخ گوئی کا نام دیا جاتا ہے۔(تفصیل کے لیے دیکھیں انسائکلو پیڈیا آف اسلام، نیو ایڈیشن، جلد:۱۰، ۲۰۰۰)۔عربی زبان میں تاریخ نگاری کے فن کے ایک بڑے نام، السخاوی نے کہا ہے کہ تاریخ ایسا فن ہے جس میں زمانے کے واقعات پر تعیین وتوقیت کی حیثیت سے بحث کی جاتی ہے اور اس کا موضوع بحث انسان اور زمانہ ہیں۔ او ر اس کے مسائل (مباحث) انسان اور زمانہ کے وہ احوال ہیں جو انسان کے لیے اور زمانے میں رونما ہونے والے احوال کے تحت جزئیات کی تفصیلات پیش کرتے ہیں۔(السخاوی؛ الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ؛ص: ۱۷)۔ جہاں تک تاریخ کے اسلامی تصور کی بات ہے تو اس سلسلے میں قرآن مجید کی آیات کریمہ کی روشنی میں جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ قصص وامثال اور روایات وحکایات کا مقصد تدبر و تفکر اور عبرت وموعظت ہے۔تاہم قرآن مجید کسی خبر کو ماننے سے پہلے اس کے بارے میں پوری تحقیق کر لینے کی تعلیم دیتا ہے۔اس طرح سے تاریخ کی مذہبی، اخلاقی اور روحانی اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ کہ قوموں اور امتوں کے عروج وزوال اور ن کے انجام کار پر غور وفکر کر کے انسان ایسا طرز زندگی اپنائے جس کی بدولت وہ ثواب و انعام کا مستحق ہو سکے اور عذاب وعقاب سے خود کو بچائے۔

مسلم تاریخ نگاری: مسلمانوں میں تاریخ اور علم تاریخ کے شعور کو بیدار کرنے میں قرآن مجید کو کلیدی مقام حاصل ہے۔اس میں ایک ایسے الٰہی نظام کا بیان ہے جو تخلیق، توحید، وجود، نبوت و رسالت اور قیامت کے عقائد پر مشتمل ہے۔اس میں انسانوں کو کائنات، انفس وآفاق اور سابقہ امتوں اور قوموں کے حالات و واقعات پر غور وفکر کرنے اور ان سے درس عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔قرآن مجید کی کتابت وتدوین کا کام عہد رسالت میں ہی ہو چکا تھا۔رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے اعتقاد کی بنیاد پر ابتدائی دور میں مسلمانوں نے تقوی اور تحقیق کے جذبے کے ساتھ رسول

کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حیات طیبہ، کردار و عمل اور ارشادات کی حفاظت اور روایت کا کام شروع کیا۔ یہ عمل ابتدا میں زبانی روایت اور حفظ اور پھر کتابت کے ذریعہ ترقی کرتا گیا۔ اس سلسلے میں ایک طرف احادیث طیبہ کی تدوین پر توجہ دی گئی تو دوسری طرف سیرت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر کام شروع ہوا۔ اسلامی قانون، عبادات و معاملات اور مثالی کردار و عمل کی ضرورت نے ان سارے مواد کو صحت اور یقین کے ساتھ جمع کرنے کے جذبے کو فروغ دیا۔ اس لیے واقعات اور اقوال کی روایت میں اسناد کو اہمیت دی گئی۔ اور محدثین عظام اور علمائے کرام نے ان مواد کی تحقیق اور روایت کرنے والوں کے حالات اور کردار کی تفتیش (جرح و تعدیل) پر بھی خصوصی توجہ دی۔ ایک عینی شاہد کی سند پر اخبار و روایات کا بیان اسلامی تاریخ کی امتیازی خصوصیت ہے۔ اور اس سلسلے میں خبر، اسناد، قرأت، کتابت اور سماعت کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ خبر و اسناد کی اکائی اسلامی تاریخ نگاری کا لازمی و ضروری عنصر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس ابتدائی دور میں تاریخ نگاری کا کام بہت حد تک ترتیب، تدوین اور تالیف تک محدود تھا۔ اور واقعات اور روایات میں مرتبین، مولفین اور مدونین اپنی ذاتی رائے کو بیان کرنے سے احتراز کرتے تھے۔

یہ اس لیے تھا کہ واقعات کی جمع و تدوین کا عمل احادیث طیبہ کی جمع و تدوین کے ضمن میں شروع ہوا۔ اس میں لسانی اور سماعی طریقۂ ترسیل کو اختیار کیا گیا۔ اور اس میں مرتب کی ذاتی رائے کی بجائے روایت پسندی کو ترجیح دی گئی۔ ہاں اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ روایات میں کبھی کبھی تعارض بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ (تاہم دفع تعارض کے بھی اصول و ضوابط متعین کئے گئے ہیں۔) ۔ اس طرح سے درست قانونی ہدایات اور تاریخ نگاری کے تحفظ کا شعور پیدا ہوا۔ محدثین و فقہا کی جماعت نے قرآن و حدیث کے علم پر توجہ مرکوز کی اور مورخین و اخباریین نے ماضی کے مذہبی، سیاسی اور فوجی حالات کو جمع کیا۔ کیونکہ ان سے بھی اخلاقی تعلیمات اور مثالی نمونہ ہائے عمل سیکھے جا سکتے تھے۔ اس طرح سے تاریخ نگاری ایک فن کے

طور پر پروان چڑھی اور اس کی اصناف کا ارتقاء عمل میں آیا۔ابتدائی دور کی تاریخ اسلامی کی تین نمایاں اصناف تھیں: سیرت و مغازی، طبقات و تراجم اور زمانہ کے اعتبار سے واقعات کا ترتیب وار بیان (تاریخ)۔ان تینوں اصناف اور ان پر کام کرنے والے مرتبین و مصنفین کو ادوار کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔اسلامی تاریخ نگاری کے تشکیلی دور (جو ابتداء سے نویں صدی عیسوی تک ہے) کے نمایاں مورخین میں عروہ بن زبیر، ابان بن عثمان بن عفان، وہب بن منبہ، ابن شہاب زہری، ابن اسحاق اور ابو مخنف، ہشام ابن الکلبی، الواقدی، ابن ہشام، ابن سعد اور خلیفہ ابن خیاط، ابن عبد الحکم، ابن قتیبہ، الدینا وری، بلاذری، محمد ابن جریر طبری، یعقوبی، ابن فضلان وغیر ہم کا نام لیا جاتا ہے۔جب کہ کلاسیکی دور (جو نویں صدی سے پندرہویں صدی عیسوی تک ہے) میں ابوبکر الصولی، المسعودی، ابن مسکویہ، عتبی، الخطیب البغدادی،، ابو نعیم اصفہانی، ابوالفضل البیہقی، ابو الفرج ابن الجوزی، یاقوت الحموی، ابن الاثیر، ابن عساکر ابن العدیم، الذہبی، ابن الکثیر، المقریزی، ابن حجر عسقلانی، العینی، السخاوی، السیوطی، ابن الخطیب، ابن خلدون، البیرونی وغیر ہم کا نام لیا جاتا ہے۔ابتدائی دور میں سیرت کے میدان میں سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام اور الواقدی کی کتاب المغازی کو شامل کیا گیا ہے۔جب کہ طبقات و تراجم میں ابن سعد کی طبقات اور بلاذری کی انساب الاشراف کو بیان کیا جاتا ہے۔اور تاریخ (واقعات کا سلسلہ وار بیان) کے میدان میں عمومی تاریخ پر بلاذری کی فتوح البلدان، دیناوری کی الاخبار الطّوال، طبری کی تاریخ الرسل والملوک، مسعودی کی مروج الذہب و معادن الجوہر، ابن مسکویہ کی تجارب الامم، اور مقامی تاریخ پر ابن طیفور کی تاریخ بغداد وغیرہا کو شمار کیا جاتا ہے۔بعد کے دور میں ابونعیم کی حلیۃ الاولیائل، الخطیب البغدادی کی تاریخ بغداد، ابن عساکر کی تاریخ دمشق، سیوطی کی تاریخ الخلفاء، ابن الاثیر کی الکامل فی التاریخ، ابن خلکان کی وفیات الاعیان، الصفادی کی الوافی بالوفیات اور ابن خلدوں کی تاریخ (مقدمہ اور

کتاب العبر)وغیر ہا کو بیان کیا جاتا ہے۔

ان مورخین اور ان کی کتابوں کے بارے میں یہ بات ملحوظ نظر رہے کہ ان میں سے کچھ مورخین نے تاریخی مواد میں اسناد کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ جب کہ کچھ دیگر مورخین نے بیانیہ انداز اپنایا ہے۔کچھ مورخین نے زمانی ترتیب کا خیال رکھا ہے تو کچھ نے عہد خلافت کے اعتبار سے واقعات کا ترتیب وار بیان کیا ہے۔ کچھ کتابیں عالمی رآفاقی تاریخ نگاری پر ہیں تو کچھ کتابوں میں علاقائی واقعات اور شخصیات کو موضوع بنایا گیا ہے۔تاریخ نگاری کے کلاسیکل دور میں کچھ مورخین نے اعتقادی میلانات، مسلکی وابستگی اور سیاسی موقف بھی کو پیش نظر رکھا ہے۔مثال کے طور پر یعقوبی شیعی عقائد وخیالات رکھتا تھا۔ابن خلدون میں اعتزال تھا اور المسعودی میں شیعیت کی طرف میلان کی بات کی جاتی ہے۔اس لیے اسلامی تاریخ کے موضوع پر ان کتابوں کے مطالعہ سے پہلے ان کے لکھنے والے مورخین کے حالات اور ذہنی وفکری میلانات کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔اور اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کے مطالعہ میں صرف ان کتب تاریخ پر ہی انحصار نہ کیا جائے بلکہ ان کے ساتھ قرآن واحادیث کو بھی مراجع اور مصادر کے طور پر سامنے رکھا جائے۔کیونکہ چند جانبدار مورخین کی وجہ سے سے مغربی اسکالرز اور مستشرقین نے اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کو مشکوک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں اختلاف روایات یا پھر کچھ روایتوں میں پائے جانے والے تضاد کو اس تشکیک کی بنیاد بنایا گیا ہے۔اہل استشراق نے اسلامی تاریخ نگاری اور واقعات وروایات کے وقوع کے درمیان کے فاصلے کی بنیاد پر بھی اسلامی تاریخ کو زبانی طریقۂ ترسیل پر مبنی ہونے کی وجہ سے مشکوک قرار دیا ہے۔جب کہ یہ حقیقت ہے کہ واقعات وروایات کے نقل کرنے کے سلسلے میں علمائے کرام نے واضح اصول متعین کیے ہیں۔اورنہوں نے ان کی روشنی میں ہی واقعات کو قبول ورد کرنے کا مشورہ دیا ہے۔اس کے علاوہ صرف تاریخ کی کتابیں ہی واحد مصادر نہیں بلکہ اسلام کے

ابتدائی دور کی تاریخ کے لیے قرآن واحادیث بھی مراجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جمہور نے اسی وجہ سے روایت پسندی کو ترجیح دی ہے جس میں کتاب وسنت کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ جب کہ جدید دور میں اہل مغرب عقلیت پسندی، انفرادی ذہنی میلانات اور تاریخی واقعات کی مذہب بیزار مادی تعبیر کو پسند کرتے ہیں۔ جس میں دنیا اور کائنات میں رونما ہونے والے واقعات میں کسی مافوق الفطرت ہستی کا کوئی کردار نہیں ہے۔ وہ لوگ اسلامی تاریخ کے ان مصنفین کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں جن کی تحریروں میں ان کو عقلیت پسندی اور واقعات کے تجزیہ میں مادی وفطری اسباب وعلل کی طرف میلان اور روایت پسندی سے انحراف کے آثار نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب کی نظر میں جو اہمیت ابن خلدون اور المسعودی کی ہے وہ طبری اور ابن الاثیر کو حاصل نہیں۔

تاریخ اسلامی اور امام احمد رضا کا منہاجیاتی اسلوب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بہت سے فتاوی اور رسائل ایسے ہیں جن کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ اسلامی کے معرکۃ الآراء مباحث وموضوعات کے سیاق و سباق، پس منظر، اسباب وعلل اور ان کے نتائج واثرات پر آپ کی گہری نظر تھی۔ (ان موضوعات پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی نگارشات کی تفصیل کے لیے علامہ ومولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری رضوی مدظلہ العالی کی ''المصنفات الرضویہ یعنی تصانیف امام احمد رضا'' مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور کو دیکھیں۔)۔ان موضوعات پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی تحریروں میں جا بجا اسلامی تاریخ نگاری کی امتیازی خصوصیات کو ملحوظ نظر رکھا ہے۔اس سلسلے میں روایت، درایت، نقد ونظر، دفع تعارض، اسناد اور اسماء الرجال کی اصول کی رعایت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔اس سلسلے میں تفسیر وحدیث میں آپ کی غیر معمولی مہارت، فقہ اسلامی میں عبقریت، علم توقیت وزیجات پر دسترس اور بدلتے سیاسی، معاشی، سماجی اور مذہبی منظر نامے سے مدبرانہ واقفیت کو کلیدی حیثیت حاصل

ہے۔اسی کے ساتھ آپ نے اپنی خداداد ناقدانہ و مجتہدانہ بصیرت کا استعمال کیا۔کئی ایسے مسائل ہیں جن میں آپ نے جمہور علمائے کرام کے موقف کو دلائل وشواہد فراہم کیے ہیں یا پھران میں اپنی نئی تحقیق کے تابندہ نقوش چھوڑے ہیں۔اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تاریخ نگاری کے ''جدید رجحانات'' سے متأثر یا ان سے مرعوب ''مؤرخین'' کی شدید گرفت بھی کی ہے، جو اپنے مخصوص ذہنی وفکری میلان، اعتقادی ومسلکی نقطہ ہائے نظر یا پھر سماجی وسیاسی موقف کی روشنی میں تاریخ اسلامی کی من مانی تعبیر وتشریح کررہے تھے۔تاریخ کے مطالعہ میں جن جدید رجحانات سے وہ متأثر تھے ان میں دنیا اور کائنات کے مطالعہ میں عقلیت پسندی اور انسان دوستی کے تصورات کو مرکزیت حاصل ہے۔ان کی وجہ سے اب حالات اور واقعات کی تعلیل، توجیہ اور تشریح میں مادیت پر مبنی اصولوں اور منہاجیات کو اہمیت دی گئی۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسانی معاشرہ کی تشکیل، سیاسی نظام کا ارتقاء اور اس میں تبدیلی، معیشت، صنعت وحرفت، ادب وفنون لطیفہ، مادی کلچر، عقائد اور مذہبی اعمال ورسوم کا ارتقاء اور ان میں تبدیلی کے پس پشت فطری اور مادی اسباب وعوامل کو کارفرما سمجھا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسانی معاشرہ میں رونما ہونے والے حالات پر کسی مافوق الفطرت ہستی کے اثر انداز ہونے کے نظریہ کا انکار کیا گیا۔دنیا اور نسل انسانی کے ارتقائی نظریہ کی بنیاد پر انسانی معاشرہ کے ارتقائی پہلو کو اہمیت دی گئی۔اس لیے اس فکر کے مطابق انسانی معاشرہ اور خود انسان پستی اور ابتر حالت سے بلندی اور اور بہتر حالت کی طرف ایک مسلسل سفر میں ہیں۔ جب کہ مذہبی تعلیمات کی روشنی میں انسانی معاشرہ کمال سے زوال کی طرف گامزن ہے۔ جدید افکار ونظریات کے بالمقابل مذہب کی تعلیمات کا دعوی ہے کہ تاریخ کا عمل مائل بہ ارتقاء نہیں ہے بلکہ مائل بہ انحطاط ہے۔

تاریخ اسلامی پر اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحقیقی نگارشات کے سرسری جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تاریخ کے تینوں معنوں (توقیت وتقویم، تاریخ نگاری اور

تاریخ گوئی) میں آپ نے تابندہ علمی و تحقیق نقوش چھوڑے ہیں۔ جہاں تک تاریخ نگاری میں منہاجیاتی اسلوب کی بات ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تاریخی واقعات وروایات کے تجزیہ میں قرآنی آیات اور احادیث طیبہ، اقوالِ صحابہ کرام اور ارشاداتِ ائمہ عظام کو اولیت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مذہب بیزار مادیت پسند رجحانات کے مطابق تاریخ اسلامی کی تشریح کی بجائے مستند روایات کی روشنی میں حالات و واقعات کا تجزیہ کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اسلامی تاریخ نگاری میں ''نیچریانہ'' افکار کے انطباق کے خلاف ہیں اور روایت پسندی کی حمایت کرتے ہیں اور انفرادی فکر کی بجائے جمہور کے موقف کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس مختصر سے مضمون میں تاریخ اسلامی کی توضیح و تشریح میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی نمایاں خدمات کا احاطہ بہت ہی مشکل ہے۔ سردست ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر تاریخ اسلامی کے دو اہم موضوعات پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی تاریخ دانی اور تحقیقی کاوشوں کے اہم پہلوؤں کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تاریخ: تقویم و توقیت کے معنی میں: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کو جن علوم وفنون میں کمال حاصل تھا ان میں علم توقیت، علم زیجات اور علم ہیئت وتشریح کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔ ان علوم وفنون میں آپ کے مستقل رسالے بھی ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں علامہ ومولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری رضوی مدظلہ العالی کی ''المصنفات الرضویہ یعنی تصانیف امام احمد رضا'' مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور، مولانا محمد شہزاد قادری ترابی کی کتاب بعنوان امام احمد رضا اور سائنسی تحقیق، زاویہ پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۲ اور جناب عمر شہزاد کے ایم فِل کا مقالہ بعنوان ''مولانا احمد رضا خان کی علم الطبیعیات میں خدمات کا جائزہ اور جدید سائنسی نظریات سے تقابل''، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، ۲۰۱۰۔۲۰۱۲)۔ ان علوم وفنون میں مہارت کی بدولت اور احادیث طیبہ، کتب سیر اور تاریخی مصادر ومراجع پر گہری نظر کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت

علیہ الرحمۃ والرضوان نے ''ولادت نبوی کی تاریخ'' کے مسئلے پر عمدہ تحقیق فرمائی ہے۔ جس میں آپ نے کچھ نام نہاد اصلاحی تحریکوں کے علم برداروں اور مستشرقین کے ذریعے پھیلائے گئے شکوک وشبہات کا معقول جواب دیا ہے اور عمل جمہور کی مکمل تائید کی۔ اسی کے ساتھ مختلف روایتوں میں تطبق کا کام بھی کیا ہے۔ اس موضوع پر اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک مستقل رسالہ ہے۔ اس کا نام '' **نطق الهلال بارخ ولاد الحبیب و الوصال**'' ہے۔ یہ رسالہ فتاوی رضویہ مترجم، مطبوعہ، رضا فاؤنڈیشن کی ۲۶ ویں جلد (ص: ۴۰۵۔ ۴۲۷) میں شامل ہے۔ اس موضوع پر سیرت، تاریخ اور احادیث کی کتابوں میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے۔ مستشرقین نے اس تضاد کو بنیاد بنا کر نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر لکھی گئی کتابوں کی استناد پر اعتراضات کیے ہیں اور ان میں مذکور روایتوں کو مشکوک قرار دیا ہے۔ ان ہی کی اتباع میں کچھ نام نہاد ''مسلم محققین'' نے بارہ ربیع الاول شریف کے دن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منانے سے انکار کیا ہے۔

ولادت شریفہ کی تاریخ کی تحقیق: اس مسئلے میں استقرار نطفۂ زکیہ سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مہینہ اور تاریخ، مدت حمل شریف، ولادت شریف اور وصال شریف کے دن، مہینہ اور تاریخ پر اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تفصیلی کلام کیا ہے۔ استقرار نطفۂ زکیہ کے مہینے اور تاریخ کے سلسلے میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے کہا ہے کہ بعض غرۂ رجب کہتے ہیں۔ اور بعض دہم محرم۔ اور صحیح یہ ہے کہ ماہِ حج کی بارہویں تاریخ۔ اس کو مدارج میں صحیح کہا گیا ہے۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کی تائید میں ابن سعد اور ابن عساکر کی روایت کردہ حدیث کو بیان کیا ہے کہ زن خثعمیہ نے حضرت عبداللہ کو اپنی طرف بلایا تو آپ نے رمی جمار کا عذر فرمایا۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا استدلال ہے کہ رمی جمار حج میں ہی ہوتی ہے۔ جہاں تک اس مسئلہ میں دن کے تعین کے بات ہے تو اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے لکھا ہے کہ روز دوشنبہ کہا گیا ہے۔ اور

اصح یہ ہے کہ شب جمعہ تھی۔ اسی لیے امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شب جمعہ کو شب قدر سے افضل کہتے ہیں کہ یہ خیر و برکت و کرامت و سعادت جو اس میں اتری اس کے ہمسر نہ کبھی اتری، نہ قیامت تک اترے۔ وہاں ' تنزل الملئکۃ و الروح فیھا' ہے، یہاں مولائے ملائکہ و آقائے روح کا نزول اجلال عظیم الفتوح ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مدت حمل شریف کے سلسلے، دس مہینے، نو مہینے، سات مہینے، چھ مہینے سب کچھ کہا گیا ہے اور صحیح نو مہینے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان فرماتے ہیں کہ ولادت شریف کا دن بالاتفاق دوشنبہ (پیر کا دن) ہے۔ ولادت شریف کے مہینے کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ رجب، صفر، ربیع الاول، محرم، رمضان سب کچھ کہا گیا اور صحیح و مشہور و قول جمہور ربیع الاول ہے۔ پس انکار اگر ترجیحات علماء و اختیار جمہور کی ناواقفی سے ہو تو جہل، ورنہ مرکب کہ اس سے بدتر۔ (ص:۴۰۵۔۴۰۹)

اس موضوع پر جن روایتوں کو علمائے کرام نے صحیح قرار دیا ہے ان کو ماننے سے جو اشکال پیدا ہوتا ہے اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''فقیر کہتا ہے مگر اس تقدیر پر استقرار حمل بماہ ذی الحجہ میں صریح اشکال کہ دربارہ حمل چھ مہینے سے کمی عادۃً محال، اور خود او پر گزرا کہ مدت حمل شریف نہ ماہ (نو مہینے) ہونا اصح الاقوال، تو یہ تینوں تصحیحیں کیونکر مطابق ہوں۔'' اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان نے علم توقیت، علم زیجات اور علم ہیئت میں خداداد مہارت کی بدولت اس مسئلہ کی نفیس تحقیق فرمائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''لکنی اقول و باللہ التوفیق! مہینے زمانۂ جاہلیت میں معین نہ تھے۔ اہل عرب ہمیشہ شہر حرم کی تقدیم، تاخیر کر لیتے۔ (القرآن الکریم) جس کے سبب ذی الحجہ ہر ماہ میں دورہ کر جاتا۔ [۔۔۔۔۔] یہاں تک کہ صدیق اکبر و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہما نے جو ہجرت سے نویں سال حج کیا وہ مہینہ واقع میں ذیقعدہ تھا۔ سال دہم میں ذی الحجہ اپنے ٹھکانے آیا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج فرمایا اور ارشاد کیا: ان الزمان قد

استدار کھیأتہ یوم خلق اللہ السموات و الارض .الحدیث . رواہ الشیخان ۔صحیح البخاری، صحیح مسلم]اسی دن سے نسئ نسیا منسیا ہوا اور یہی دورۂ دوازدہ ماہ قیامت تک رہا۔تو کچھ بعید نہیں کہ اس ذی الحجہ سے ربیع الاول تک نو مہینے ہوں۔شاید شیخ محقق اسی نکتہ کی طرف مشیر ہیں۔کہ زمانہ استقرار مبارک کو ایام حج سے تعبیر کیا نہ کہ ذی الحجہ سے، اگر چہ اس وقت کے عرف میں اسے ذی الحجہ بھی کہنا ممکن تھا۔اقول اب مسئلہ ثالثہ و خامسہ کی تصحیحوں پر مسئلہ اولی کا جواب ۱۲ جمادی الاخرہ ہوگا۔مگر جاہلیت کا دور نسئ اگر منتظم مانا جائے یعنی علی التوالی ایک ایک مہینہ ہٹاتے ہوں تو سال استقرار حمل اقدس ذی الحجہ شعبان میں پڑتا ہے، نہ کہ جمادی الآخرہ میں کہ ذی الحجہ حجۃ الوداع شریف، جب عمر اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے تریسٹھواں سال تھا، ذی الحجہ میں آیا۔تو ۱۲،۱۲ کے اسقاط سے جب عمر اقدس سے تیسرا سال تھا ذی الحجہ میں ہوا۔اور دوسرا ذی القعدۃ اور پہلا سال شوال، ولادت شریفہ رمضان اور سال استقرار حمل مبارک شعبان میں ۔لیکن ان نامنتظموں کی کوئی بات منظّم نہ تھی۔ جب جیسی چاہتے کر لیتے ،لٹیرے لوگ جب لوٹ مار چاہتے اور مہینہ ان کے حسابوں اشہر حرام سے ہوتا، اپنے سردار کے پاس آتے اور کہتے اس سال یہ مہینہ حلال کر دے، وہ حلال کر دیتا ، اور دسرے سال گنتی پوری کرنے کو حرام ٹھہرا دیتا۔ کما رواہ ابناء جریر والمنذر و مردویہ و ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھا. تو اس سال جمادی الآخرہ میں ذی الحجہ ہونا کچھ بعید نہیں۔ واللہ تعالی اعلم.'' (ص:۴۰۹۔۴۱۱)

اس کے بعد اعلی حضرت نے تاریخ کے سلسلے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ ، بائیس، سات قول ہیں۔مگر اشہر و اکثر و ماخوذ و معتبر بارہویں ہے۔مکہ معظّمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ کو مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔اور خاص اس مکان جنت نشان میں اسی تاریخ مجلس میلاد مقدس ہوتی ہے۔پھر شرح مواہب کے

حوالے سے اس کو جمہور کے نزدیک مشہور کہا ہے۔ اس سلسلے میں پہلے اعلی حضرت مدارج کی مندرجہ ذیل عبارت نقل کرتے ہیں: (صرف ترجمہ پیش ہے) ''اگر چہ اکثر محدثین و مورخین کا نظریہ ہے کہ ولادت باسعادت آٹھ تاریخ کو ہوئی۔ اہل زیجات کا اسی پر اجماع ہے۔ ابن حزم وحمیدی کا یہی مختار ہے اور ابن عباس و جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہم سے بھی مروی ہے۔ مغلطائی نے قول اول سے آغاز فرمایا اور امام ذہبی نے مزی کی پیروی کرتے ہوئے تہذیب التہذیب میں اسی پر اعتماد کیا۔ اور دمیاطی نے دس تاریخ کو صحیح قرار دیا۔'' پھر اس کے بعد اعلی حضرت نے اپنی تحقیق پیش فرمائی ہے۔ ''میں کہتا ہوں۔ ہم نے حساب لگایا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ولادت اقدس والے سال محرم کا غرۂ وسطیہ (آغاز) جمعرات کے روز پایا۔ تو اس طرح ماہِ ولادت کریمہ غرۂ وسطیہ بروز اتوار اور غرۂ ہلالیہ بروز پیر ہوا۔ تو اس طرح پیر کے روز ماہ ولادت مبارکہ کی آٹھ تاریخ بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل زیجات کا اس پر اجماع ہے۔ محض غرۂ وسطیہ کو دیکھنے سے طرفین کے علاوہ تمام اقوال کا محال ہونا ظاہر ہو جاتا ہے اور حق کا علم شب و روز کو بدلنے والے کے پاس ہے۔'' (ص: ۴۱۱۔۴۱۳) تاہم اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان امت مسلمہ کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ''اور شک نہیں کہ تلقی امت بالقبول کے لیے شان عظیم ہے۔'' اس کے لیے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جامع الترمذی، سنن ابی داؤد، اور السنن الکبری کے حوالے سے کئی احادیث نقل فرمائی ہیں۔ خلاصۂ کلام کے طور پر فرماتے ہیں: ''یعنی مسلمانوں کا روز عید الفطر، و عید الاضحیٰ، روز عرفہ، سب اس دن ہے جس دن جمہور مسلمین خیال کریں۔ **وان لم یصادف الواقع و نظیرہ قبلۃ التحری.** (اگر چہ وہ واقع کے مطابق نہ ہو۔ اس کی نظیر قبلۂ تحری ہے۔)۔ لا جرم عید میلاد والا بھی کہ عید اکبر ہے قول و عمل جمہور مسلمین ہی کے مطابق بہتر ہے۔ **فلاوفق العمل ما علیہ العمل.** ''(ص: ۴۱۳۔۴۱۴)

علم توقیت کے اصول کی روشنی میں ولادت کی شمسی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ’’ولادت اقدس ہجرت مقدسہ سے ترپن برس پہلے ہے۔ مرفوع ۶۰ سال ۵ نداک، مرفوع ۷ سال مرکا۔ ۵ لح اکہ ۱۸۷۸۱ یوم ہوئے۔ یعنی اس سال محرم کا وسطے سال ہجرت کے محرم وسطے سے اتنے دن پہلے تھا۔ سات پر تقسیم کئے سے کچھ نہ بچا۔ اور ابتدائے سال ہجری بحساب اوسط پنجشنبہ ہے۔ تو ان ایام مذکورہ کا پچھلا دن چارشنبہ تھا۔ اور جبکہ یہ پورے ہفتے ہیں تو ان کا پہلا دن پنجشنبہ تھا۔ اور جب اس سال کا مدخل پنجشنبہ ہوا تو اس ربیع الاول کا مدخل یکشنبہ، تو دوشنبہ کو نویں تھی۔ یعنی یکم وسطے وہ ہلالی سے ایک دن پہلے ہوئی۔ اب ما بین التار یخین ہماری تحقیق میں اح ح لط ہے ۵ لح ا۔ نرھہ لح۔ محرم وصفر۔ نط۔ ط ربیع الاول۔ نرنامو۔ ۵۰۰۵ سال ھہ ح مط ررضر۰۷ سال روراھہ مارچ ال ک تاریخ مطلوب بستم اپریل ۵۷۱ء۔ معرفت یوم ہماری جداول سے ۵۷۱۔ ۳۳۶۔ ۲۳۵۔ ۲۸ باقی ۱۱۔ پس جدول رمیں مقابل ۱۱ دیکھا مدخل ۵۷۱ پنجشنبہ ہوا۔ اور مدخل اپریل چارشنبہ، پس بستم اپریل دوشنبہ، **وھو المطلوب . واللہ تعالی اعلم**۔‘‘ (ص:۴۱۴) اس طرح سے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے احادیث، کتب سیر اور کتب تاریخ اور علم توقیت وزیجات کی روشنی میں ولادت شریفہ کے بارے میں جمہور کے قول کی تائید کی ہے اور اس سلسلے میں اختلاف روایات کی وجہ سے جو اشکالات تھے ان کا جواب بھی دیا ہے۔

وفات شریفہ کی تاریخ کی تعیین: وفات شریف کی تاریخ کے سلسلے میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ’’قول مشہور ومعتمد جمہور دوازدہم ربیع الاول شریف ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسب رؤیت مکہ معظّمہ ربیع الاول شریف کی تیرھویں تھی۔ مدینہ طیبہ میں رؤیت نہ ہوئی۔ لہذا ان کے حساب سے بارہویں ٹھہری۔ وہی رواۃ نے اپنے حساب کی بنا پر روایت کی۔ اور مشہور ومقبول جمہور ہوئی۔ یہ حاصل تحقیق امام بارزی وامام عمادالدین بن کثیر وامام بدرالدین بن جماعہ وغیرہم اکابر محدثین ومحققین ہے۔ اس کے سوا

دوقول ہیں۔ایک یکم ربیع الاول شریف ذکرہ موسی بن عقبہ واللیث و الخوارزمی وابن زبیر ،دوسرا دوم ربیع الاول شریف کہ دورافضیان کذاب ابومخنف و کلبی کا قول ہے۔[-------] اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی رائے میں یہ دونوں اقوال محض باطل ونامعتبر بلکہ سراسر محال ونامتصور ہیں۔''ان دونوں میں سے ہر ایک کا میلان نظر حساب کی طرف ہے۔اس حیثیت سے نہیں کہ ان کی روایت اس باب میں اثبت ہے۔جبکہ حساب تو ان کے بطلان کا تقاضا کرتا ہے۔جیسا کہ عنقریب تو اس کی مدد سے جان لے گا جو بہت عطا فرمانے والا بادشاہ ہے۔کامل میں ایک تیسری حکایت واقع ہوئی ہے۔جہاں صاحبِ کامل نے جمہور کا معتمد قول،جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے،نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ایک قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اٹھائیس ربیع الاول بروز پیر وصال فرمایا۔میں کہتا ہوں۔یہ وہم ہے گویا کہ قائل کو خلتا کے بجائے بقیتا کا اشتباہ ہوا۔کیونکہ حفاظ نے یہاں پر قول مشہور کے علاوہ فقط دو ہی قول ذکر کئے ہیں۔''اس پر اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ ''تفصیل مقام وتوضیح مرام یہ ہے کہ وفات اقدس ماہِ ربیع الاول شریف روز دوشنبہ میں واقع ہوئی۔اس قدر ثابت ومستحکم ویقینی ہے۔جس میں اصلاً جائے نزاع نہیں۔ [-------] ادھر بلاشبہ ثابت کہ اس ربیع الاول سے پہلے جو ذی الحجہ تھا اس کی پہلی روز پنجشنبہ تھی کہ حجۃ الوداع بالاجماع روز جمعہ ہے۔[---]اور جب ذی الحجہ ۱۰ھ کی ۲۹ روز پنجشنبہ تھی تو ربیع الاول ۱۱ھ کی ۱۲ کسی طرح روز دوشنبہ نہیں آتی۔ کہ اگر ذی الحجہ،محرم،صفر تینوں مہینے ۳۰ کے لیے جائیں تو غرۂ ربیع الاول روز چارشنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرھویں،اور اگر تینوں ۲۹ کے لیں تو غرۂ روز یکشنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں۔اور اگر ان میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجئے تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے۔اور پیر کی ساتویں،چودھویں۔اور ایک کامل،دو ناقص مانئے تو پہلی پیر کو ہوتی ہے۔پھر پیر کی آٹھویں،پندرہویں۔غرض بارھویں کسی حساب سے نہیں آتی۔اور ان چار

کے سوا پانچویں کوئی صورت نہیں۔قول جمہور پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انہوں نے قول یکم کیا اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول کیا۔'' (ص:۴۱۵۔۴۱۹)

اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اس سلسلے میں اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں: ''میں کہتا ہوں: اس کلام میں تاویل کرنے والے پر دونوں اماموں کے دوقولوں کی طرف میلان کے بارے میں نقطۂ نظر کے اختلاف کا منشاء ظاہر ہوجاتا ہے۔ سہیلی نے دیکھا کہ ابومخنف کا قول تب ہی متحقق ہوسکتا ہے جب تینوں مہینے یعنی ذوالحجہ، محرم اور صفر پے در پے ناقص ہوں ۔اور یہ انتہائی نادر ہے۔ بخلاف قول اول کے کہ اس پر ایک مہینہ کامل اور دو ناقص ہوتے ہیں ۔اور یہ کثیر الوقوع ہے۔ چنانچہ سہیلی کی نظر میں یہ راجح ہے باوجودیکہ یہ ثبوت میں اس کی بہ نسبت اقوی ہے۔ جب کہ حافظ نے اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ قول اول پر جمہور کے لیے اس باب میں کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اس قول کی طرف میلان کرنا جس میں ان کے لیے عذر کا اظہار ہو زیادہ بہتر اور زیادہ قوی ہے۔جیسا کہ لفظ **شهر** کے لفظ **عشر** کے ساتھ تبدیل ہوجانے کا ذکر گزر چکا ہے۔مگر امام بدر بن جماعہ نے قول جمہور کی یہ تاویل کی کہ **اثنی عشر خلت** سے بارہ دن گزرنا مراد ہے نہ صرف بارہ راتیں۔اور بر ظاہر کہ بارہ دن گزرنا تیرھویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا۔اور دوشنبہ کی تیرھویں بے تکلف صحیح ہے ۔جب کہ پہلے تینوں مہینے کامل ہوں۔ **كما علمت** ۔اور امام بارزی اور امام ابن کثیر نے یوں توجیہ فرمائی کہ مکہ معظّمہ میں ہلال ذی الحجہ کی رؤیت شام چارشنبہ کو ہوئی۔ پنجشنبہ کا غرہ اور جمعہ کا عرفہ ۔مگر مدینہ طیبہ میں رؤیت دوسرے دن ہوئی۔تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ ٹھہری ۔اور تینوں مہینے ذی الحجہ، محرم، صفر تیس تیس کے ہوئے تو غرۂ ربیع الاول پنجشنبہ اور بارھویں دوشنبہ آئی۔ **ذكرها الحافظ في الفتح**۔'' (ص:۴۳۰۔۴۳۱)

اس مسئلہ کے حل میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے علم ہیئت اور کتب زیجات

کی روشنی میں یہ تحقیق فرمائی ہے۔" **ثم اقول و باللہ التوفیق** ۔قول جمہور سے قول مہجور کی طرف عدول نامقبول ہونے کے لیے اسی قدر بس تھا کہ اس کے لیے توجیہ وجیہ موجود ہے ۔نہ کہ جب وہ اقوال مہجور و دلائل قاطعہ سے باطل ہوں کہ اب تو ان کی طرف کوئی راہ نہیں۔ اوپر واضح ہوا کہ ان دونوں حضرات کا منشائے عدول تمسک بالحساب ہے کہ پیر کا دن یقینی تھا اور وہ بارھویں پر منطبق نہیں آتا۔ پہلی دوسری پر آ سکتا ہے مگر حساب ہی شاہد عدل ہے کہ اس سال ربیع الاول شریف کی پہلی یا دوسری پیر کو ہونا باطل و محال ہے۔ فقیر اس پر دو حجت قاطعہ رکھتا ہے۔

دلیل اول: غرۂ وسطیہ کہ علمائے زیج بحساب اوسط لیتے ہیں نیرین کے اجتماع وسطی سے اخذ کرتے ہیں اور بداہۃً واضح کہ رؤیت ہلال اجتماع قمرین سے ایک مدت معتد بہا کے بعد واقع ہوتی ہے۔ تو غرۂ ہلالیہ کبھی غرۂ وسطیہ سے مقدم نہ آئے گا۔ **وانما غایتہ التساوی.** اور اجتماع و رؤیت میں کبھی اتنا فصل بھی نہیں ہوتا کہ قمر ڈیڑھ دو برج طے کر جائے۔ لہذا تقدم وسطیہ کی نہایت ایک دو دن ہے و بس۔ **کل ذٰلک ظاھر لمن لہ اشتغال بالفن.** اور آشنائے فن جانتا ہے کہ ۱۱ ہجری میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کا غرۂ وسطیہ روز سہ شنبہ تھا تو غرۂ ہلالیہ یک شنبہ یا دوشنبہ کیونکر متصور کہ اگر یہ سہ شنبہ متاخر ہے تو ہلالیہ کا وسطیہ پر تقدم لازم آتا ہے اور اگر مقدم ہے تو اجتماع سے چار پانچ روز تک رؤیت نہ ہونے کا لزوم ہوتا ہے۔ اور دونوں باطل ہیں۔ [-------]

دلیل دوم: فقیر نے شام دوشنبہ ۲۹ صفر وسطے ۱۱ھ کے لیے افق کریم مدینہ طیبہ میں نیرین کی تقویمات استخراج کیں۔ اور حساب صحیح معتمد نے شہادت دی کہ اس وقت تک فصل قمرین حد رؤیت معتادہ پر نہ تھا۔ آفتاب جوزا کے، سترہ دقیقے، باون ثانیے پر تھا۔ اور چاند کی تقویم مرئی جوزا کے پندرہ درجے، ستائیس دقیقے، اکتیس ثانیے، فاصلہ صرف ۹ درجے ۹ دقیقے ۳۹ ثانیے تھا۔ اور حسب قول متعارف اہل عمل رؤیت کے لیے کم سے کم دس

درجے سے زیادہ فاصلہ چاہئے۔[۔۔۔۔] جب شب سہ شنبہ تک نیرین کا یہ حال تھا کہ وقوع رؤیت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال تھا۔ تو اس سے دوایک رات پہلے کا وقوع بداہۃً محال تھا۔ جب اس رات قمر صرف نو درجے آفتاب سے شرقی ہوا تھا۔ تو شام یک شنبہ کو قطعاً کئی درجے اس سے غربی تھا۔ اور غروب شمس سے کوئی پاؤ گھنٹے پہلے ڈوبا۔ اور شام شنبہ کو تو عصر کا اعلی مستحب وقت تھا۔ جب چاند حجلہ نشینِ مغرب ہو چکا۔ پھر رات کو رؤیت ہلال کیا زمین چیر کر ہوئی۔ غرض دلائل ساطعہ سے ثابت کہ اس ماہ مبارک کی پہلی یا دوسری دوشنبہ کی ہرگز نہ تھی۔ اور روز وفاتِ اقدس یقیناً دوشنبہ ہے۔ تو وہ دونوں قول قطعاً باطل ہیں۔ اور حق و صواب وہی قول جمہور بمعنی مذکور ہے۔ یعنی واقع میں تیرھویں اور بوجہ مسطور تعبیر میں بارھویں کہ بحساب شمسی نہم جزیراں ۹۴۳ رومی نوسو تینتالیس رومی اسکندرانی، ہشتم جون ۶۳۲ چھ سو بتیس عیسوی تھی۔ **و اللہ سبحنہ و تعالی اعلم**. (ص: ۴۲۳۔۴۲۷)۔

اس طرح سے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ولادت شریفہ اور وصال شریف کے دن، مہینے اور سال اور تاریخ کی تعیین کے سلسلے میں اپنی تحقیق کے ذریعے جمہور کے قول کو ترجیح دی ہے۔ اور پھر علم توقیت اور علم زیجات اور علم ہئیت کے اصول کے مطابق دلائل و شواہد کی بنیاد پر اس قول کی تصحیح و تصدیق کی ہے۔ اور ان اشکالات کا ازالہ کیا ہے جن کی بنیاد پر سیرت طیبہ اور اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کئے جارہے تھے۔

تصور خلافت اور شرط قرشیت: تحریک خلافت کے زمانے میں اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے خلافت کے لیے قرشیت کی شرط اور سلطنت عثمانیہ کی اعانت کے مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا تھا۔ اس رسالہ کا نام ”**دوام العیش من الائمۃ من قریش**“ ہے۔ یہ رسالہ فتاوی رضویہ مترجم، مطبوعہ، رضا فاؤنڈیشن کی ۱۴ اویں جلد؛ (ص: ۱۷۳۔۲۴۷) میں شامل ہے۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس

رسالہ میں تاریخ اسلامی کے ایک اہم موضوع ''تصور خلافت'' پر اہل سنت و جماعت کے نقطۂ نظر سے بھر پور بحث کی ہے اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے افکار و نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔اور اسی ضمن میں ابن خلدون کے فکر و فلسفہ کے بنیادی تصورات پر کلام کیا ہے۔اور تاریخ اسلامی کے ابتدائی دور کو سمجھنے کے لیے ان کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقصود کے خلاف بتایا ہے۔اس تحقیقی تجزیہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے شعور تاریخ، مصادر و مراجع پر نظر اور اس مسئلے پر مورخین کے فکری و نظریاتی پس منظر سے آگہی کا ثبوت ملتا ہے۔ساتھ ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس مسئلے کو متنازع فیہ بنانے میں جن لوگوں کا رول تھا ان کے اہداف و مقاصد پر بھی روشنی ڈالی ہے۔اس سلسلے میں ابن خلدون کی تحریر کا جو تجزیاتی مطالعہ آپ نے پیش کیا ہے اس سے تاریخ اسلامی میں آپ کے تنقیدی شعور کا بھی سراغ ملتا ہے۔اس مسئلہ پر اہل سنت و جماعت کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ''سلطنت عثمانیہ ایدہا اللہ تعالیٰ ، نہ صرف عثمانیہ ، ہر سلطنت اسلام، نہ صرف ہر سلطنت، ہر جماعت اسلام، نہ صرف ہر جماعت ، ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے۔اس میں قرشیت کی شرط ہونا کیا معنی۔دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے۔اور وقت حاجت دعا سے امداد و اعانت بھی ہر مسلمان کو چاہئے کی اس سے کوئی عاجز نہیں۔اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ، ہر حکم بشرط استطاعت۔ **قال اللہ تعالیٰ: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا .وقال تعالیٰ: فاتقوا اللہ مااستطعتم.** (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کسی نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا)۔ **وقال تعالیٰ فاتقوا اللہ مااستطعتم.** (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے)۔مفلس پر اعانتِ مال نہیں۔بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں۔ولہذا مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔بادشاہ اسلام اگر چہ غیر قرشی ہو، اگر چہ

کوئی غلام حبشی ہو، امور جائزہ میں اس کی اطاعت تمام رعیت اور وقت حاجت اس کی اعانت بقدر استطاعت سب اہل کفایت پر لازم ہے۔ البتہ اہل سنت کے مذہب میں خلافت شرعیہ کے لیے ضرور قرشیت شرط ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و سلم سے متواتر حدیثیں ہیں۔ اسی پر صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اہل سنت کا اجماع ہے۔ اس میں مخالف نہیں مگر خارجی یا کچھ معتزلی۔ کتب عقائد و کتب حدیث و کتب فقہ اس سے مالا مال ہیں۔ بادشاہ غیر قرشی کو سلطان، امام، امیر، والی، ملک کہیں گے۔ مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المومنین، کہ یہ بھی عرفاً اسی کا مترادف ہے، ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے۔ سوا اس کے جو ساتوں شروط خلافت، اسلام، عقل، بلوغ، حریت، ذکورت، قدرت، قرشیت کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کا فرمانروائے اعظم ہو۔'' (ص:۱۷۴۔۱۷۵)۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان مزید فرماتے ہیں کہ ''اسم خلافت میں یہ شرعی اصطلاح ہے۔ جملہ صدیوں میں اسی پر اتفاق مسلمین رہا۔ زمانہ صحابہ سے برابر علمائے کرام خلفاء و ملوک کو علیحدہ کرتے آئے۔ حتی کہ خود سلاطین اسی کے پابند رہے اور آج تک ہیں۔ بڑے بڑے جبار بادشاہ گرزرے۔ کبھی غیر قریش نے ترک ہوں یا مغل یا پٹھان یا کوئی اور اپنے آپ کو خلیفہ نہ کہلوایا، نہ خلافت مصطفویہ شرعیہ کا دعوی کیا۔ جب تک خلافت عباسیہ قائم رہی۔ خلیفہ ہی کی سرکار سے سلاطین کی تاجپوشی ہوئی۔ سلطان دست خلیفہ پر بیعت کرتا اور اس منصب شرعی کا مستحق اسی کو جانتا۔ اگر چہ زور و طاقت وسطوت میں اس سے کہیں زائد ہوتا۔'' (ص: ۱۷۵)

خلافت بنی عباسیہ کے دور انتشار میں سلطنتوں کا ظہور ہوا۔ ان حکومتوں کی معتبریت اور جواز کے لیے سلطانوں نے خلیفۂ وقت سے پروانہ اور خلعت حاصل کیا۔ ان سلطانوں کے رویے کے بارے میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو عمومی تجزیہ پیش کیا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اسلامی تاریخ کے مد و جزر کا مکمل علم تھا۔ اعلی حضرت علیہ

الرحمۃ والرضوان نے ہندوستان اور مصر میں سلطنت کے جواز اور اس کی معتبریت کے لیے سلطانوں کے روے کو بیان کرنے کے بعد خلافت تحریک کے حامی ابوالکلام آزاد کے قول میں تضاد کی نشاندہی بھی کی ہے جو ایک طرف تو خلافت کی اسمی نسبت کی اہمیت تسلیم کرتے تھے کہ ''فرمانروائے اقلیم مصر دربار خلافت سے اذن واجازت پر فخر کرتے تھے'' اور دوسری طرف وہ یہ کہتے تھے کہ ''انتخاب خلیفہ کا موقع نہ رہا ہو تو خلیفہ تسلیم کر لینے کے لیے بجز اسلام اور حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑ لینے کے اور کوئی شرط نہیں''۔ اس پر اسلامی تاریخ کے مصادر ومراجع کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں کہ ''سبحان اللہ! یہ سلاطین ہند وسلاطین مصر اور خود سلطان بیبرس جس نے اس خلافت کی بنیاد رکھی مسلمان ہی تھے اور ان کی حکومتیں جمی ہوئی تھیں تو آپ (ابوالکلام آزاد) کی کافی ساختہ دونوں شرط خلافت موجود تھیں۔ پھر انہوں نے خود اپنے آپ کو خلیفہ کیوں نہ جانا۔ اور ان کی حکومت شرعی طور پر ماننے کے قابل کیوں نہ ہوئی۔ حالانکہ آپ کے نزدیک شریعت کا حکم ہے کہ ''اسی کو خلیفہ ماننا چاہئے خواہ تمام شرطیں اس میں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں'' اور ''ہر مسلمان پر از روئے شرع واجب ہے کہ اسی کو خلیفہ اسلام تسلیم کرے۔'' خیر آپ کا تناقض آپ کو مبارک۔ سلاطین اسلام نے کیوں اپنی خلافت نہ مانی اور وہ کیا بات ان میں کم تھی جس کے لیے انہیں دوسرے کی خلافت جمانے اور اس کی اجازت کے صدقے اپنی حکومت کو شرعی منوانے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر ہے کہ وہ نہ تھی مگر شرط قرشیت۔ مسٹر کو چھوڑیے جنہوں نے دو ہی شرطیں رکھیں، ائمۂ دین تو سات بتاتے ہیں۔ دیکھئے شاید ان میں کی کوئی اور شرط مفقود ہونے کے سبب سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ سمجھا۔ اوپر گزرا کہ وہ اسلام، وحریت، وذکورت، وعقل، و بلوغ، وقدرت، وقرشیت ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں ان سلاطین میں چھ موجود تھیں۔ پہلی پانچ بداہۃً اور قدرت یوں کہ حکومت کا جماؤ بے اس کے نہیں۔ تو صرف ایک شرط قرشیت نہ تھی۔ لاجرم اسی کے نہ ہونے سے تمام سلاطین نے اپنے کو آپ کو خلیفہ نہ مانا اور قرشی خلافت کا

محتاج دست نگر جانا۔‘‘(۱۷۸)

تاہم خلفاء میں قدرت اورر عدم قدرت کے مسئلے پر فرماتے ہیں۔’’کیونکہ ان نام کے خلفاء میں اگر قرشیت موجود تھی قدرت مفقود تھی، کہ وہ سلاطین کے ہاتھوں میں شطرنج کے بادشاہ تھے۔ جبار خونخوار متکبر سلاطین کے سر میں یوں بھی سودائے مساوات و بے نیازی نہ سمایا۔ اور انہیں کو خلیفہ اور اپنے کو ان کا محتاج ٹھہرایا۔[۔۔۔۔]روشن ہوا کی وہ شرط قرشیت کس درجہ اہم وضروری تر جانتے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ قدرت مکتسبہ بھی ہوتی ہے۔ بلکہ اسے اکتساب سے مفر نہیں کہ ملکوں پر تنہا کا تسلط عادۃً نہیں ہوتا۔ مگر افواج و اطاعت جماعت سے۔ جب اقتدار والوں نے انہیں سر پر رکھ لیا تو مقصود اقتدار حاصل ہوگیا۔ جیسے خلیفہ میں خود عالم اصول وفروع ہونے کی شرط اتفاقی نہ رہی کہ دوسرے کے علم سے کام چل سکتا ہے۔ لیکن قرشیت ایسی چیز نہیں کہ دوسرے سے مکتسب ہو۔ لہذا اپنے اقتدار کا خیال نہ کیا۔ اور ان کی قرشیت کے آگے سر جھکا دیا۔(ص:۱۷۸۔۱۷۹)۔ پھر خلاصۂ کلام میں اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ ترکوں کی سلطنت کو خلافت راشدہ نہ کہنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کی اعانت نہیں کی جائے۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان فرماتے ہیں کہ اعانت ضرور کی جائے مگر اس کے لیے ایک شرعی اصطلاح کا غلط استعمال کسی طرح ضروری نہیں۔’’الحمد للہ کیسے روشن بیانوں سے ثابت ہوا کہ یہ سارے جلوے شرط قرشیت کے تھے۔ تمام سلاطین کا خود یہی عقیدہ تھا کہ ہم بوجہ عدم قرشیت لائق خلافت نہیں۔ قرشی کے سوا دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت وقرن کے علماء انہیں یہی بتاتے رہے۔ اور قطعاً یہی مذہب اہل سنت ہے۔ اور اسی پر احادیث مصطفٰے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی متواتر شہادت ہے۔ **فما ذا بعد الحق الا الضلٰل**. رہا مسئلۂ اعانت، کیا آپ لوگوں کی زعم میں سلطان اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں۔ صرف خلیفہ کی اعانت جائز ہے کہ مسلمانوں کو اعانت پر ابھارنے کے لیے ادعائے خلافت ضرور ہو یا سلطان مسلمین کی

اعانت صرف قادروں پر ہے اور خلیفہ کی اطاعت بلا قدرت بھی فرض ہے۔ یہ نصوص قطعیہ قرآن کے خلاف ہے۔ اور جب کوئی وجہ نہیں۔ پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی بات میں جھگڑا ڈالنے کے لیے جملہ علمائے کرام کی واضح تصریحات متظافرہ اور اجماع صحابہ و اجماع امت و احادیث متواترہ کے خلاف یہ تحریک لفظ خلافت سے شروع کر کے عقیدۂ اجماعیہ اہل سنت کا خلاف کیا جائے۔ خارجیوں، معتزلیوں کا ساتھ دیا جائے۔ دور از کار تاویلوں، تبدیلیوں تحریفوں، خیانتوں، عنادوں، مکابروں سے حق چھپانے اور باطل پھیلانے کا ٹھیکا لیا جائے۔ **والعیاذ باللہ تعالی**۔" (ص:۱۸۳)۔

اس طرح سے تاریخ اسلامی کی کتب کے حوالوں سے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے خلیفہ اور سلطان کے عمل سے ثبوت فراہم کئے ہیں کہ خلافت کے لیے قرشیت کی شرط ہے۔ اس تجزیہ سے اسلامی تاریخ پر آپ کی گہری نظر کا پتہ چلتا ہے۔ کتب تاریخ کی روشنی میں اس مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کے موقف کی وضاحت کے بعد اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس موضوع پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے خلیفہ و سلطان کے فرق اور اس سلسلے میں شرعی اصطلاح اور عرفی اصطلاح کی نوعیت اور اثر کو بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے سیاسی فلسفہ اور سیاسی نظام پر بحث کی ہے جو اسلامی تاریخ کا ایک نمایاں باب ہے۔ آپ لکھتے ہیں: "خلیفہ حکمرانی و جہانبانی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نائب مطلق، تمام امت پر ولایت عامہ والا ہے۔ خود سر کفار کا اسے نہ ماننا شرعاً اس کے استحقاقِ ولایت عامہ میں مخل نہیں۔ جس طرح ان کا خود نبی کو نہ ماننا۔ یونہی روئے زمین کے مسلمانوں میں جو اسے نہ مانے گا اس کی خلافت میں خلاف نہ آئے گا۔ یہ خود ہی باغی قرار پائے گا۔ اور اصطلاح میں سلطان وہ بادشاہ ہے جس کا تسلط قہری ملکوں پر ہو۔ چھوٹے چھوٹے والیانِ ملک اس کے زیر حکم ہوں۔ یہ دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) مُوَلّٰی جسے خلیفہ نے والی کیا ہو۔ اس کی ولایت حسب عطائے خلیفہ ہوگی جس قدر پر والی

کرے۔(۲) متغلب کہ بزورِ شمشیر ملک دبا بیٹھا۔ اس کی ولایت اپنی قلمرو پر ہوگی وبس۔خلیفہ کی اطاعت غیر معصیت الٰہی میں تمام امت پر فرض ہے جس کا منشا خود اس کا منصب ہے کہ نائب رسول رب ہے۔صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلمرو پر۔پھر اگر مُولّٰی ہے تو بواسطۂ عطائے خلیفہ اس منصب ہی کہ وجہ سے کہ اس کا امرِ امرِ خلیفہ ہے۔اور امرِ خلیفہ امرِ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔اور اگر متغلب ہے تو نہ اس کے منصب سے، کہ وہ شرعی نہیں، بلکہ دفع فتنہ اور اپنے تحفظ کے لیے۔خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا حقیقۃً فرض ہوگیا۔جس مباح سے منع کیا حقیقۃً حرام ہوگیا۔یہاں تک کہ تنہائی وخلوت میں بھی اس کا خلاف جائز نہیں۔کہ خلیفہ نہ دیکھے، اللہ دیکھتا ہے۔خلیفہ ایک وقت میں تمام جہاں میں ایک ہوسکتا ہے۔اور سلاطین دس ملکوں کے دس۔کوئی سلطان اپنے انعقادِ سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر ہر سلطان اذنِ خلیفہ کا محتاج ہے کہ بے اس کے اس کی حکومت شرعی و مرضی نہیں ہوسکتی۔خلیفہ بلاوجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کیے نہیں ہوسکتا۔سلطنت کے لیے قرشیت درکنار، حریت بھی شرط نہیں۔اور خلافت کے لیے حریت باجماع جملہ اہل قبلہ شرط ہے۔[-----] یہی وہ خلافت مصطلحہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے۔اسی کے لیے قرشیت وغیرہا سات شرطیں لازمی ہیں۔عرف حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کرجائیں وہ نہ حکم شرع کا نافی ہے، نہ اصطلاح شرع کا نافی۔"(۱۸۴۔۱۸۶ملخصاً)۔

خلیفہ اور سلطان میں فرق کے بیان میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی اس تشریح کو موجودہ دور میں تاریخ اسلامی ایک موضوع"تاریخِ افکار ونظریات" (جسے علمی و فکری تاریخ کا بھی نام دیا جاتا ہے) میں دیکھا جا سکتا ہے۔اس موضوع پر الماوردی کی **الاحکام السلطانیہ** اور امام غزالی کی **نصیحۃ الملوک** مشہور ومعروف کتابیں ہیں۔ان شرعی اصطلاحات کی تشریح کے بعد اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے شرعی

خلافت کے لیے شرطِ قرشیت کے ثبوت میں احادیث متواترہ، اجماع صحابہ وتابعین، اور مذہب اہل سنت کو پیش کیا ہے۔ اور کتب عقائد، کتب حدیث، کتب فقہ حنفی کے متعدد حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ ہر طبقہ اور قرن کے اجماع متظافر ہیں کہ خلیفہ قریش سے ہو۔ غیر قریشی کا خلیفہ ہونا جائز نہیں۔ اور اس سلسلے میں **شرح العقائد النسفیہ** کے حوالے سے لکھا ہے کہ قرشیت کی شرط میں خارجیوں اور بعض معتزلیوں نے خلاف کیا ہے۔ اس تمہیدی کلام کے بعد اعلی حضرت علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ اور ''مولوی فرنگی محلی'' کے خطبۂ صدارت اور ''مسٹر ابوالکلام آزاد'' کے رسالۂ خلافت کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریک خلافت میں اس مسئلہ کو متنازع فیہ بنانے میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے کردار اور فکری کاوش کے پس منظر کا جائزہ لیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان کے موقف کی وجہ سے اس مسئلہ پر ائمۂ کرام نے اجماع کے حوالے سے جو نقول پیش کیے ہیں ان کا انکار لازم آتا ہے۔ جو دراصل غیر مقلدوں کی روش ہے۔ اور پھر اس انکارِ اجماع میں ابن خلدون کے جس قول کو سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اس کا تجزیاتی مطالعہ پیش فرمایا ہے اور ابن خلدون کے فکری پس منظر کا جائزہ پیش کیا ہے۔

اس تفصیلی جائزہ میں سب سے پہلے جن روایتوں کی وجہ سے اوہام وشکوک پیدا کئے جاتے ہیں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کو ذکر کیا ہے۔ ان روایات میں حدیث بخاری (**اسمعوا و اطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشی**. (سنو اور مانو اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام عامل کیا جائے) کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی تشریح میں اعلی حضرت نے فرمایا ہے کہ ابن الجوزی، عینی، حافظ عسقلانی نے شرح بخاری کتاب الصلوٰۃ میں فرمایا ہے کہ ''یہ حدیث سرداروں اور عاملوں کے بارے میں ہے، نہ کہ خلفا میں کہ خلافت تو قریش میں ہے۔ دوسروں کو اس میں دخل نہیں۔'' (ص: ۱۹۸۔۱۹۹)۔ اس تشریح کی تائید وحمایت

میں اعلیٰ حضرت نے متعدد حوالہ جات پیش فرمائے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر خلافت حضور اقدس کے بعد تیس سال رہی تو خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد زمانہ امام سے خالی رہا۔ اور معاذ اللہ تمام امت گنہگار ٹھہری۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں کہ شرح عقائد میں اس کا ایک جواب یہ ہے کہ'' وہ جو تیس برس پر ختم ہوگئی خلافت راشدہ کاملہ تھی نہ کہ مطلق خلافت۔ اور اگر تسلیم بھی کرلیں تو شاید خلافت ختم ہوگئی۔ امامت بعد کو رہی۔ اور واجب نصب امام ہی تھا۔ تو امت گنہکار نہ ہوئی۔ یہ اس پر مبنی ہوگا کہ امامت خلافت سے عام ہے مگر ہم نے قوم سے یہ اصطلاح نہ پائی۔ بہر حال جب سے خلفائے عباسیہ نہ رہے امر مشکل ہے کہ اس وقت سے نہ کوئی امام ہے نہ کوئی خلیفہ۔'' اس پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جواب اول صحیح ہے۔ اس کے علاوہ امامت عام ہے۔ پھر شرح مقاصد کے حوالے سے اس کا جواب دیا ہے کہ'' اگر کہا جائے کہ نصب امام واجب ہوتا تو اکثر زمانوں میں ترک واجب پر امت کا اتفاق لازم آتا ہے کہ امام کے لیے جو صفات لازم ہیں ایسا مدت سے نہیں، خصوصاً جب سے دولت عباسیہ نہ رہی۔ خلافت کا نام نشان تک نہ رہا۔ اور ایسا ترکِ واجب گمراہی اور گمراہی پر امت کا اتفاق محال۔ تو ہم جواب دیں گے کہ گمراہی تو جب ہوتی کہ ان کے بعد امت نصب امام پر قادر ہوتی اور قصداً ترک کرتی۔ عجز و مجبوری کی حالت میں کیا الزام ہو۔ (ص:۲۰۳۔۲۰۴)

اس کے بعد مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے اپنے خطبۂ صدارت میں خلافت کے لیے قرشیت کی شرط پر اجماع قطعی یقینی ہونے کا انکار کیا تھا۔ اور اس اجماع کو صرف شافعیہ کی طرف منسوب کیا تھا اور کہا تھا کہ احناف کے بعض علماء کے کلام کے سے صرف مفہوم ہوتا ہے۔ مولانا فرنگی محلی نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ اس شرط قرشیت پر نقل اجماع قاضی عیاض سے معلوم ہوتی ہے۔ مگر ثبوت اجماع مشکل ہے۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا کہنا ہے کہ یہ'' خلاف دیانت اور اغوائے عوام ہے۔'' آپ فرماتے ہیں کہ

اجماع کے ثبوت کے لیے نقول ائمہ کافی ہیں مگر تازہ لیڈروں کو مقبول نہیں۔ مولانا فرنگی محلی کے اس انکار اجماع کے تجزیہ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا کہنا ہے کہ ”یہ وہابیہ وغیر مقلدین کی تعظیم وتکریم اور جلسوں میں ان کی صدارت وتقدیم کی شامت ہے کہ وہی غیر مقلد کا مسئلہ آ گیا۔“ (ص:۲۰۶)۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے مزید کہا ہے کہ ”امام اجل قاضی عیاض نے ابتداء دعویٰ اجماع نہ کیا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ علمائے کرام نے اسے مسائل اجماع میں گنا۔ تو ان سے ابتداء بتانا تکذیب وگستاخی کی انتہا دکھانا ہے۔ صدرِ اسلام میں ڈیڑھ سو برس تک تصانیف نہ ہوئیں۔ پھر اگلی صدیوں کی ہزاروں کتابیں مفقود ہو گئیں۔ اب صدہا مسائل اجماعیہ میں سب سے پہلے جس امام کے کلام میں اجماع نظر آئے اسی کے سر رکھ دیا جائے کہ ابتداء ان سے معلوم ہوتی ہے۔ کتنا آسان طریقہ ردِّ اجماع کا ہے۔ ائمہ کرام اس پر صحابہ وتابعین وسلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اب تک تمام اہل سنت کا اجماع بتاتے اور اسی بناء پر کتب عقائد میں اسے قطعیہ یقینیہ فرماتے ہیں۔ اس کے مقابل اگر کسی صحابی سے کوئی اثر ملے تو اگر وہ انعقادِ اجماع سے پہلے کی گفتگو ہے، اس سے نقض اجماع جنون خالص ہے۔ یوں ہی اگر تاریخ معلوم نہ ہو۔ اور اگر بعد کی ہے اور سند صحیح نہیں تو آپ ہی مردود، اور صحیح وقابل تاویل ہے تو واجب التاویل۔ ورنہ شاذ روایت اجماع کے مقابل قطعاً مضمحل، نہ کہ الٹا اس سے اجماع باطل۔“ (ص:۲۰۷)

ایک اور وہم یہ پھیلایا جا رہا تھا کہ محققین اہل سنت عموماً اور امام ابوبکر باقلانی خصوصاً قرشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ ”اکابر ائمہ واعاظم علماء اجماعِ صحابہ، اجماعِ تابعین، اجماعِ امت نقل فرما رہے ہیں اور نا قلانِ خلاف صرف خارجیوں اور معتزلیوں کا خلاف بتاتے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی نے بھی امام باقلانی کا نام نہیں لیا۔ [------] شرح عقائد نسفی کے الفاظ تو آبِ زر سے لکھنے کے ہیں کہ **لم یخالف الا الخوارج و بعض**

المعتزلة. (اس میں کسی نے خلاف نہ کیا سوا خارجیوں اور بعض معتزلیوں کے)۔تمام نقول اجماع کا یہی مطلب ہے۔مگر اس میں محققین اہل سنت و امام باقلانی کی طرف اس نسبت باطلہ کی روشن تر تفضیح ہے۔ **وللہ الحمد** ۔اجلہ اکابر ائمۂ اہل سنت، ائمۂ کلام، واکابرِ حدیث، واعاظمِ فقہ سب کے ارشادات پس پشت ڈالنا اور ایک متاخر مورخ ابن خلدون کے قول بے سند پر سر منڈا بیٹھنا کیا شرط دین پرستی ہے۔اجلہ جہابذۂ ناقدین کو نہ معلوم ہوا کہ خود امام سنت باقلانی و محققین اہل سنت اس مسئلہ میں مخالف ہیں۔ برابر اجماع نقل فرماتے رہے۔مسئلہ پر جزم و یقین فرمایا کئے ۔اہل خلاف کو خارجی معتزلی بدعتی کہتے رہے۔مگر آٹھویں صدی کے اخیر میں اس مورخ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ اس میں تو محققین اہل سنت و امام سنت مخالف ہیں۔(ص:۲۰۸)

ابن خلدون کی تاریخ نگاری کا تنقیدی مطالعہ: اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ابن خلدون کی تاریخ نگاری کا تجزیہ کیا ہے۔جس کے فلسفۂ تاریخ نے اہل مغرب کو بھی اپنا گرویدہ بنایا ہے۔اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ابن خلدون کے فکری پس منظر، تاریخ نگاری میں عقلیت اور وجودیت (نیچریت) کے عناصر اور پھر تاریخ اسلامی میں اس کے نظریہ عصبیت کے انطباق کے اثرات کی نفیس تحقیق فرمائی ہے۔آپ لکھتے ہیں: ''ابن خلدون کی حالت عجب ہے۔اس کے کلام سے کہیں اعتزال کی بو آتی ہے۔کہیں نیچریانہ اسباب پرستی کی جھلک پائی جاتی ہے۔اولیائے کرام کا صاف دشمن ہے۔ان کو رافضیوں کا مقلد بتاتا ہے۔[------]اقطاب وابدال کا منکر ہے۔[------]فتوحات اسلام کا راز عربی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وحشی ہونا بتایا ہے۔اور یہ کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم نے جہاد پر بھیجتے وقت انہیں وحشیت پر اور ابھار دیا تھا۔[------] صحابہ وحشی ہونے کے سبب لکھنا ٹھیک نہ جانتے تھے۔اس لیے قرآن عظیم جابجا غلط لکھا۔[------] اولیا کو جادوگروں کے حکم میں رکھنے کو کہا۔[------] اجلہ اکابر محبوبان خدا کو نام بنام حتی کہ

شیخ الاسلام ہروی کو لکھتا ہے کہ یہ حلولی تھے اور یہ کفر انہوں نے روافض اسمعیلیہ سے سیکھا۔ **الی غیر ذلک من ھفواتہ الشنیعۃ .** ''۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان مزید فرماتے ہیں کہ ''اور پھر تستر کے لیے یا خود اپنے حال سے ناواقفی کے باعث جا بجا سنیت و اعتقاد اولیاء کا اظہار بھی کرتا ہے۔ جس نے محققین و شیخ الاسلام امام ہروی کی طرف کفر میں تقلید روافض کی نسبت کر دی وہ اگر محققین و امام باقلانی کی طرف بدعت میں تقلیدِ خوارج کی نسبت کر دے، کیا بعید ہے۔ ہاں عجب ان مدعیان سنت سے کہ تمام اکابر ائمہ و علمائے اہل سنت کے ارشادات عالیہ پر پانی پھیرنے کے لیے ایک ایسے مورخ کا دامن تھامیں۔'' اس کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ابن خلدون کا فکری رشتہ خوارج و معتزلہ سے جوڑا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''نہیں نہیں۔ بلکہ اس کا راز اور ہے۔ خود اسی مبحث سے روشن کہ وہ آپ مبتدع اور خوارج کا متبع اور اجماع صحابہ کرام کا خارق اور ضراریہ و معتزلہ کا موافق ہے۔ اس نے اولاً شرائطِ خلافت میں کہا کہ قرشیت کی شرط اس لیے ہے کہ صحابہ کرام نے اس پر اجماع کیا۔ پھر اس اجماع کی منشا و مستند حدیثیں ذکر کیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**الائمۃ من قریش.**'' اور کہا کہ اس پر دلائل بکثرت ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ ردِّ احادیث و اجماع کی طرف سرکا کہ ''**لما ضعف امر قریش و تلاشت عصبیتھم فاشتبہ ذلک علی کثیر من المحققین حتی ذھبوا الی نفی اشتراط القرشیۃ.** (جب قریش میں ضعف آیا اور ان کی حمیت جاتی رہی تو بہت محققوں کو یہاں شبہ لگا یہاں تک کہ نفیِ شرطِ قرشیت کی طرف گئے۔) یہاں دونوں پہلو دیکھیے۔ اشتباہ کہا جس سے مفہوم ہو کہ ان کو غلطی پر جانتا ہے۔ اور انہیں محققین کہا جس سے مترشح ہو کہ ان کے زعم کو تحقیق مانتا ہے۔ پھر ان کے دو شبہے ذکر کیے۔ ایک اسی حدیث دربارۂ غلام حبشی سے جس کے جواب کلام ائمہ سے گزرے۔ دوسرا شبہ اس روایت سے کہ امیر المومنین فاروق سے مروی ہوا۔ **لو کان سالم مولی ابی حذیفۃ**

حیالو لیته. (اگر ابو حذیفہ کے غلام آزاد شدہ زندہ ہوتے تو میں ضرور ان کو والی بناتا)۔ یا فرمایا **لما دخلتنی فیه الظنة.** (ان پر مجھے کوئی بدگمانی نہ ہوتی)۔ اس کا کھلا ہوا روشن جواب یہ تھا کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے **لو لیته** (میں انہیں والی کرتا) نہ کہ **استخلفته** (میں اسے خلیفہ کرتا)۔ والی ایک صوبہ کا بھی ہوتا ہے۔ ایک شہر کا بھی ہوتا ہے۔ جسے خلیفہ مقرر فرمائے۔ تو اسے یہاں سے کیا علاقہ، اس روشن جواب کو اول تو یہ جواب دیا کہ **مذهب الصحابی لیس بحجة.** یعنی یہ اگر ہے تو عمر کا قول ہے۔ اور عمر کا قول کچھ حجت نہیں۔ شان فاروقی میں یہ کلمہ جیسا ہے اہل ادب پر ظاہر ہے۔ [--------]

یہاں تک تو یہی تھا۔ آگے دوسرے جواب کے تیور دیکھئے۔ کہتا ہے: **وایضا مولی القوم منهم و عصبیة الولاء حاصلة لسالم فی قریش . وهی الفائدة فی اشتراط النسب و صراحة النسب غیر محتاج الیه اذالفائدة فی النسب انما هی العصبیة و هی حاصلة من الولاء.** (یعنی دوسرا جواب یہ کہ کسی قوم کا آزاد شدہ غلام انہیں میں سے ہے اور اس رشتۂ ولا کے باعث قریش سالم کی حمیت کرے۔ اور یہی قومی حمیت شرط نسب کا فائدہ ہے۔ صاف نسب کی حاجت نہیں کہ وہ تو اسی حمیت کی غرض سے ہے۔ اور حمیت اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کی بھی کرتے ہیں۔)۔ (ص:۲۱۱-۲۱۲)

اس تجزیہ کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ''للہ انصاف! دکھانا تو یہ ہے کہ جو شرطِ قرشیت نہیں مانتے ان کے شبہ کا جواب دے رہا ہے اور جواب وہ دیا جس نے شرط قرشیت کو اکھاڑ پھینکا کہ نسب کی کوئی حاجت نہیں۔ قومی حمیت سے کام ہے۔ جس طرح بھی ہو پھر بھی قرشیت کا کچھ ڈورا لگا رکھا کہ قریشی نہ ہو تو اس کا آزاد کردہ غلام تو ہو۔ اگرچہ یہاں اس میں بھی کلام ہے۔ سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آزاد نہ فرمایا۔ نہ وہ ان کے غلام تھے۔ بلکہ ان کی بی بی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ انھیں نے آزاد کیا اور وہ انصاریہ ہیں نہ کہ قرشیہ۔ ہاں براہ موالات و دوستی مولی ابی

حذیفہ کہلاتے ہیں۔ ابوحذیفہ نے ان کو متبنیٰ کیا تھا۔ اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے ان کی شادی کردی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔'' (ص:۲۱۲) پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان، ابن خلدون کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ'' غرض یہاں تک بھی دونوں پلّے بچائے مگر نفی کا پلّہ غالب کردیا کی یہ حقیقت ہے اور یہاں قرشیت کا لگاؤ رہنا مجاز۔ اب اندیشہ کیا کہ لوگ خارجی معتزلی سمجھیں گے کہ صحابہ کا اجماع چھوڑ کر ان گمراہوں کی تقلید کی۔ اس کے علاج کو یہ مخالفت امام اہل سنت کے سر رکھ دی اور کہا: ''ومن القائلين بنفي اشتراط القرشية القاضي ابوبكر الباقلاني. لما ادرك عصبية قريش من التلاشي فاسقط شرط القرشية وان كان موافقا لرأى الخوارج و بقي الجمهور على القول باشتراطها . ولو كان عاجزا عن القيام بامور المسلمين و ورد عليهم سقوط شروط الكفاية لانه اذا ذهبت الشوكة بذهاب العصبية فقد ذهب الكفاية و اذا وقع الاخلال بشرط الكفاية تطرق ذلك ايضا الى العلم و الدين و سقط اعتبار شروط هذاالمنصب وخلاف الاجماع. (ملخصا). (یعنی امام قاضی ابوبکر باقلانی نے قرشیت کی شرط نہ مانی کہ قریش کی حمیت فنا ہوگئی۔ ولہذا اس کی شرط انہوں نے ساقط کردی۔ اگر چہ یہ خارجیوں کے مذہب کے موافق ہے اور جمہور اب بھی قرشیت مانتے رہے۔ اگر چہ خلیفہ مسلمانوں کا کام بنانے سے عاجز ہو۔ اور ان پر اعتراض ہے کہ لیاقت کار کی شرط جاتی رہی کہ جب حمیت جانے سے شوکت گئی، کام کیا بنا سکے گا۔ اور جب شرطِ کفایت چھوٹی۔ یہی راہ شرطِ علم وشرطِ دین کی طرف چلے گی اور خلافت کی شرطیں ساقط الاعتبار ہوجائیں گی۔ یہ خلاف اجماع ہے۔ (ملخصا) (ص:۲۱۲۔۲۱۳)۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل عبارت میں ابن خلدون نے دل کی صاف کھول دی: اذا بحثنا عن حكمة اشتراط القرشي و مقصد الشارع منه لم يقتصر على التبرك بوصلة

النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما ھو مشھور. والمصلحۃ لم نجدھا الاعتبار العصبیۃ. و ذلک ان قریشا کان لھم العزۃ بالکثرۃ و العصبۃ والشرف فاشترط نسبھم لیکون ابلغ فی انتظام الملۃ کما وقع فی ایام الفتوحات و استمر بعدھا فی الدولیتین الی ان تلاشت عصبیۃ العرب. فاذا ثبت ان اشتراط القرشیۃ انما ھو للعصبۃ والغلب والشارع لایخص الاحکام بجیل فطردنا العلۃ وھی العصبیۃ فاشترطنافی القائم بامور المسلمین ان یکون من قوم اولی عصبیۃ قویۃ غالیۃ . ثم ان الوجود شاھد بذالک فانہ لایقوم بامر امۃ و جیل الا من غلب علیھم. و قَلَّ ان یکون الامر الشرعی مخالفا للامر الوجودی. (یعنی ہم جونظر کریں کہ شرطِ قرشیت کی حکمت اوراس سے شارع کا مقصود کیا ہے تو وہ علاقۂ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے تبرک پر موقوف نہیں۔ جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہو رہا ہے کہ قرب نبوی کے سبب قریش کو یہ فضل ملا ہے۔اس میں آن اورقومی حمیت کے اعتبار کے سوا کوئی مصلحت نہیں۔ یہ اس لیے کہ قریش اپنی کثرت اورآن اور شرافت کے سبب غالب تھے۔لہذا ان کا نسب شرط کیا گیا کہ دین کا انتظام خوب ہو۔ جیسا کہ زمانۂ فتوحات میں ہوا۔ اوراس کے بعد بنی امیہ و بنی عباس کی دولتوں میں رہا۔ یہاں تک کہ عرب نرے بے حمیت ہو گئے ۔اور جب کہ ثابت ہولیا کہ قرشیت کی شرط فقط ان کی حمیت وغلبہ کے سبب تھی اور شریعت احکام کو کسی قبیلہ کے ساتھ خاص نہیں کرتی ۔تو ہم نے علت حمیت کو عام کردیا کہ خلیفہ میں ضرور ہے کہ کسی قوی و غالب حمیت والی قوم میں کا ہو۔ پھر واقعات بھی اسی پر گواہ ہیں کہ قبیلے یا گروہ کا سردار وہی ہوتا ہے جوان پر غالب ہواور کم ہوگا کہ شریعت نیچر کے خلاف حکم دے۔(ملخصا)۔ظاہر کردیا کہ قرشیت شرط نہیں ۔عصبیت شرط ہے۔قرشیت اس لیے شرط تھی کہ ان میں قومی حمیت جاہلیت تھی ۔ جب قریش بلکہ تمام اہل عرب بے حمیت ہوئے تو اب ان کی خلافت کیسی۔

بلکہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ بالجملہ نہ فقط قرشیت کی نفی کی بلکہ نفی قرشیت بلکہ نفی عربیت شرط کردی کہ اصل شرط خلافت قومی حمیت ٹھہرائی۔ اور صاف کہہ دیا کہ نہ صرف قریش بلکہ تمام عرب بے حمیت ہو گئے تو خلافت کے لیے شرط ہوا کہ خلیفہ نہ قریشی ہو نہ عربی۔ بلکہ یہ شرط ہے کہ کسی خونخوار قوم کا ہو۔ تو یہ ضرار معتزلی سے بھی بہت اونچا اڑا۔ اس نے تو یہی کہا تھا کہ غیر قریشی اولی ہے۔ اِس نے یہ جمائی کہ قرشی بلکہ کسی عربی کی خلافت جائز ہی نہیں اور خود کہہ چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش ہی کے لیے ہوگی۔ جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں۔ یہ ہے اسکا حدیث پر ایمان اور یہ ہے اس کا اجماعِ صحابہ پر ایقان۔ اور سرے سے یہ اشد ظلم قابل تماشا کہ وہ عصبیت جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بشدت منع فرمایا۔ جسے نہ قریش بلکہ تمام عرب کے دل سے دھودیا اسی کو اصل مقصود شارع اور خاص شرط خلافت ٹھہراتا ہے۔(ص: ۲۱۴۔۲۱۵)۔ اس کے بعد اعلی حضرت نے امام ابوبکر باقلانی کے صحیح موقف، جو اہل سنت و جماعت کے ہم خیال ہے، کی وضاحت کی ہے۔

اس طرح سے ہم دیکھتے ہیں کہ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے نہ صرف یہ کہ شرط ِقرشیت پر ابن خلدون کا تعاقب کیا ہے بلکہ ابن خلدون کے فلسفۂ تاریخ کے بنیادی تصورِ عصبیت کی بنیاد پر بھی کلام کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اسلام کے ظہور اور خلافت اسلامیہ کی توسیع کی وضاحت میں عصبیت کو سبب ماننا رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تعلیمات کے مخالف ہے۔ اس کے بعد اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے مولانا ابوالکلام آزاد کے اس قول ''اسلام تو قومی امتیاز کے اٹھانے کو آیا ہے پھر وہ خلافت کو قریش کے لیے کیسے خاص کر سکتا ہے۔'' کو خارجیوں کا موقف قرار دیا ہے۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے مقاصد کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''امام کا قریشی ہونا شرط ہے اور خارجیوں نے اس میں خلاف کیا ہے۔ اس دلیل سے کہ مصالح سلطنت و دین میں نسب کا کچھ اعتبار نہیں۔ اہل سنت نے اس

کا رد کیا کہ ضرور شرفِ نسب کو اس میں اثر ہے کہ رعایا کی رائیں اس پر اتفاق کریں اور دل خوشی سے اس کے مطیع ہوں۔ اور قریش کے برابر کوئی شریف نہیں۔ خصوصا اس حالت میں کہ افضل الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں میں سے ظہور فرمایا۔[۔۔۔۔۔۔] کتاب مبارک **اراءۃ الادب لفاضل النسب** مطالعہ ہو۔ کس قدر احادیث کثیرہ نے کہاں کہاں فضیلتِ نسب کا اعتبار فرمایا ہے۔ اور نکاح میں شرعاً اعتبارِ کفاءت سے تو عالم بننے والے جہال بھی ناواقف نہ ہوں گے۔ جس سے تمام کتب فقہ گونج رہی ہیں۔ اور اس میں خود احادیث وارد۔ آیات واحادیث اس سے منع فرماتی ہیں کہ کوئی علم وتقوی وفضائل دینیہ کو بھولے اور خالی نسب پر تفاخراً پھولے۔(ص:۲۲۶۔۲۲۷) آزاد نے **احادیث الائمۃ من قریش** اور **لایزال ھذاالامر فی قریش** کو پیشین گوئی کہا تھا۔ اس کا جواب بھی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ ”مگر اس حدیث جلیل کا کیا علاج کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قدموا قریشا ولاتقدموھا** .(قریش کو مقدم رکھو اور ان پر تقدم نہ کرو۔ یہ حدیث چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے۔“[۔۔۔۔۔۔] یہ تو صریح امر ونہی ہے۔ اس سے تو مسٹر خبر نہیں بنا سکتے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کیسا صریح حکم فرما رہے ہیں کہ قریش ہی کو مقدم کرنا، قریش سے آگے قدم نہ دھرنا۔(ص:۲۲۷۔۲۲۸) تاہم اسی کے ساتھ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا ہے کہ شرطِ قرشیت کی بنا پر نااہل کے خلیفہ بن جانے کا امکان ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ”نہ عمل، نہ اہلیت، صرف خاندان کا اتہام رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وصحابہ واہل سنت پر افترا ہے۔ کس نے کہا ہے کہ خلافت کے لے صرف قریشی ہونا درکار ہے۔ اگرچہ نااہل محض ہو۔ قرشیت کے ساتھ اہلیت کی شرط بھی بالاجماع ہے۔ یہ گمان بد کہ کسی وقت تمام جہاں میں سب سادات عظام، سب قریش کرام نالائق نااہل ہو جائیں وسوسۂ ابلیس ہے۔ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ مصطفے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سارے جگر پارے ناقابل،

نالائق رہ جائیں۔صرف ایراغیرا اہلیت کا پھندنا لٹکائیں۔رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو فرما چکے کہ دنیا میں جب تک دو آدمی رہیں گے خلافت کا استحقاق صرف قریشی کو ہوگا۔تو قطعا قیامت تک کوئی نہ کوئی قریشی اس کا اہل ضرور رہے گا۔ولہذا بعض فقہائے شافعیہ وغیرہم نے جب یہ صورت باطلہ فرض کی، محققین نے تصریح فرمادی کہ یہ صرف فرض ہے۔واقع کبھی نہ ہوگی۔شرح بخاری للحافظ میں ہے:''یعنی علماء نے فرمایا۔ان فقہاء نے یہ صورت اپنی اس عادت پر فرض کی کہ ایسی بات بھی ذکر کرتے ہیں جو صرف امکان عقلی رکھتی۔عادۃً یا شرعاً کبھی واقع نہ ہو۔'' خصوصاً حدیث کو پیش گوئی مان کر اس کے خلاف کا ادعا جہل صریح بلکہ ضلال قبیح ہے۔(ص:۲۲۸۔۲۲۹)[۔۔۔۔۔۔] کیونکہ سچے نبی کی خبر کبھی خلاف واقع نہیں ہوتی۔اس کے بعد اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی تحقیق سے یہ دیکھایا ہے کہ ابوالکلام آزاد نے خلافت کے لیے قرشیت کی شرط کا انکار کر کے کس طرح سے احادیث نبوی کا انکار بھی کیا۔

خلاصۂ کلام: تاریخ اسلامی کے دو اہم موضوعات (تاریخ ولادت شریفہ کی تعیین اور تصور خلافت میں قرشیت کی شرط) پر اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے افکار ونظریات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فہم تاریخ، شعور تاریخ اور اسلامی تاریخ کے منہاجیاتی اسلوب میں بھی آپ کو فضل وکمال حاصل تھا۔یہی وجہ ہے کہ ان تاریخی موضوعات پر آپ ایک ماہر فن کی طرح کلام کرتے ہیں۔آپ کی نظر ایک طرف تاریخ کے مصادر ومراجع پر ہے۔تو دوسری طرف ان مصادر کی توضیح وتنقیح میں آپ اپنی خداداد ناقدانہ مہارت کے جلوے بکھیر رہے ہیں۔

اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان دو موضوعات پر قول جمہور کی تائید وحمایت میں قرآن، حدیث، سیرت وطبقات، عقائد وکلام، فقہ واصول فقہ اور کتب تاریخ سے جو حوالہ جات ذکر کئے ہیں وہ اس بات کی دلیل ہیں۔اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی

تحریر میں موقف کے اثبات میں تائیدی دلائل وشواہد کا جو تنوع پایا جاتا ہے وہ ان کے ہم عصروں میں بہت کم دکھتا ہے۔اسی لیے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان کے طرز استدلال میں توازن کا وصف نمایاں ہے۔اس مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ کے کسی مسئلہ کے تاریخی پس منظر کو جاننے کے لیے صرف کتب تاریخ پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ کتبِ تاریخ میں مؤرخین اپنے مخصوص نظریات ومفادات کی خاطر حقائق کی تعبیر وترجمانی میں غیر جانبدارانہ رویہ نہیں اپناتے۔اس لیے کسی مورخ کی انفرادی رائے کی بجائے قول جمہور کو اہمیت دی جانی چاہیے۔اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تاریخی کتابوں میں مذکورہ بیانات کے پس منظر میں جو فکری ونظریاتی بنیادیں ہیں ان کو بھی جاننے کی کوشش کی جائے۔اس لیے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تاریخ اسلامی کے موضوعات ومباحث پر تحقیق وتنقید کے لیے جو منہاجیاتی اسلوب اپنایا ہے وہ یہ ہے کہ کتاب وسنت، علم کلام، علم فقہ اور اجماع امت کو مرکزی حیثیت دی جائے۔تاریخ نگاری میں عقل ونقل کے کردار کے سلسلے میں آپ نے نقل کی برتری اور بالادستی کو مانا ہے۔ جدیدیت کے نام پر جو افکار ونظریات اور اقدار پیش کیے جا رہے تھے ان سے وہ مرعوب نہیں تھے۔

اسی لیے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تاریخ نگاری میں روایات اور اجماع کا انکار کرنے والوں کا علمی وفکری تعاقب کیا ہے۔اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کسی ایسی توجیہ کو نا قابل قبول سمجھتے ہیں جن کی وجہ سے کتاب وسنت یا پھر اجماعِ امت کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ابن خلدون کی فکر وفلسفہ کا جو تنقیدی مطالعہ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان نے پیش کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون نے تاریخ نگاری میں دینی و مذہبی عقائد وتعلیمات کو فطری اور وجودی (نیچریانہ) اصولوں کی بنیاد پر جانچنے اور پرکھنے کی وکالت کی ہے۔اعلی حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان عقل کے مقابلے میں وحیِ

الٰہی کو فوقیت دیتے ہیں اور اسی لیے تاریخ اسلامی میں حقائق و واقعات کو قبول یا رد کرنے میں انفرادی رائے کی بالادستی کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔

اس طرح سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تاریخ نگاری میں روایت پسندی کے اصول کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔اور ہم نے دیکھا کہ ان دونوں موضوعات پر آپ نے قول جمہور اور اجماع امت کو اہمیت دی ہے۔

عرض: نابالغ بچے اور بچیوں کو جینز، ٹی شرٹ پہنا سکتے ہیں، اور نابالغ بچی کی ضرورت سے زیادہ بال کاٹ سکتے ہیں؟

ارشاد: اس صورت میں نابالغ پر کوئی گناہ نہیں، ان کے سرپرستوں سے ضرور اس پر مواخذہ ہوگا۔اپنی اولاد کی اسلامی ماحول اور اسلامی وضع قطع میں، پرورش کریں۔(معارف تاج الشریعہ، ص:۵۷۹)

امام احمد رضا: تعزیت اور دعوت میت

ازحضرت: مولانا شیخ ریاضت حسین ازہری
ناظم اعلی جامعۃ الحبیب، رسول پور

اعلی حضرت: اعلی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۱۰؍شوال المکرّم ھ مطابق ۱۴؍جون ءکو بروز شنبہ بوقت ظہر شہر بریلی، محلّہ جسولی، اتر پردیش، بھارت میں ہوئی اور وفات ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوئی۔ "محمد" نام رکھا گیا مگر جد امجد علیہ الرحمہ نے ''احمد رضا'' نام تجویز کیا۔ حدیث شریف میں ہے: ''إِنَّ اللَّـهَ يَبْعَثُ لِهَـذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا'' (ابوداود) بے شک اللہ تعالی اس امت کے واسطے ہر صدی کے اختتام پر مجدد بھیجے گا، جو دین کو تازہ کرے۔ اور بلاشبہ آپ چودہویں صدی ہجری کے مجدد تھے۔ آپ نے اسلام کے صحیح احکام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو رواج دینے کی جدوجہد کی۔ اور معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعات وخرافات کو جڑ سے اکھاڑنے کی مخلصانہ کوشش کی۔ احیاء سنت اور امحاء بدعات پر افراط وتفریط سے پاک آپ نے جو کام انجام دیا ہے ماضی قریب میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ساتھ ہی ساتھ ایسے بدعقیدوں کا علمی رد بھی فرمایا جو کتاب وسنت کی آڑ میں گمراہی پھیلا رہے تھے۔ آیات واحادیث کا غلط مطلب بیان کر کے اعتقادی، فکری اور عملی فضا کو پراگندہ کررہے تھے۔ ایسے موقع پر آپ نے درست اسلامی موقف بیان فرما کر اسلامی تعلیمات کو تحفظ فراہم کیا۔

اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں ایک سوال آیا کہ ''ہندوستان کے اکثر علاقوں

میں یہ رسم ہے کہ میت کی وفات کے دن سے ہی اس کے رشتے کی عورتیں میت کے گھر جمع ہوجاتی ہیں، جن کے لئے شادیوں جیسا اہتمام ہوتا ہے، ان میں سے کچھ تو دوسرے، تیسرے دن واپس ہوتی ہیں، اور کچھ چالیسویں تک رہتی ہیں، ان کے لئے اہل میت، کھانے پینے کے ساتھ پان وغیرہ کا بھی اہتمام کرتے ہیں، اور خاصے اخراجات کرنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں، اور ہاتھ خالی ہونے کی صورت میں مجبوراعام قرض، بلکہ سودی قرض بھی لیتے ہیں۔ اگر اہتمام نہ کریں تو بدنام ہوتے ہیں۔ یہ شرعا جائز ہے یا ناجائز؟ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس استفتا کے جواب میں ایک جامع رسالہ بنام ''جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام موت'' (یعنی کسی موت پر دعوت میت کی ممانعت کا واضح اعلان) سن ۱۳۰۹ھ میں تحریر فرمایا۔ جس میں اس ایک بدعت شنیعہ کے رد کے ساتھ ساتھ ایسے تخریب کاروں کا علمی رد بھی فرمایا جو اس عنوان پر ہٹ دھرمی کی وجہ سے افراط وتفریط کا شکار تھے۔ اور حق ومعتدل بات کی سمجھ کی یا تو انہیں توفیق نہیں ملی یا پھر حق کو چھپاتے ہیں اور باطل کو بتاتے ہیں۔ اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ اس فتوے کے آخر میں فرماتے ہیں: ''بحمدہ تعالی یہ معتدل اور درمیانی بات ہے جو افراط وتفریط سے پاک ہے۔'' ایسا ہی آپ کے قول وعمل سے ثابت ہے۔ کیونکہ میں اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کی تحریروں کی روشنی میں اپنی اس مختصر تحریر میں ''تعزیت'' اور ''دعوت میت'' کے عنوان پر کچھ قلمبند کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے عنوان کی ترتیب کے مطابق سب سے پہلے ''تعزیت'' پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کرتا ہوں۔

تعزیت: ''التعزیۃ'' عربی زبان کا لفظ ہے۔ لغوی معنی ''دلاسا'' اور ''تسلی'' کے ہیں۔ اردو میں اس طرح ''تعزیت'' لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ مراد ہے اپنے مسلمان بہن بھائی کو کوئی نقصان پہنچنے پر اسے اس طرح تسلی دینا کہ اس کا غم ہلکا ہوجائے۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: ''مَنْ عَزَّى

أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ مِنْ مُصِيبَةٍ ،كَسَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُلَّةً يُحْبَرُ بِهَا"، قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ:مَا يُحْبَرُ بِهَا ؟ قَالَ:"يُغْبَطُ بِهَا."(الدعاء للطبرانی، باب:ثَوَابِ مَنْ عَزَّى مُصَابًا) یعنی جواپنے مومن بھائی کی اس کی مصیبت میں اس سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اللہ تعالی روز قیامت اسے قابل رشک پوشاک پہنائے گا۔کسی نے دریافت کیا" یُحْبَرُ" سے کیامراد ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"یُغْبَطُ بِهَا "یعنی جس پر دوسرے کو رشک آئے۔لفظ"تعزیت" زیادہ تر مردہ کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔حالانکہ مذکورہ بالا حدیث رسول سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے مومن بھائی کوکسی بھی مصیبت میں مبتلا پائے تو اس سے اظہار ہمدردی کرے یعنی تعزیت کرے۔لہذا تعزیت یا اظہار ہمدردی کے عمل کومردہ کے پسماندگان کے ساتھ خاص کردینامفہوم حدیث کی عمومیت کے منافی ہے۔ بلکہ سنت اورحدیث پاک کا مثبت مفہوم یہ ہے کہ جب بھی کوئی بندہ مومن کسی مصیبت میں گرفتار ہوتو دوسرے بندہ مومن کے لئے یہ کار ثواب ہے کہ وہ اسے تعزیت بالفاظ دیگراظہار ہمدردی، دلاسا اور تسلی دے۔ یہ بھی درست ہے کہ عرف میں"تعزیت" سے مراداہل میت کوصبر کی تلقین سمجھا جاتا ہے۔نیز اسی معنی میں استعمال کی کثرت کے سبب یہ لفظ سنتے ہی یہی معنی ذہن میں آتا ہے۔اس ضمن میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے کسی نے عرض کیا۔اگر بے اختیاری میں اپنے عزیز کی موت پرصبر نہ کرے تو جائز ہوگا؟ ارشادفرمایا:بے اختیاری بنا لیتے ہیں۔ ورنہ اگر طبیعت کو روکا جائے تو یقین ہے کہ صبر ہوسکتا ہے۔اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ روایت ذکرفرمائی: حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لئے جاتے تھے،راہ میں ملاحظہ فرمایا کہ ایک عورت اپنے لڑکے کی موت پرنوحہ(مثلا چلاکررونا، پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا،الی غیرذالک،اوریہ سب نیاحت ہےاورنیاحت حرام ہے) کررہی ہے۔حضورنےمنع فرمایا۔ اور ارشادفرمایا:صبرکر۔ وہ اپنے حال میں ایسی بے خبرتھی کہ اس کو نہ معلوم ہوا کہ کون

فرمارہے ہیں۔ جواب بیہودہ دیا کہ آپ تشریف لے جائیں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ حضور تشریف لے گئے۔ بعد میں لوگوں نے اس کو کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔ وہ گھبرائی اور فورا دربار میں حاضر ہوئی۔ اورعرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے معلوم نہ ہوا کہ حضور نے منع فرمایا ہے۔ میں اب صبر کرتی ہوں۔ ارشاد فرمایا: ''**الصبر عندالصدمة الاولی.** ''صبر پہلی ہی بار کرتی تو ثواب ملتا پھر تو صبر آ ہی جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی صبر کرے تو ہوسکتا ہے۔ (حیات اعلی حضرت، ج ۳، ص ۵۶) ۔ اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے بر وقت یہ کہہ کر کہ'' بے اختیاری بنا لیتے ہیں۔ ورنہ اگر طبیعت کو روکا جائے تو یقین ہے کہ صبر ہوسکتا ہے'' حدیث رسول کا خلاصہ بیان فرمادیا۔ اس حدیث سے تعزیت اور تلقین صبر کا درس ملتا ہے۔

میت کے ورثاء اور رشتہ داروں کے پاس تعزیت کے لئے جانا سنت ہے۔ حدیث شریف ہے: ''**مَنْ عَزَّی مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ** ''یعنی جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اسے اس کی مثل ثواب ملے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جسے کسی جنازہ کی خبر ملے وہ اہل میت کے پاس جا کر ان کی تعزیت کرے۔ اللہ تعالی اس کے لئے ایک قیراط ثواب لکھے گا۔

دعوت میت: یعنی میت کے گھر کا کھانا، جو اہل میت سوم تک بطور مہمانی کے پکاتے ہیں اور سوم کے چنے اور بتاشے کا لینا کیسا ہے؟ اس استفتا کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میت کے گھر کا وہ کھانا تو البتہ بلاشبہ ناجائز ہے۔ اور اس کے کئی وجوہات ہیں: پہلی وجہ یہ ہے کہ ہماری شریعت نے دعوت خوشی کے موقع پر رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں ریا، نام ونمود اور دکھاوا بھی ہوتا ہے۔ جو شرعا ناجائز ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کبھی میت کے وارثین میں کوئی یتیم اور نابالغ بچہ بھی ہوتا ہے، یا سارے وارثین موجود نہیں ہوتے، اور ان کی اجازت کے بغیر یہ سب اہتمام ہوتا ہے جو ناجائز وحرام ہے۔ کیوں کہ یہ

یتیم کا مال ناحق طریقے سے کھانا، یا مالک کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنا ہے، جو شرعا ممنوع ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر عورتیں اکٹھا ہو کر روتی، چلاتی اور نوحہ و ماتم کرتی ہیں، ان کاموں سے اسلام نے منع فرمایا ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے لعن طعن سے بچنے کے لئے اپنی وسعت اور مالی حیثیت سے بڑھ کر دعوت کرنی پڑتی ہے، جس کے لئے بسا اوقات قرض لینا پڑتا ہے، اور یوں ہی قرض نہ ملا تو سودی قرض کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شریعت مطہرہ کو کسی حال میں پسند نہیں، اور سودی قرض لینا تو بالکل حرام اور باعث لعنت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں خرابیوں سے کوئی خود کو بچا بھی لے تو پہلی جو سب سے اہم وجہ ہے، اس عمل کے ممنوع ہونے کے لئے کافی ہے۔ میت کے اہل خانہ کے لئے تین دن شرعا سوگ اور غم کے ہیں، ان میں دعوت، ضیافت اور مہمان نوازی ایک ناپاک رسم، بدعت شنیعہ اور ناجائز کام ہے۔

دعوت میت کے ناجائز ہونے کے حوالے سے جو دلائل کتب مستندہ میں پائے جاتے ہیں، بعض لوگوں نے ان پر غلو کیا، اور علی الاطلاق مجلس ایصال ثواب، تخصیص ایام (تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی)، اطعام اقربا وغیرہم کو بھی ناجائز بتا دیا۔ ایصال ثواب یعنی قرآن مجید یا درود شریف یا کلمہ طیبہ یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔ عبادت مالیہ یا بدنیہ فرض و نفل سب کا ثواب دوسروں کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ زندوں کے ایصال ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کتب فقہ و عقائد میں اس کی تصریح مذکور ہے۔ ہدایہ اور شرح عقائد نسفی میں اس کا بیان موجود ہے۔ اس کو بدعت کہنا ہٹ دھرمی ہے۔ حدیث سے بھی اس کا جائز ہونا ثابت ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 16، ص642) تیسرے دن یا چالیسویں دن یہ تخصیصات نہ شرعی تخصیصات ہیں نہ ان کو شرعی سمجھا جاتا ہے۔ یہ محض رواجی اور عرفی بات ہے جو اپنی سہولت کے لئے لوگوں نے کر رکھی ہے۔ بلکہ انتقال کے بعد ہی سے قرآن مجید کی تلاوت اور خیرات کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ سوم یعنی تیجہ جو مرنے سے

تیسرے دن کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید پڑھوا کر یا کلمہ طیبہ پڑھوا کر ایصال ثواب کرتے ہیں اور بچے اور اہل حاجت کو چنے، بتاشے یا مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں اور کھانا پکوا کر فقرا ومساکین کو کھلاتے ہیں یا ان کے گھروں میں بھیجتے ہیں جائز و بہتر ہے۔ یہ سب اسی ایصال ثواب کے فروع ہیں۔ بعض لوگ اس موقع پر عزیز و قریب اور رشتہ داروں کی دعوت کرتے ہیں، یہ موقع دعوت کا نہیں بلکہ محتاجوں فقیروں کو کھلانے کا ہے جس سے میت کو ثواب پہنچے۔ (خلاصہ، بہار شریعت، حصہ 16، صفحہ 43-642) تیجہ کرنے کی صورت اور احتیاط کے حوالے سے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان ذکر فرماتے ہیں: "ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں۔ تو سب وارث موجود و بالغ راضی ہوں۔ پہلے ہی روز عزیزوں وہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھاسکیں اور باصرار انہیں کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ نوحہ کرنے والیوں کے لئے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔

شیخ ابراہیم حلبی کے ایک اشتباہ کا جواب: علامہ ابراہیم حلبی نے دلائل النبوۃ اور فتاوی بزازیہ کے حوالے سے اس مسئلہ کو غنیّۃ کے آخر میں ذکر کیا۔ اور فرمایا: یہ مسئلہ نظر واشتباہ سے خالی نہیں۔ کیوں کہ اس کی کراہت پر کوئی دلیل موجود نہیں سوائے جریر بن عبداللہ کی حدیث کے۔ اور اس سے صرف موت کے وقت ایسی دعوت کی کراہت معلوم ہوتی ہے۔ البتہ امام احمد بن حنبل اور امام ابوداود نے سند صحیح کے ساتھ جو حدیث روایت کی یہ مسئلہ اس کے معارض ومخالف ہے۔ "**فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِي امْرَأَةٍ، فَجَاءَ وَجِيءَ بِالطَّعَامِ، فَوَضَعَ يَدَهُ، ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ، فَأَكَلُوا**" (سنن ابی داود، باب فی اجتناب الشبہات) خلاصہ حدیث یہ ہے کہ قبیلہ انصار میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ ہم اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے۔ (تکفین وتدفین) کے بعد جب آپ تشریف لے جانے لگے تو ایک عورت سامنے آئی تو حضور پلٹے اور آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ تو آپ نے اور حاضر باش صحابہ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کھانے میں چند لقمہ تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ شیخ ابراہیم حلبی کے نزدیک اس حدیث پاک سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اہل میت کو دیگر افراد کے لئے کھانا تیار کرنا اور انہیں دعوت دینا جائز ہے۔

حضرت علامہ شامی نے ردالمحتار میں شیخ ابراہیم حلبی کے اس اعتراض کا کامل اور تشفی بخش جواب دیا ہے۔ پھر سیدنا اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی شیخ حلبی کے قول کو ساقط الاعتبار مانا ہے۔ تفصیل کے لئے اعلی حضرت کا رسالہ "جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام موت" کا مطالعہ کیجئے۔ علامہ حلبی نے بطور دلیل جس حدیث کو پیش کیا ہے اس بارے میں یہ بھی ایک قابل غور امر ہے کہ یہ حدیث مسند احمد، سنن دار قطنی، سنن کبریٰ بیہقی۔ ان تمام کتب حدیث میں "داعی امرأۃ" کا لفظ ہے۔ "داعی امرأته" کے الفاظ نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ دعوت دینے والی عورت میت کی بیوہ نہ تھی۔ کوئی دوسری عورت تھی۔ اس پر متخصصین کی توجہ طلب ہے۔

دعوت میت کے بارے میں کتب معتبرہ سے جو مسائل حقہ مستنبط ہوتے ہیں، ان میں زیادتی کا شکار ہو کر کچھ افراد نے زندہ لوگوں کی طرف سے مردوں کو ایصال ثواب کے لیے کئے جانے والے جملہ امور کو ناجائز اور غیر شرعی قرار دے دیا۔ اور تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہم جو الگ الگ ایام میں فقط مردوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے ہی کئے جاتے ہیں اسے ناجائز اور غیر شرعی بتادیا۔ حالانکہ اس ضمن میں شرع نے ایام کی نہ تخصیص کی ہے اور نہ ہی تخصیص ایام سے شرعا کوئی حرج پیدا ہوتا ہے۔ بہر حال آپ کے رسالے "جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام موت" سے جو بات مفہوم مخالف کے طور پر ثابت

ہوتی ہے، اس کے بعد والے فتوے میں اس کی صراحت موجود ہے۔ مذکورہ بالا رسالہ ۱۳۰۹ھ کا لکھا ہوا ہے۔ جبکہ یہ فتوی ۱۶/ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ میں لکھا گیا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ اکبر علی شاہ، کلی ناگر، پورن پور، ضلع پیلی بھیت نے امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال کیا: ''اگر کوئی شخص مرے اور اس کے گھر والے چہلم (چالیسواں) کا کھانا پکائیں اور جو برادر یا غیر ہوں، ان سے کہیں کہ تمہاری دعوت ہے تو وہ دعوت قبول کی جائے یا نہیں؟ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے یہ گراں قدر فتوی تحریر فرمایا: جس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)- عرف عام میں یہی ہے کہ چہلم وغیرہ کے کھانا پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود مردے کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے، اسی مقصد سے وہ یہ کام کرتے ہیں، اور اسی لئے اسے فاتحہ کا کھانا اور چہلم کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں۔ اس نیت سے جو کھانا بھی پکایا جائے مستحسن ہے۔

(۲)- تحقیق یہ ہے کہ صرف غریبوں اور محتاجوں کے کھلانے پلانے میں ہی ثواب نہیں، بلکہ مالداروں کو کھلانے میں بھی اجر و ثواب ہے۔ مالدار تو مالدار، ہر جاندار کو کھلانا پلانا کار ثواب ہے، اگر چہ وہ چوپایہ یا پرندہ ہو۔ اسی طرح انسان اچھی نیت سے اپنی بیوی بچوں اور خادم کو جو کھلائے، بلکہ جو خود کھائے وہ بھی صدقہ اور کار ثواب ہے، جیسا احادیث نبویہ سے صراحتًا ثابت ہے۔

(۳)- اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، تو جو کھانا فاتحہ کے لئے پکایا گیا، لوگوں کو بلاتے وقت اسے دعوت کہنے سے وہ نیت بیکار نہ ہوگی، جیسے کوئی اپنے غریب بھائی بھتیجوں کو عید کے دن کچھ رقم دل میں زکات کی نیت سے اور زبان سے عیدی کہہ کر دے تو اس کی زکات ادا ہو جائے گی، عیدی کہنے سے وہ نیت باطل اور بیکار نہ ہوگی۔

(۴)- اس کے ساتھ ہی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور غمخواری بھی کار ثواب ہے، اگر چہ وہ مالدار ہوں۔

(۵)- اور آدمی جس چیز پر ثواب پائے اس کا ثواب مردے کو پہنچا سکتا ہے، اس کے لئے

صدقہ ہونا ضروری نہیں۔

(۶)-اگر چہ افضل و بہتر یہی ہے کہ غریبوں اور محتاجوں کو صدقہ کرے، کیونکہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔

(۷)-ہاں! جس کا مقصد ثواب پہنچانا نہ ہو بلکہ شادیوں کی طرح دعوت اور مہمان داری کی نیت سے پکائے، تو وہ کار ثواب نہیں، نہ ایسی دعوت شریعت مطہرہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے، اسے قبول نہ کرنا چاہئے، کیونکہ ایسی دعوتوں کا محل شادی ہے، نہ کہ غمی۔ لہذا علما فرماتے ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے۔

(۸)-یونہی چالیسویں، ششماہی، یا برسی پر جو کھانا ایصال ثواب کی نیت کے بغیر صرف رسم کے طور پر پکاتے ہیں اور شادیوں کی بھاجی کی طرح برادری میں بانٹتے ہیں، وہ بے اصل ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، خصوصاً جب نام ونمود اور فخر و بڑائی کے اظہار کے لئے ہو، کیونکہ حدیث میں اس طرح کے کھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔

(۹)-لیکن بغیر کسی واضح دلیل کے کسی مسلمان کے بارے میں یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے بڑائی کے اظہار اور ناموری کے لئے کیا ہے، جائز نہیں، کیونکہ اس کا تعلق دل سے ہے، اور دل کا حال اللہ تعالی جانتا ہے، اور بلاوجہ کسی مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

اس فتوے کے آخر میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ: ”بحمدہ تعالی یہ معتدل اور درمیانی بات ہے جو افراط وتفریط سے پاک ہے۔“ (دیکھئے رسالہ ”جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام موت“ بنام ”دعوت میت“ مطبوعہ: حافظ ملت ریسرچ اکیڈمی، مبارکپور، اعظم گڑھ۔ صفحہ ۱۰-۹)

بہت ہی کم مدت میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے کتاب وسنت کی اتنی زیادہ خدمات انجام دی ہیں کہ ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالی کی خاص عنایت تھی آپ پر جس کی بنا پر آپ نے مذہب مہذب اہل سنت وجماعت کی اس

قدر نمایاں خدمات انجام دی۔ کمال علم کے ساتھ ساتھ حق گوئی اور بے باکی کے بارے میں آپ ''أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ'' کے مظہر تھے۔ شان الوہیت اور رسالت پر آپ کی تحریریں قرآن کریم کی معتدل تفسیر اور احادیث کی تشریح ہے۔ شرک وبدعات کے خاتمے کی آڑ میں، کتاب وسنت کی غلط تشریح وتوضیح کر کے اہل سنت و جماعت کے سواد اعظم کو توڑنے کی کوشش کرنے والوں کو آپ نے کتاب وسنت کی روشنی میں ایسا مسکت جواب دیا کہ آج تک وہ آپ کے دلائل کو رد نہ کر سکے۔ تعزیت اور دعوت میت کے حوالے سے نہایت ہی باریکی سے آپ نے مسائل بیان کیا۔ اور افراط وتفریط سے پاک صحیح اسلامی موقف کو بیان کیا۔ اللہ تعالی آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ الکریم ﷺ۔

عرض: شادی کی سالگرہ منائی جاسکتی ہے؟

ارشاد: اس میں کوئی حرج نہیں، جب کہ جائز طور پر ہو۔ نصاری یا دوسری قوموں سے ،اس کی مشابہت نہ ہو۔ بل کہ شرعی طور پر اسے منایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (معارف تاج الشریعہ، ص:۵۷۳)

اعلیٰ حضرت اور علم الابدان والمعالجات
فتاوی رضویہ کی روشنی میں

از: حضرت مفتی عبداللہ رضوی
استاذ جامعۃ الحبیب، رسول پور

خلاق دو عالم نے تخلیقی طور پر جنس حیوان کو عناصر اربعہ سے مرکب پیدا فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مختلف قسم کے احوال سے دوچار ہوتا رہتا ہے، کبھی راحت و سکون سے مسرور ہوتا ہے اور ہر تدبیر ہم آہنگ معلوم ہوتی ہے تو کبھی اس پر رنج وغم کے سیاہ بادل چھا جاتے ہیں، اور ہر طرف محرومی و نامرادی سے واسطہ پڑتا ہے، اور ہر لمحہ ہر لحظہ بدلنے والے ان حالات یعنی ذہنی، قلبی، روحانی، جسمانی اور اخلاقی بیماریوں میں بالخصوص انسان کا ردعمل یکساں نہیں ہوتا، بظاہر ان کے اسباب و محرکات مزاج وطبیعت کا غیر معتدل ہونا ہے لیکن اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب انسان دولت واقتدار کے زمانہ میں ناشکرا و نافرمان بن جاتا ہے اور اپنے پروردگار حقیقی سے رخ پھیر لیتا ہے، اس کی دی ہوئی دولت وصحت کو اس کی نافرمانی میں صرف کرتا ہے تو مِن جانب اللہ اس پر غم واندوہ کے بادل گھر کر آتے ہیں اور اس کے اترانے، اکڑنے اور مغرور ہونے کا سارا نشہ ایک جھٹکے میں کافور ہو جاتا ہے، بلندی وترقی سے چور وہ انسان حالات کی ناسازگاری کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے۔

جس طرح ہمارا اعتقاد ہے کہ عزت و ذلت اللہ ہی کے دیئے سے ملتے ہیں اسی طرح ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ بیماری اور شفا بھی اسی خالق حقیقی کی ہی طرف سے ہوتی

ہے، بسا اوقات کچھ ظاہری اسباب کی بنیاد پر انسان کو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں، اور انسان اپنے عمل، دخل میں سست ہو جاتا ہے جن سے نجات کے لئے تدبیریں کرنا اور بیماری کو دفع کرنا ہمیں قرآن وسنت کی رہنمائی سے ملتا ہے جو شرع شریف نے ہمیں عطا کیا ہے۔

خالق کائنات نے مقدس کلام میں یہ ہدایت فرمائی ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (سورۂ اسراء، آیت ۸۲) ترجمہ: ''اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں وہ چیزیں جو باعث شفا ہیں اور سراپا رحمت ہیں اہل ایمان کے لئے''، صاحب تفسیرِ ضیاء القرآن حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''انسان جن جن بیماریوں سے دوچار ہوتا ہے اس نسخہ کیمیا میں ان تمام روگوں کے لئے شفا ہے، غفلت کی کدورت، شک وارتیاب کی تاریکی، کفر وشرک کی نجاست اس کے فیض سے دھل جاتے ہیں، صرف ضرورت اتنی ہے کہ اس کو دیانت داری سے اپنا خضر راہ بنایا جائے''

خلیفہ اعلی حضرت، صدر الافاضل حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں:

''اس سے مراد امراض ظاہرہ اور باطنہ، ضلالت وجہالت وغیرہ دور ہوتے ہیں اور ظاہری اور باطنی صحت حاصل ہوتی ہے۔ اعتقادات باطلہ واخلاق رذیلہ دفع ہوتے ہیں۔ عقائد حقہ معارف الہیہ وصفات حمیدہ واخلاق فاضلہ حاصل ہوتے ہیں کیوں کہ یہ کتاب مجید ایسے علوم ودلائل پر مشتمل ہے جو وہمانی وشیطانی ظلمتوں کو اپنے انوار سے نیست ونابود کر دیتے ہیں اور اس کا ایک ایک حرف برکات کا گنجینہ ہے جس سے جسمانی امراض اور آسیب دور ہوتے ہیں''

چنانچہ شفا کی طلب اور اس کے حصول کی کوشش رب کی ربوبیت اور اس کی خالقیت کا اقرار نیز بندوں کے حق میں پسندیدہ اور مستحب عمل ہے، محسن انسانیت منبع جود وسخاوت

ﷺ کا ارشاد پاک بھی اس سلسلے میں کثرت سے وارد ہے، فرماتے ہیں ''علیکم بالشفائین العسل والقرآن ''یعنی تم پر دو چیزوں سے شفا طلب کرنا لازم ہے شہد اور قرآن (بیہقی ج:۲ص:۵۱۹) اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وما انزل اللہُ داءً الاانزل لہ شفاءً'' یعنی اللہ تعالی نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کی شفا نازل نہ کی ہو، (حدیث نمبر:۵۳۵۴) یہاں کسی کے ذہن وخیال میں یہ بات نہ آئے کہ ایسی صورت حال میں خالق حقیقی کا مقصد انسان پر مشقت طاری کرنا ہوتا ہے کہ وہ اس کی بنا پر رنج والم پر صبر کرتا رہے۔ اور نہ ہی شارع اسلام کا یہ منشا ہے کہ انسان کسی مصیبت کو اپنے اوپر نازل کرنے کے لئے کوئی سبب اختیار کرے، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو آزمانے اور ان کے ایمان میں پختگی لانے کے لئے موذی اور مؤلم چیزوں کو پیدا کیا ہے، اور ان ضرررساں مخلوق کو بندوں پر اپنی مشیت کے موافق مسلط کیا اور ہر بیماری کے لئے اس نے دوا اور ہر مصیبت سے چھٹکارا کے لئے اسباب بھی اسی نے پیدا فرمائے جیسا کہ مسلم شریف (حدیث نمبر:۲۲۰۴) میں ہے: ''ولکل داء دواء فاذا اصیب دواء مبرأ باذن اللہ عزوجل'' یعنی ہر بیماری کی دوا ہے جب بیماری کو اس کی اصل دوا میسر ہو جائے تو انسان اللہ عزوجل کے حکم سے شفایاب ہو جاتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے اللہ کے کلیم حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ایک مرتبہ اپنے شکم میں درد کا احساس کیا۔ آپ نے اس سے راحت کے لئے چند تدبیریں کی مگر سکون حاصل نہ ہوا تو آپ اپنی جائے التقا یعنی کوہ طور پر پہنچے اور خالق حقیقی سے شفا کی دہائی دی ، اللہ رب العزت نے ایک مخصوص درخت کی بوٹی کی طرف رہنمائی فرمادی آپ نے اس کو حاصل کیا اور شفا مل گئی۔ چند ایام گزرنے کے بعد پھر وہی کیفیت دوبارہ لوٹ آئی اور شکم کے درد نے بے چین کر دیا تو آپ علیہ السلام نے رب تعالی کی بتائی ہوئی بوٹی کی طرف قصد کیا اور توڑ کر کھایا۔ لیکن افاقہ نہ ہوا۔ پھر کھایا اس طرح متعدد بار کیا۔ پھر بھی شفا حاصل

نہ ہوئی تو دوبارہ بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوئے عرض کیا اے میرے مالک! تیری رہنمائی سے میں نے شکم سے درد دور کرنے کے لئے اس بوٹی کو استعمال کیا تھا اور سکون مل گیا تھا اب آرام کیوں کر نہیں ہو رہا ہے؟ ارشاد ہوا: اے موسیٰ پہلی بار! اس بوٹی میں میرے اذن اور حکم سے ہی اثر پیدا کیا گیا تھا جب کہ تو نے مجھ سے شفا طلب کیا تھا لیکن اس بار تو نے مجھ سے شفا طلب نہیں کی بلکہ اس بوٹی کو ذریعہ شفا بنایا یہی وجہ ہے کہ اس بوٹی کو اذن شفا نہ ملی لہذا جاؤ اور اس کو حاصل کرو شفا مل جائے گی۔ حضرت کلیم علیہ السلام نے جب دوبارہ اسے تناول فرمایا تو فوراً درد کافور ہوا اور راحت حاصل ہوئی۔

واضح رہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہے، اسرائیلی روایت ان باتوں کو کہا جاتا ہے جو یہود و نصاریٰ کے طرف سے منقول ہوئی ہوں یا بائبل وغیرہ میں ذکر ہوں، ان کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ قرآن و حدیث کے معارض نہ ہوں تو ان کی باتوں کو تسلیم کیا جائے گا اور معتبر مانا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ کی طبیبانہ سیرت کے مطالعہ سے خاص طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے مریضوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ علاج کے لئے ماہر اطبا کو تلاش کریں، اور کامل اعتماد کے ساتھ اپنے مرض کی کیفیت بتائیں اور ان کی ہدایت پر عمل کریں، اور طبیب جو دوا تجویز کرے اس کو استعمال کریں، دوا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صحت و شفا کی دعا کریں کیونکہ سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے اور دعائیں بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ سے منقول دعاؤں کو یاد کر کے پڑھیں۔

یہاں ایک خاص رہنمائی یہ ہے: جس سے اکثر لوگ غفلت برتتے ہیں کہ کچھ لوگ تو صرف دوا کرتے ہیں اور کچھ لوگ صرف دعا کرتے ہیں جبکہ یہ دونوں طریقے درست نہیں ہیں اور کتاب و سنت کی تعلیم سے دور ہیں۔ لہذا دوا اور دعا دونوں کا استعمال ایک ساتھ کرنا چاہیے، نبی کریم ﷺ نے دونوں کا علاج ایک ساتھ کرنے کا حکم فرمایا ہے، تو

ان میں سے کسی ایک کو اپنے لئے کافی نہ سمجھا جائے، کہ جس طرح بیماریاں کسی نہ کسی سبب یا علت سے بندوں کو عارض ہوتی ہیں اسی طرح شفا بھی کسی نہ کسی چیز میں فاعل حقیقی کے اذن سے رکھی گئی ہے کہ مؤثر حقیقی وہی ہے اور وہی مسبب الاسباب ہے۔

رہی بات ان اشیاء کی، جن کو اللہ تعالیٰ نے امراض کا ظاہری سبب بنایا ہے وہ محض شر پہنچانے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے بلکہ اس نے جس چیز کو بھی پیدا کیا اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے۔اور وہ حکمت کے اعتبار سے خیر ہے جسے احکم الحاکمین عزوجل نے کہیں پوشیدہ رکھا تو کہیں ظاہر فرمایا مثلاً: اللہ نے بچھو جیسی زہریلی مخلوق کو پیدا کیا، جو بظاہر مجسمہ شر ہے لیکن ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اگر اسے مٹی کے کوزے میں گل حکمت (مٹی اور کپڑے سے کسی چیز کا منھ بند کرنا کہ بھاپ باہر نہ نکل سکے) کرکے ہلکی آنچ میں جلا کر راکھ بنا لیا جائے اور وہ راکھ برابر گردے پتھری والے مریض کو کھلایا جائے تو پتھری ریزہ ریزہ ہوکر خارج ہو جاتی ہے، اور اگر یہ فالج شدہ مریض کو ڈس لے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے مریض شفایاب بھی ہوسکتا ہے۔

البتہ ایسی اشیا میں بعض لوگوں کے لئے بسا اوقات شر ہوتا ہے لیکن وہ اضافی اور جزئی شر ہے مطلق اور کلی شر نہیں ہوتا، لہٰذا شریعت میں امراض اور امراض کا سبب بننے والے کو دفع کرنے کی اجازت ہے، تاکہ انسان اللہ کے حکم سے شفایاب ہوکر اس کے حکم سے لطف اندوز ہو اور مقصد تخلیق پر کاربند ہو سکے، صاحب فتح الباری حدیث مذکور کے تحت فرماتے ہیں کہ علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں علاج و معالجہ کا حکم موجود ہے جیسا کہ ماسبق سے ظاہر ہوا، وہ فرماتے ہیں ”جس طرح بھوک اور پیاس دور کرنا اور سردی و گرمی سے نجات کے لئے مشقت اٹھانا اور راحت و سکون کی کوشش کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے اسی طرح بیماری کا علاج کرنا بھی توکل علی اللہ کے خلاف نہیں بلکہ اس وقت تک حقیقت توحید مکمل نہیں ہوتی جب تک انسان شرعی و تقدیری طور پر ان اسباب

کو بروئے کار نہ لائے جنہیں اللہ نے اس کی ضرورت کے لئے پیدا کیا ہے اور ان اسباب کو اختیار نہ کرنا حقیقت توکل سے موئنہ پھیرنا ہے، اور یہ علاج و معالجہ کے حکم کو جھٹلانے اور اس کی حقیقت کو تسلیم نہ کرنے کے مترادف ہے' علاج و معالجہ کرانے میں ان لوگوں کا رد بھی ہے جو کہتے ہیں اگر مقدر میں شفا لکھی ہے تو علاج کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر مقدر میں شفا نہیں تو بھی علاج کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

اعلی حضرت اور علم الابدان: امام عشق و محبت، مجدد دین و ملت، عارف رموز و اسرار، عاشق سید الابرار والاخیار، سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی چودھویں صدی ہجری میں حاصل ہونے والی ایک ایسی نعمت عظمی تھی جسے عطا فرما کر خدائے تعالی نے قیامت تک آنے والی تمام امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا، یہ من جانب اللہ ایسی نعمت تھی جو نادر و نایاب اور یکتائے زمانہ تھی، میں اپنی کم علمی اور الفاظ کی تنگی کے باعث کما حقہ ان کی عظمت شان کو بیان کرنے سے قاصر ہوں، لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ان کی مقبولیت کا اندازہ لگانا ہماری بساط و ادراک سے بالاتر ہے۔ ان کا علمی قد، شان اجتھاد، مقام تحقیق اور درجہ محبوبیت کا تذکرہ کرنا ہمارے لیے سورج کو چراغ دیکھانے کے مترادف ہوگا۔

سرکار اعلی حضرت علوم شرعیہ و فرعیہ، علوم عقلیہ و سائنسیہ اور خاص کر علوم طبیہ و بدنیہ پر بھی قدرت کاملہ رکھتے تھے، اگرچہ مستقل آپ نے اس پر کوئی تصنیف نہیں فرمائی مگر آپ کی تصانیف اور فتاوے اس بات پر دلیل ہیں کہ جس طرح آپ تشریح الفاظ قرآن و حدیث اور تنقیح احکام و مسائل بیان فرماتے ہیں اسی طرح تشخیص امراض اور ان کے اسباب ظاہرہ پر بھی توجہ فرماتے ہیں، علم الابدان والادویات پر آپ کے تجربات قابل غور ہیں، الملفوظ ح اول ص ۱۳۱ر میں گائے کے گوشت سے متعلق فرماتے ہیں" وہ قطعاً حلال اور نہایت ہی غریب پرور گوشت ہے اور بعض امزجہ (طبیعتوں) میں گوشت بز (بکری کا گوشت) سے نافع تر

ہے (زیادہ نفع والا ہے) بہترے گوشت کے شوقین اسے پسند کرتے ہیں، اور بکری کے گوشت کو بیمار کی خوراک (بعض طبیب) کہتے ہیں، اور فرماتے ہیں ''حضور ﷺ سے اس (گائے) کا گوشت تناول فرمانا ثابت نہیں اور مجھے تو سخت ضرر کرتا ہے''۔

یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جو علوم عقلیہ، طبی فوائد اور نادر تجربات و نسخے پیش کئے ہیں ان سب کا مدار اور مرجع سیرت رسول پاک اور تعلیمات نبوی ﷺ ہے، جن کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت اسوۂ رسول ﷺ پر کس قدر عامل اور کس حد تک محبت فرمانے والے تھے'' چنانچہ آپ فرماتے ہیں ''مجھے نوعمری میں آشوب چشم اکثر ہو جایا کرتا اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا (سخت مزاج طبیعت کو یہ زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے)) ۱۹، کی عمر ہوگی رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمد چشم (آنکھ آنا) میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا الحمد لله الذی عافانی مما ابتلاك به و فضلنی علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا پڑھی تب سے اب تک آشوب چشم پھر نہ ہوا'' پھر لکھتے ہیں حضور سرور عالم ﷺ سے حدیث ہے کہ تین بیماریوں کو مکروہ (ناپسند) نہ رکھو زکام (سردی، بخار، سر درد وغیرہ) کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑیں کٹ جاتی ہیں، کھجلی (خارش، جادو، پھوڑے وغیرہ) کہ اس سے امراض جلدیہ (چمڑے سے متعلق بیماریاں) جذام (کوڑھ) وغیرہ کا ارتداد (ختم) ہو جاتا ہے، آشوب چشم نابینائی کو دفع کرتا ہے، (مرجع سابق) اور اسی میں ص ۵۶ پر فرماتے ہیں ''سر درد اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیا علیہم السلام کو ہوتے تھے، ایک ولی رحمۃ اللہ علیہ کو درد سر ہوا آپ نے اس شکریہ میں تمام رات نوافل میں گزار دی کہ اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے مجھے وہ مرض دیا جو انبیا علیہم الصلاۃ السلام کو ہوتا تھا، اور فرمایا ''ہر ایک مرض یا تکلیف جسم کے جس موضع (جگہ) پر ہوتی ہے وہ زیادہ کفارہ اسی موضع کا ہے کہ جس کا تعلق خاص اس سے ہے، لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے جس سے باذنہ تعالیٰ تمام رگ

رگ کے گناہ نکال دیتا ہے۔الحمدللہ کہ مجھے اکثر حرارت و درد سر رہتا ہے“۔

ان اقتباسات سے یہ بات اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ سرکار اعلی حضرت کو علوم بدنیہ سے نہ صرف واقفیت تھی بلکہ ان تمام علوم پر ملکہ اور کمال حاصل تھا، آپ نے جس قدر مسئلہ کی نوعیت ، سبب اور اس کے جسمانی وروحانی فائدے سے متعلق بحث فرمایا ہے اور بطور دلیل حدیث مصطفیٰ ﷺ پیش کیا ہے جن سے شکوک وشبہات کے تمام گنجلک گوشے سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور مخاطب کو کامل فائدہ کے ساتھ اطمینان قلبی کا سرور حاصل ہوتا ہے، ساتھ ہی ان کے مطالعہ سے ہمارے دین وایمان میں مزید پختگی آتی ہے اور عقیدت کا سورج اور بھی روشن و تابناک ہوجاتا ہے۔اللہ رؤف و رحیم میرے اعلی حضرت کے درجات میں اور بھی ترقی عطا فرمائے۔آمین۔

سرکار اعلی حضرت، عظیم البرکت رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک استفتا کیا گیا کہ دو لوگ ایسے پائے گئے ہیں جن کے سینے میں دو دل موجود ہیں۔اور ڈاکٹروں نے بھی اس کو اپنے طور پر جانچ کیا اور تصدیق بھی کی ہے، جب کہ کچھ لوگ اس کے خلاف قول کرتے ہیں ،اس بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے؟

وقت کے سب سے بڑے حکیم وفلسفی، فرد فرید محقق نے عقلی ونقلی دلائل سے مبرہن ایسی تحقیقات پیش کیا ہے، جن کو دیکھ کر موجودہ زمانہ کے سائنس داں اور میڈیکل سائنس کے بڑے بڑے ماہرین بھی دنگ رہ گئے، اعلی حضرت فرماتے ہیں ”قلب وہ عضو ہے کہ سلطان اقلیم بدن (جسم کی سلطنت کا بادشاہ) ومحل عقل وفہم (سوچ وفکر کا مرکز) ومنشا قصد و اختیار ورضا وانکار (ارادہ، اختیار، خوشی وانکار کے پیدا ہونے کی جگہ) ہے، ایک شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے، دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجد (ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے) آیت پاک ”(ما جعل الله لرجل من قلبين في جوفه)“ میں رجل نکرہ ہے اور تحت نفی داخل ہو تو مفید عموم واستغراق ہے (یعنی تمام جنس انسان کو یہ حکم شامل ہوتا ہے) کہ اللہ عزوجل

نے کسی کے دو دل نہ بنائے نہ کہ فقط اس شخص خاص کی نسبت انکار فرمایا (بلکہ انکار عام ہے تمام انسانوں سے اس کی نفی کرتا ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''الا وان فی الجسد مضغة،اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا و هی القلب (صحیح بخاری ج ۱/ص ۱/۳۱) یعنی سنتے ہو بدن میں ایک پارہ گوشت ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو سارا دن بگڑ جاتا ہے، سنتے ہو وہ دل ہے، تو اگر کسی کے دو دل ہوں ان میں سے ایک ٹھیک رہے ایک بگڑ جائے تو چاہئے معاً ایک آن میں سارا بدن بگڑا سنبھلا دونوں ہو (یعنی ایک وقت میں دل کا بگڑنا اور سنبھلنا لازم آئے) یہ محال ہے، (مثلاً) جب دو دل میں ایک نے ارادہ کیا یہ کام کیجئے دوسرے نے ارادہ کیا نہ کیجئے تو اب بدن ایک کی اطاعت کرے یا دونوں کی یا کسی کی نہیں، ظاہر ہے کہ دونو کی اطاعت محال ہے اور کسی کی نہ ہو تو (لازم آئے گا کہ) ان میں کوئی قلب نہیں کہ قلب تو وہی ہے کہ بدن اس کے ارادے سے حرکت وسکون کرتا ہے، اگر ایک کی اطاعت کرے گا دوسرے کی نہیں تو جس کی اطاعت کرے گا وہی قلب ہے اور دوسرا ایک بد گوشت (بڑھا ہوا خراب گوشت) ہے کہ بدن میں صورت قلب پر پیدا ہو گیا جیسے کسی کے پنجے میں چھ انگلیاں اور بعض کے ایک ہاتھ پر دو ہاتھ لگے ہوتے ہیں ان میں جو کام دیتا ہے اور ٹھیک موقع پر ہے وہی ہاتھ ہے، دوسرا بد گوشت ہے۔

''پھر فرماتے ہیں ڈاکٹروں کا بیان اگر سچا ہو تو اس کی یہی صورت ہوگی کہ بدن میں ایک گوشت بصورت دل زیادہ ہو گیا ہوگا، ہاتھ میں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی اور زائد دونو ہاتھ کام دیں مگر قلب میں یہ ناممکن ہے، (وجہ یہ ہے کہ) آدمی روح انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے، اور روح انسانی متجزی نہیں (روح کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے) کہ آدھا ایک دل میں رہے اور آدھا دوسرے میں تو جس سے وہ اصالۃ متعلق (بلا واسطہ ربط) ہوگی تو وہی قلب ہے دوسرا سلب (بیکار) ہے اور آیت کریمہ (یصورکم فی

الارحام کیف یشاء) میں فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویر بناتا ہے جیسی وہ چاہے یہ نہیں فرمایا کہ ''کیف تشاؤن بتخیلاتکم تخترعون '' جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گڑھو ویسی ہی تصویر بنادے (یعنی جیسی خیالی تصویر تم چاہو ویسا ہی بنائے) یہ محض باطل ہے، اور اس نے اپنی مشیت (مرضی) بتادی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی (یعنی اس نے اپنے کلام میں فرمادیا کہ میں نے کسی انسان کے سینے میں دو دل نہ رکھے اور دو دل کا ایک انسان کے سینے میں ہونا مرضی خالق کے خلاف ہوگا اسی لئے کسی انسان کے بارے میں ایسا اعتقاد رکھنا درست نہیں ہے)۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶ صفحہ ۲۱۱)۔

امام اہل سنت کے ان تمام دلائل قاہرہ وباہرہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ ایک انسان کے اندر دو دل نہیں ہوسکتے ، دو دل کا ماننا رب تعالی کی رضا اور اس کے بنائے ہوئے جسمانی نظام کے خلاف عقیدہ رکھنا ہے جو شرعا ،عقلا، ووضعا محال ہے ، اور آج جدید میڈیکل سائنس بھی اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ ایک انسان کے دو دل ہرگز نہیں ہوسکتے کہ یہ فطرت انسانی کے خلاف ہے۔

سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی تحقیق وتحریر کی سب سے اہم خوبی یہ ہوتی ہے کہ آپ ابواب تحقیق کے ہر ہر باب میں داخل ہوتے ہیں اور اندرون خانہ تمام باریک سے باریک گوشوں پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہ کسی کے لئے مجال شک وارتیاب ہی نہ رہے، دوسری اہم خاصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ تمام دلائل وبراہین قرآن وسنت کے عین موافق اور طبع انسانی کے بالکل مطابق ہوا کرتی ہیں، جنہیں عقل سلیم باآسانی قبول کرلیتے ہیں۔

زکام کی حالت میں جو پانی ناک، آنکھ اور منھ سے نکلتے ہیں ان کے نجس وناپاک ہونے کے سلسلے میں دریافت کیا گیا کہ آیا وہ پانی نجاست سے آمیزش ہوکر آتے ہیں یا خون وریم سے ان کا تعلق ہے کہ ان کے سبب وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب میں سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ''زکام کتنا ہی جاری ہو اس سے وضو نہیں جاتا کہ محض بلغمی رطوبات (گاڑھی تریاں) طاہرہ ہیں جن میں آمیزش خون یا ریم کا اصلا احتمال نہیں، پھر آگے فرماتے ہیں ''بلغم جو دماغ سے اترے ناقض وضو نہیں اور ظاہر ہے کہ زکام کی رطوبتیں دماغ ہی سے نازل ہیں تو ان سے نقض وضو کسی کا قول نہیں ہوسکتا'' پھر آب بینی کے سلسلے میں گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ''اگر ثابت کرلیں کہ جو طاہر رطوبات بدن سے نکلیں اگرچہ سائل ہوں ناقض وضو نہیں تو اب اس تجسم (گاڑھا) کی حاجت نہ رہے گی ، کہ آب دہان نائم (سوئے ہوئے کے منھ سے نکلنے والا پانی یعنی رال) سے استدلال کیجئے (یعنی رینٹھ ہو یا کھنکار گاڑھی ہو یا پتلی سب پاک ہیں اسی طرح رال بھی طاہر ہے کہ یہ تمام پانی نہ خون کے ساتھ آمیزش ہوتی ہے اور نہ ہی نجاست سے ہوکر آتی ہیں بلکہ دماغ سے اترتی ہیں)، خود آب بینی کی طہارت مصرح ومنصوص ہے ۔ درمختار مسائل قے میں ہے''**المخاط کالبزاق** "(رینٹھ تھوک کی طرح ہے) خود علامہ طحطاوی پھر شامی فرماتے ہیں،''**ومانقل عن الثانی من نجاسۃ المخاط فضعیف** ''(تھوک کے نجس ہونے سے متعلق دوسرا قول ضعیف ہے) تو مسئلہ قے بلغم سے استدلال جس طرح فقیر نے کیا اسلم واحکم ہے جس میں خود علامہ طحطاوی کو اقرار ہے کہ رطوبات بلغمیہ جب دماغ سے اتری ہوں بالاجماع ناقض وضو نہیں''

(واضح رہے کہ یہاں علامہ طحطاوی کو ایک شبہ عارض ہوا کہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی ہے جو سائل چیز بدن سے بیماری کی وجہ سے نکلے وہ ناقض وضو ہے۔ مثلاً آنکھ دکھنے میں یا آنکھ، کان ، ناک وغیرہ میں دانہ یا ناسور ہو یا کوئی مرض ہو اور ان کی وجہ سے جو پانی بہیں وہ ناقض وضو ہوں گے ۔ لہذا امام طحطاوی فرماتے ہیں ظاہری طور پر یہ حکم زکام کی حالت میں ناک کو بھی شامل ہوگا جبکہ علامہ شامی نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے رال کا حکم بطور دلیل پیش کیا ہے جو مذکور ہوا)

ثم اقول کے ذریعہ مسئلہ مذکور پر باریک نظر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اب یہ نظر کرنی رہی کہ آیا کلیہ مذکورہ ثابت ہے کہ اگر ثابت ہوتو یہاں تک استظہار علامہ طحطاوی کے خلاف دو دلیلیں ہوجائیں گی۔ ''مسئلہ قے'' اور'' مسئلہ آب بینی'' کہ فقیر نے عرض کیا اور علامہ شامی کے طور پر تین، تیسرا مسئلہ آب دہان نائم کے وہ مثل بزاق یعنی لعاب دہن ہے اور لعاب دہن و بلغم جنس واحد ہیں اور انہیں کے جنس سے آب بینی ہے۔(اب مسئلہ کی نوعیت کو بتاتے ہوئے فرماتے ہیں) وہی رطوبات ہیں کہ قدر غلیظ وبستہ (تھوڑی جمی ہوئی گاڑھی) ہوں تو بلغم کہلائیں، رقیق (پتلی) ہوکر منھ سے آئیں تو آب دہن، غلیظ یا رقیق ہوکر ناک سے آئیں تو آب بینی'' حلیہ کے حوالے سے یہ تشریح منقول ہے(فتاوی رضویہ، جلد۱، صفحہ۴۴۲، ۴۴۶، ۴۴۸)۔

ماشاء اللہ میرے امام کی شان ترجیح اور مقام تشخیص کا کیا کہنا، انہوں نے تو جسم کو عارض ہونے والے اسباب نیز اس کی کیفیات کی بھی ایسی وضاحت فرمادی کہ آب دہن (تھوک) بلغم اور آب بینی (رینٹھ) کے درمیان فرق بھی واضح ہوگیا اور کسی گوشہ پر کلام کرنے کی گنجائش بھی نہ رہی۔ایک اور مسئلہ درپیش ہوا کہ حالت روزہ میں اگر بلا قصد دھواں یا غبار حلق میں چلا جائے تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

ارشاد فرماتے ہیں کہ'' فی الواقع تجربہ بھی اس کی ندرت کا گواہ ہے، (یعنی تجربہ یہی بتاتا ہے کہ دھواں حلق میں چلا جانا بالقصد نہیں ہوتا) دھواں جب حلق میں جاتا ہے اس کی تلخی (کڑواہٹ) محسوس ہوتی ہے اور طبیعت کی دافعہ (انسان کے جسم میں موجود قوت مدافعت) فوراً دفع (دور) کرتی ہے، اور جب دماغ میں جاتا ہے اس کی سوزش (جلن) معلوم ہوتی ہے اور دماغ کو اذیت دیتی ہے، یہ حالت کھانا پکانے والوں کو شاذ و نادر واقع ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت یا ہر روز تو دھوئیں سے جدا کھڑا ہونا اور بھی زیادہ سبب شاذ تر (بہت کم واقع) ہوگا۔اس کے قصد کو قصد مسبب کرنا کیوں کر ممکن، لاجرم (یقینی طور پر) یہاں اگر

ہوگا تو وہی محض دخول جسے تمام کتب میں تصریحا فرمایا کہ ہرگز مفسد صوم نہیں'' (یعنی اگر قصد کے ساتھ دھواں اور غبار داخل کیا تو ضرور مفسد صوم ہوگا ورنہ نہیں) (فتاوی رضویہ، جلد ۸، ص ۳۶۱)

علاج ومعالجہ کا حکم فتاوی رضویہ کی روشنی میں: گزشتہ صدی کی عظیم علمی وفقہی شاہکار ''فتاویٰ رضویہ'' نہ صرف فقہی موسوعہ (انسائیکلو پیڈیا) ہے بلکہ مروجہ تمام علوم وفنون کا عظیم سرمایہ اور بیش قیمتی خزانہ ہے جس میں سرکار اعلیٰ حضرت نے فقہ اسلامی کے ثبوت میں تمام علوم دینیہ وعلوم عصریہ سے ہم آہنگ تحقیقات نادرہ وتوضیحات بلیغہ پیش کی ہیں، اور جس قدر اپنے موہوبی فن صلاحیت کے جواہر پارے بکھیرے ہیں ، دقت نظر، وسعت مطالعہ، ذاتی فہم ومہارت کی جس کیفیات کا مظاہرہ فرمایا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی بالخصوص جب ہم آپ کے علم الابدان وعلم الادویات جو کہ علوم عقلیہ کا ایک حصہ ہے کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ''فتاویٰ رضویہ'' آپ کی ایسی علمی وراثت ہے جو امت مسلمہ کے حق میں لازوال تحفہ ہے اور ہر دور کی ضرورت اور ہر فن کے لئے مشعل راہ ہے اب آیئے اس کی چند جھلکیاں آپ کے نظر مطالعہ کرتے ہیں۔

علاج ومعالجہ کے حکم شرعی سے متعلق دریافت کیا گیا کہ ایک طائفہ مریضہ اگر مطب میں آئے، اس کا علاج کرنا معصیت ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں ''اگر معالجہ زن فاحشہ سے طبیب خود یہی نیت کرکے کہ یہ ارتکاب معاصی کے قابل ہو جائے ناسازی طبیعت کہ مانع گناہ ہے زائل ہوجائے تو اس کے عاصی ہونے میں کوئی کلام نہیں (یعنی اگر طبیب کی یہ نیت ہو کہ فاحشہ عورت تندرست ہوجائے اور کارے گناہ انجام دینے کے قابل ہوجائے تو طبیب گناہ گار ہوگا)'' فانما الاعمال بالنیات، وانما لکل امرئ ما نوی'' (بخاری ج ۱ ص ۲) (ترجمہ: عمل کا مدار نیت پر ہے اور انسان کے لئے وہی بدلہ ہے جو اس نے نیت کی) اگر اس کی یہ نیت نہیں بلکہ عام معالجے جس نیت محمودہ یا مبا

حہ سے کرتا ہے وہی غرض یہاں بھی ہے تو اگر مرض ایذا دہندہ ہے جیسے کہ اکثر امراض یوں ہی ہوتے ہیں جب تو اصلا حرج نہیں، نہ اسے اعانت معصیت سے علاقہ بلکہ نفع رسانی مسلمہ، یادفع ایذائے انسان کی نیت ہے تو اجر پائے گا'' (ج۱۶ص۷۰۰)

معلوم ہوا کہ اگر نیت خیر کی ہے تو علاج کرنا پسندیدہ عمل ہے اوراس میں مسلمان بلکہ انسان کی خیر خواہی بھی ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے لہذا اس ارادہ کے ساتھ علاج کرنا باعث اجر وثواب ہے جس پر دلیل پیش کرتے ہوئے آپ نے یہ حدیث نقل فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وصال شریف میں فرمایا ''مجھ پر ایسے سات مشکیزوں کا پانی بہاؤ جن کے بندھن کھولے گئے نہ ہوں شاید میں لوگوں سے کوئی عہد لوں،، (بخاری ج۲ص۶۳۹) مذکورہ حدیث پاک کی وضاحت سے متعلق مواہب شریف کی یہ عبارت پیش فرماتے ہیں ''**وقد قیل فی الحکمةفی ھذا العددان لہ خاصیةفی دفع الضرر السم والسحر** ''یعنی کہا گیا ہے کہ اس سات عدد میں حکمت یہ ہے کہ یہ زہر وسحر کو دفع کرنے کے لئے خاص ہے بیماریاں اوران کے دفیعہ کی تدبیر کرنے کے سلسلہ میں ذکر کرتے ہیں کہ تشخیص ادویات کا حکم بزبان مصطفے جان رحمت متعدد طرق سے مروی ہیں جیسا کہ شرح زرقانی میں ہے حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جو کوئی صبح سویرے سات عجوہ کھجور کھالے تو اسے اس دن زہر اور جادو سے نقصان نہیں پہونچے گا (ج۱۶ص۷۰۴) اور اسی مقام پر یہ مسئلہ دریافت ہوتا ہے کہ اگر کسی مریض نے دوا نہ کی اور علاج نہ کرنے کے سبب مرگیا تو گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں (درالمختار میں ہے **یا ثم بترک الاکل مع القدرة علیہ حتی یموت بخلا ف التداوی ولوبغیر محرم فا نہ لوترکہ حتی مات یأثم کما نصوا علیہ لانہ مظنون و اللہ سبحنہ تعا لیٰ اعلم** (ترجمہ: اگر کھانے پر قدرت کے باوجود نہیں کھایا اور مرگیا تو گنہ گار ہوگا برخلاف دوا کرنے کہ اگر چہ وہ حرام نہ ہواس لئے کہ اگر کسی نے دوا نہ کی اور مرگیا تو گنہ گار نہ ہوگا جیسا

کہ نص اس پر وارد ہے کیونکہ دوائیاں ظنی اصول پر مبنی ہوتی ہیں۔)

ثابت ہوا کہ علاج کرنا اور بیماری دور کرنے کی تدبیر وحیلہ کرنا تو جائز ہے مگر واجب نہیں کیونکہ دوا میں شفا کا یقین نہیں ہوتا ہے جب تک کہ موثر حقیقی اثر پیدا نہ کردے۔ لہذا یہ تمام کے تمام ادویات کی ترکیبیں ظنیات پر مبنی ہیں اور ظنی سے حکم یقینی حاصل نہیں ہو تا، لہذا دوا کے ساتھ توکل ضروری ہے کہ وہی شافی الامراض وہی دافع البلیات ہے۔

انگریزی دوا سے متعلق حکم بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''انگریزی دوا جس میں شراب پڑتی ہے جیسے ٹنکچر وہ مطلق ناجائز ہے اور جس دوا میں کوئی ناپاک یا حرام چیز معلوم نہ ہو اس سے بچنا بہتر ہے'' آگے لکھتے ہیں طبیب اگر کوئی ناجائز چیز دوا میں بتائے جب تو جائز نہیں اگر چہ طبیب مسلمان ہو اور جائز چیز میں حرج نہیں اگر چہ کافر ہو، اس کے بعد کہتے ہیں ہندوؤں کی طب عقلی اصول کے خلاف ہے اور اکثر مضر ہوتی ہے لہذا بچنا چاہئے۔ (ج ۱۶ ص ۲۱۷)

سرکار اعلی حضرت کے بقول غیر مسلموں کی طب اور انکے ترکیبی اصول عقل کے خلاف پر موقوف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے ضرر زیادہ فائدہ کم ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ بھی کے ان کی اکثر دوائیوں میں حرام چیزوں کی آمیزش ہوتی ہے جیسے کہ شراب، اسپرٹ، خنزیر کی چربی، مردار کا خون وغیرہ جو کہ نجس و ناپاک ہیں، اسی لئے حتی الامکان ان سے بچنے کی کوشش کی جائے، ان کی جگہ دوسری دوائی استعمال کریں جو جسم کو کم نقصان پہنچاتے ہیں ،اور ناپاک چیزوں سے پاک ہیں۔

ایک وسوسہ اور وہم لوگوں میں بکثرت پایا جاتا ہے کہ بیماریاں دوسرے کو اڑ کر لگ جاتی ہیں بیماری مثلاً جزام، آشوب چشم، کھجلی، چیچک وغیرہ اس طرح کئی امراض ایسے ہیں جن کے تعلق سے لوگوں کا یہی نظریہ ہے کہ یہ دوسرے کو اڑ کر لگ جاتی ہیں لہذا ایسے مریضوں سے لوگ نفرت و بے زاری کا اظہار کرتے ہیں، ان کے ساتھ کھانا پینا ،سونا

بیٹھنا بھی منقطع کر دیتے ہیں اور یہی اصول آج کے جدید میڈیکل سائنس کا بھی ہے جو بیماری کے متعدی ہونے کے قائل ہیں، سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سلسلے میں سوال ہوا کہ بیماریوں کی تعدی اور جذام وغیرہ سے متعلق حکم کیا ہے؟

آپ فرماتے ہیں ''مذہب معتمد وصحیح ورجیح وتجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک، طاعون وغیرہا اصلاً کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز ہرگز اڑ کر نہیں لگتی، یہ محض اوہام بے اصل ہیں (صرف خیالی باتیں ہیں) کوئی وہم پکائی جائے تو کبھی اصل بھی ہو جاتا ہے کہ ارشاد ہوا ہے ''انا عند ظن عبدی بی ''(مسند احمد، ج۲،ص۳۱۵)(میں اپنے بندوں کے گمان کے قریب ہوں) وہ اس دوسرے کی بیماری اسے نہ لگی بلکہ خود اسی کی باطنی بیماری کہ وہم پر وردہ تھی صورت پکڑ کر ظاہر ہوگئی (یعنی اس کے دل میں جو وہم موجود تھا وہی بیماری کی صورت پکڑ کر ظاہر ہوا) فتح القدیر میں ہے'' بل الوھم وحدہ من اکبر اسباب الاصابۃ'' (بیماریوں کے بڑے اسباب میں سے ایک وہم ہے) اس لئے اور نیز کراہت و اذیت وخود بینی وتحقیر مجذوم سے بچنے کے واسطے اور نیز اس دوراندیشی سے کہ مباداً (اچانک) اسے کچھ پیدا ہوا اور ابلیس لعین وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اڑ کر لگ گئی اور اب معاذ اللہ اس امر کی حقانیت اس کے خطرہ (دل) میں گزرے گی جسے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم باطل فرما چکے ہیں یہ اس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا ان وجوہ سے شرع حکیم ورحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اس سے دور رہیں (ج۱۶ص۷۵۸)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ کوئی مرض دوسرے کو اڑ کر نہیں لگتا یہ صرف اور صرف وہمی وظنی سوچ کا نتیجہ ہے، اور حدیث پاک میں جہاں جذامی (کوڑھ کا مریض) سے الگ رہنے اور خارش زدہ اونٹوں کو سالم اونٹوں سے دور رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ضعیف الاعتقاد یہ نہ سوچ لے کہ بیماریاں اڑ کر لگ جاتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ وہ بیماری اس کو لگ گئی تو فوراً شیطان مردود دل میں یہ خیال پیدا کرے گا کہ اس مریض کے ساتھ قربت

ہی کا نتیجہ ہے اسی وجہ سے ہادی اعظم ﷺ نے ایسے مریضوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے مگر ان سے کراہت ونفرت کا اظہار کرنا قطعاً روا نہیں۔

چنانچہ اسی میں حدیث ''جذامی سے نیزہ دو نیزہ کے فاصلہ سے بات کرو'' کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''العیاذ باللہ رب العالمین یہ اسی کے لئے ہے جسے واقعی جذام ہو نہ یہ کہ خون میں صرف قدرے جوش کی کچھ علامت سی پاکر اسے دور دور کرنے لگیں کہ یہ تو ناحق مسلمان کا دل دکھانا ہے خصوصاً بھائی بند اولاد کا ایسا کرنا کس قدر خداترسی وانسانیت سے بعید ہے اللہ کی پناہ مانگیں کیا وہ ان کو مبتلا نہیں کرسکتا والعیاذ باللہ رب العالمین، پھر لکھتے ہیں ''اس طرح کے جوش کی علامت معاذ اللہ بعض اوقات بے مرض جذام بھی خون کی حدت وغیرہ سے پیدا ہوجاتی ہے اور باذن الٰہی مصفیات (خون صاف کرنے والی چیزیں) وغیرہا کے استعمال سے جاتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ اپنی بلاؤں سے پناہ عطا فرمائے آمین۔(ج ۱۵ ص ۳۲۱)

تعویذات اوردعاؤں سے متعلق احکام: تعویذات اور دعاؤں سے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آیات قرآنیہ واسماء الٰہیہ دفع امراض میں مؤثر ہیں نیز اوراد ووظائف کے ذریعہ علاج کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

ارشاد فرماتے ہیں ''تعویذات اسمائے الٰہی وکلام الٰہی وذکر الٰہی سے ہوتے ہیں ان میں اثر نہ ماننے کا جواب وہی بہتر ہے جو حضرت شیخ ابوسعید الخیر قدس سرہ العزیز نے ایک ملحد کو دیا جس نے تعویذات کے اثر میں کلام کیا حضرت قدس سرہ نے فرمایا تو عجب گدھا ہے وہ دنیوی بڑا مغرور تھا یہ لفظ سنتے ہی اس کا چہرہ سرخ ہوگیا اور گردن کی رگیں پھول گئیں اور بدن غیظ سے کانپنے لگا اور حضرت سے اس فرمانے کا شاکی ہوا (شکایت کرنے لگا) فرمایا میں نے تمہارے سوال کا جواب دیا ہے گدھے کے نام کا اثر تم نے مشاہدہ کرلیا تمہارے اتنے بڑے جسم کی کیا حالت کردی لیکن مولیٰ عزوجل کے نام پاک

میں اثر سے منکر ہو" (ج۱۶ص۲۰۷).اسی طرح عملیات وغیرہ کتابوں سے کرنے کے حکم سے متعلق فرماتے ہیں "عملیات وتعویذات اسمائے الٰہی وکلام الٰہی سے ضرور جائز ہیں جب کہ ان میں کوئی طریقہ خلاف شرع نہ ہو، مثلاً کوئی لفظ غیر معلوم المعنی جیسے حفیظی، رمضان، کعسلہوان اور دعائے طاعون میں طاسوسا، عاسوسا، ماسوسا ایسے الفاظ کی اجازت نہیں جب تک حدیث یا آثار یا اقوال مشائخ معتمدین سے ثابت نہ ہو۔

یوں ہی دفع صرع (مرگی کا مرض) وغیرہ کے تعویذ کہ مرغ کے خون سے لکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے، اس کے عوض مشک سے لکھیں کہ وہ بھی اصل میں خون ہے۔ یوں ہی حب وتسخیر کے لئے بعض تعویذات دروازہ کی چوکھٹ میں دفن کرتے ہیں کہ آتے جاتے اس پر پاؤں پڑے یہ بھی ممنوع وخلاف ادب ہے، اسی طرح وہ مقصود جس کے لئے وہ تعویذ یا عمل کیا جائے اگر خلاف شرع ہونا جائز ہو جائے گا جیسے عورتیں تسخیر شوہر (شوہر کو قابو کرنا) کے لئے تعویذ کراتی ہیں، یہ حکم شرع کا عکس ہے، اللہ عزوجل نے شوہر کو حاکم بنایا ہے اسے محکوم بنانا عورت پر حرام ہے۔ یوں ہی تفریق وعداوت کے عمل وتعویذ کے محارم ہیں کیے جائیں مثلاً بھائی کو بھائی سے جدا کرنا یہ قطع رحم (رشتہ توڑنا) حرام، یوں ہی زن وشو میں نفاق ڈلوانا، حدیث میں فرمایا۔ **لیس منا من خبب امرأة علی زوجها** (جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑے وہ ہمارے گروہ سے نہیں) (سنن ابی داؤد، ج۱، ص ۲۹۶) بلکہ مطلقا دو مسلمانوں میں تفریق بلاضرورت شرعی ناجائز ہے حدیث میں فرمایا" **لا تباغضوا ولا تدابروا ـ الی قوله علیه السلام و کونوا عباد الله اخوانا** (آپس میں بغض وعداوت نہ رکھو اور اے اللہ کے بندو بھائی چارگی اختیار کرو) (صحیح البخاری، ج۲، ص۸۹۶) غرض نفس عمل یا تعویذ میں کوئی امر خلاف شرع ہو یا مقصود میں تو ناجائز ہے ورنہ جائز بلکہ نفع رسانی مسلماں کے غرض سے محمود وموجب اجر ہے "**قال** صلی اللہ علیہ وسلم **من استطاع منکم ان ینفع اخاه فلینفعه**" (صحیح مسلم، ج۲، ص۲۲۴

)تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی کو کوئی نفع پہنچائے تو پہنچائے۔(ج۱۶ص۲۱۷)
اسمائے الٰہیہ کی تاثیر سے متعلق کلام فرماتے ہوئے ایک اور مقام پر حدیث پاک سے دعا کی تخصیص کرتے ہوئے نسخہ ارشاد فرماتے ہیں ''مسلم شریف میں ہے کہ جس کو درد کا عارضہ ہو اس پر یہ کلمات سات مرتبہ پڑھے جائیں ''اعوذبعز اللہ و قدرتہ من شر ما اجد واحاذر''یعنی اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کی قدرت سے پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے جس کو پاتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں (چوکنا رہتا ہوں) اور سنن نسائی شریف میں ہے کہ جو کوئی ایسے مریض کے پاس جس کی موت مقدر (تقدیر میں) نہ ہو. ان الفاظ سے سات دفعہ دعا کرے تو وہ صحت یاب ہو جائے گا، کلمات یہ ہیں:

''أسال اللہ العظیم رب العرش العظیم أن یشفیك (سبع مرات)''(شرح زرقانی، ج۸،ص ۲۵۸) یعنی میں اللہ عظمت والے سے سوال کرتا ہوں جو بڑے عرش کا مالک ہے کہ وہ تجھے شفا عطا فرمائے۔(ج۱۶ص۲۰۴) اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اسمائے الٰہیہ و ذکر الٰہی کے سبب بیماریاں اور عارضے تو دفع ہوتے ہی ہیں مگر اللہ جل شانہٗ نے اپنے نیک اور مقرب بندوں کے اسمائے مبارکہ میں بھی ایسی تاثیر رکھی ہے کہ ان کے نام سے بھی بلائیں دور ہوتی ہیں اور بندہ بیماری اور مصیبت سے نجات پا لیتا ہے، فرماتے ہیں ''اسمائے انبیاء و اولیاء علیھم الصلاۃ والثنا سے بھی تعویذ بطور تبرک و توسل روا ہے کہ یہ تابع و مظہر اسمائے الٰہیہ ہیں، امام ابو بکر بن السنی تلمیذ جلیل امام نسائی نے کتاب عمل الیوم واللیلہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا''اذا کنت بواد تخاف فیھا السباع فقل أعوذ بدانیال و بالحب من شر الاسد' جب تو ایسے جنگل میں ہو جہاں شیر کا خوف ہو تو یوں کہ میں پناہ لیتا ہوں حضرت دانیال علیہ الصلاۃ والسلام اور ان کے کنویں کے شیر سے۔ اور مواہب شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں ''امام ابو بکر احمد بن علی بن سعید ثقہ حافظ الحدیث سے (روا

یت) ہے مجھے بخار آیا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی یہ تعویذ مجھے لکھ کر بھیجا
بسم اللہ الر حمٰن الرحیم بسم اللہ و با للہ و محمد رسو ل للہ یا نار کو نی برد
اًو مسلماً الخ" یعنی اللہ کے نام اور اللہ کی برکت سے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی برکت سے
اے آگ! ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا الی اٰخرہ (ج ۱۵ ص ۶۸۶) اسی میں صفحہ آئندہ پر سرکار
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں انبیاء کرام کے اسمائے مبارکہ اسمائے الٰہیہ کے تابع و مظہر ہو کر مؤثر
ہیں ہی حتی کہ اللہ جل شانہ نے بعض اولیائے کرام کے ذکر اسما میں بھی ایسی اثر رکھی ہے ان
کے نام مبارک سے بھی وسیلہ مانگا جاتا ہے اور بیماریاں دور کرنے کی تدبیریں کی جاتی ہیں
جیسا کہ فرماتے ہیں "حضرت امام دمیری نے بعض اہل خیر سے روایت کیا" ان اسماء
الفقہاء السبعۃ الذین کانوا بالمدینۃالشریفۃ اذا کتب فی رقعۃو جعلت فی
القمح فانہ لا لیوس ما دامت الرقعۃ فیہ" یعنی مدینہ طیبہ کے ساتوں فقہاء کرام کے
اسمائے طیبہ اگر ایک پرچہ میں لکھ کر گیہوں میں رکھ دیا جائے تو جب تک وہ پرچہ رہے گا
گیہوں کو گھن نہ لگے گا۔ان کے اسمائے طیبہ یہ
ہیں: عبید اللہ، عروہ، قاسم، سعید، ابوبکر، سلیمان، خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔پھر فرماتے
ہیں "بعض اہل تحقیق سے روایت کیا" ان اسماء ھم اذا کتبت و علقت علی الرأس
أو ذکرت علیہ أزالت الصدع" ان فقہائے کرام کے نام اگر لکھ کر سر پر رکھے جائیں یا
پڑھ کر سر پر دم کئے جائیں تو دردِ سر کھو دیتے ہیں" (ص ۶۸۷)

ان کے علاوہ بھی سرکار اعلیٰ حضرت نے متعدد بیماریاں اور ان کے اسباب مع تشخیص
ادویہ و نسخہ جات اپنی کتاب مستطاب "فتاویٰ رضویہ" میں رقم فرمائے ہیں، تنگی دامان کے
سبب تمام کا استحضار مشکل ہے، بس اللہ کریم کی بارگاہ میں التجا ہے کہ میری یہ مختصر سی کاوش کو
بارگاہ اعلیٰ حضرت میں قبول فرمائے اور سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات کو
عام سے عام تر فرمائے۔آمین۔

درد مندوں کو نوید سر خوشی تجھ سے ملی
غم کے ماروں کو دوائے زندگی تجھ سے ملی
جب تلک موجود ہے شام و سحر کا یہ نظام
جاویداں تاریخ حکمت میں رہے گا تیرا نام

☆☆☆

عرض: کیا، کرکٹ، فٹ بال یا ٹینس، کچھ دیر کے لئے بچوں یا بڑوں کے ساتھ کھیلا جا سکتا ہے؟

ارشاد: لہو ولعب شرعاناجائز ہے۔ فٹ بال یا کرکٹ وغیرہ جوالعاب ریاضیہ ہیں، اگر ان کو ریاضت کے طور پر، جس میں برہنہ ہونا لازم نہ آئے، اور نمازوں کا قضا کرنا، لازم نہ آئے، کھیل کود کی نیت نہ ہو، بل کہ ورزش کی اگر نیت ہو تو، کبھی کبھی اس میں حرج نہیں۔ (معارف تاج الشریعہ ص ۵۷۳)

چمنستان

تاج الشریعہ

علامہ اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمہ

باغ جنت کا رستہ چلاکر ہمیں ، اختر قادری خلد میں چلدئے
نغمہ ،عشق نبی کا سناکر ہمیں، اختر قادری خلد میں چلدئے

یہ دعا ہے کہ جب تک زمانہ رہے، ان کی عظمت کا ہر سو ترانہ رہے
حق تعالی کے در سے ملاکر ہمیں ، اختر قادری خلد میں چلدئے

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی مقبولیت

از: حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی مصباحی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ تاریخ، پریسیڈنسی یونیورسٹی، کولکاتا

حضور تاج الشریعہ، بدرالطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری قادری بریلوی (ولادت: ۲۳ نومبر، ۱۹۴۳ء/ وصال: ۲۰ جولائی، ۲۰۱۸) نور اللہ مرقدہ مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خان ابن حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان علیہما الرحمۃ والرضوان کے فرزند ارجمند تھے۔آپ ایک عالم باعمل اور شیخ کامل تھے۔آپ اپنے علم وفضل، کردار وعمل اور تقوی طہارت میں اپنے جد امجد، امام اہل سنت، اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے علوم ومعارف کے وارث اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے جانشین تھے۔حضور تاج الشریعۃ علیہ الرحمۃ والرضوان علم وحکمت، فضل وکمال، اتباع شریعت وطریقت، عبادت وریاضت، عزم واستقامت، ایفائے عہد، تواضع ومنکسر المزاجی، تقوی وطہارت، زہد وورع، سادگی وفروتنی، عرفان وآگہی اور کردار کی بلندی میں ایک منفرد شناخت رکھتے تھے۔تبحر علمی، زبان دانی اور سلوک ومعرفت کے میدان میں عالمی شہرت کے حامل تھے۔اپنے عظیم خانوادے کے علمی وروحانی کمالات کے سچے وارث تھے۔

انہی اوصاف کی وجہ سے آپ ہندو پاک میں ایک مقبول شخصیت تھے اور عوام وخواص کی نظر میں دینی، فقہی اور روحانی علوم ومعارف کے حوالے سے ایک مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔امام اہل سنت وجماعت حضرت امام احمد رضا خان قادری، حجۃ الاسلام حضرت مولانا

حامد رضا قادری، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا قادری اور مفسر اعظم حضرت مولانا ابراہیم رضا قادری علیہم الرحمۃ و الرضوان کے علمی و عملی کمالات سے آپ کو وافر حصہ ملا تھا۔فہم و ذکا، قوت حافظہ، جودت طبع، فقہ و افتا میں مہارت و اصابت،، قوت بیان ،شریعت مطہرہ پر استقامت و ثبات قدمی اور طریقت و راہ سلوک میں کمال جیسے اوصاف حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو ان ہی حضرات سے وراثت میں ملے تھے۔اور آپ نے علم وعمل اور کردار سے یہ ثابت کر دیا کہ آپ اپنے باکمال اسلاف کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی میراث کے قابل بھی تھے۔راہ سلوک اور طریقت اور روحانیت کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے والے مریدین ومتوسلین کے علاوہ بہت سے لوگوں نے آپ کو کامل و مکمِّل شیخ طریقت بھی مانا ہے۔اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اہل علم ونظر نے آپ کے علمی و عملی اوراخلاقی وروحانی فضل وکمال کا اعتراف کیا اور آپ کو شایان شان القابات وخطابات سے یاد کیا ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شہرت و مرجعیت دراصل اس مقبولیت اور محبوبیت کی وجہ سے ہے جو اللہ تبارک وتعالی کے فضل وکرم سے آپ کو ملی تھی۔ایں سعادت بزور بازو نیست ۔تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی زندگی میں دعوت وارشاد، علم وعمل، اصابت و استقامت اور روحانی نسبتوں کو حوالے سے فکر وعمل کے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو آئندہ نسلوں کے لیے نشان منزل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ جہات ہیں جن میں ایمان وعقیدہ کی صحت اور عمل و کردار کی بلندی اور خلوص وللّٰہیت کی بدولت ایک بندہ اپنے رحیم ورحمٰن رب کی عنایتوں سے سرفراز ہوتا ہے۔ قران عظیم میں ہے۔"بے شک وہ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اور تمہارے لیے ہے

اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے ہے اس میں جو مانگو۔ مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔ اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔ اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی، اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے کہ گہرا دوست۔ اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو، اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔'' (قرآن مجید؛ ۳۵۔۳۰:۴۱؛ ترجمہ از کنز الایمان)۔ تقوی و پرہیزگار اختیار کرنے والوں اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے والوں کو اللہ تبارک و تعالی کی بارگاہ اقدس سے اجر ملتا ہے۔'' بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ (اجر) ضائع نہیں کرتا۔'' (قرآن مجید؛ ۹۰:۱۲؛ ترجمہ از کنز الایمان)۔ اور یہ اجر وثواب بھی ایسا کہ اس کے بارے میں خود اللہ جل شانہ وعم نوالہ کا فرمان ہے کہ:'' اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا، یعنی انبیاء، صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ ہی کافی ہے جاننے والا۔ (قرآن مجید؛ ۶۹۔۷۰:۴؛ ترجمہ از کنز الایمان)۔

ان آیات کریمہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عبادت و بندگی اور مجاہدہ و ریاضت کے ذریعہ سعید و نیک بخت انسان اپنے رب کریم جل جلالہ وعم نوالہ کے بے پایاں فضل وکرم کو حاصل کرتا ہے۔ اور اللہ تعالی کے محبوب اور پسندیدہ بندوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اور جو بندے اپنے مالک اور آقا کے پیغام کی دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہیں اور اس راہ میں درپیش مسائل کا صبر واستقلال کے ساتھ سامنا کرتے ہیں اور اس کے پیارے اور چہیتے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ کے مقام ومرتبہ اور عظمت وناموس کی حفاظت اور اس کی محبت واطاعت کے لیے صالح جذبات کو پروان چڑھاتے ہیں ان پر اللہ تبارک و تعالی کی خصوصی نوازش ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ

والرضوان کی زندگی دین وسنیت کی خدمت کے لیے وقف تھی۔حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے لوگوں کو کتاب وسنت پرعمل کی دعوت دی۔عقیدہ وعمل کی اصلاح و درستگی کے لیے کوششیں کیں۔ معاشرہ میں پھیلی اعتقادی اور عملی مفاسد اور خرابیوں کو دور کرنے کے لیے جدو جہد کی۔لوگوں کو برائی سے دور رہنے اور نیکی کی راہ پر چلنے کی تلقین کی۔اور دعوت وارشاد کا کام کیا۔یہی وجہ ہے کہ لاکھوں لوگوں نے آپ سے دینی وروحانی تعلیم وتربیت حاصل کی۔جو لوگ دعوت وارشاد کا کام کرتے ہیں اللہ تعالی ان کو پسند فرماتا ہے اور ان کو لوگوں میں مقبولیت سے نوازتا ہے۔ذیل میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان کی حیات مبارکہ کے چند گوشوں اور آپ کے چند اوصاف وکمالات کا بیان ہے جن کی وجہ سے آپ پر اللہ تبارک وتعالی کے فضل وکرم کی بارش ہوئی۔اور عوام وخواص میں آپ کو مقبولیت اور ہر دلعزیزی ملی۔

دعوت وتبلیغ: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر وتقریر اور دعوتی وتبلیغی اسفار اور بیعت وارشاد کے ذریعہ بہت سے گم گشتگان راہ کو دین وسنیت کے راستے پر گامزن کیا۔ بہت سے ناقصوں کو کمال کے درجہ پر فائز فرمایا۔اور اپنے اسلاف کرام کے نقوش قدم پر چل کر بے شمار بندگانِ خدا کے دلوں کو اسلام وسنیت کے نور سے روشن کر دیا۔آپ نے اپنی تقریروں کے ذریعہ دینی، ملی، سماجی اور عائلی مسائل پر اہل اسلام کی رہنمائی فرمائی۔ دعوت وتبلیغ کے مقصد سے آپ نے ملک و بیرون ملک متعدد اسفار بھی کیے۔ان میں آپ نے سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے مسلک اور افکار ونظریات کو فروغ دیا۔ باطل فرقوں کی شناخت اور ان کی تردید کا بھی کام کیا۔حالات حاضرہ کے تناظر میں مسلمانوں کو درپیش مسائل اور مشکلات اور ان کے حل پر بھی روشنی ڈالی۔مختلف ممالک کے علماء، مشائخ اور دانشوروں کے ساتھ ان موضوعات پر گفتگو بھی فرمائی۔ان دعوتی وتبلیغی اسفار کے دوران بہت سے لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے کفر وگمراہی کے

دلدل سے نکل کر دین وسنیت کی راہ پر چلنے لگے۔ ان اسفار میں خوش نصیب حاضر باشوں کا کہنا ہے کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ارشاد واصلاح کی اثر آفرینی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے چند جملے ہی کسی کی زندگی میں اعتقادی، عملی، اخلاقی اور روحانی انقلاب لانے کے لیے کافی ہوتے تھے۔ اسی کے ساتھ آپ کی مثالی شخصیت بھی دوسروں کے لیے قابل تقلید نمونہ تھی۔ اور کیوں نہ ہو کہ آپ علم وفضل، زہد و تقوی اور خلوص وللّٰہیت کے پیکر اور شریعت اسلامیہ کی پاسداری میں اپنے عظیم اسلاف کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے عکس جمیل تھے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان شریعت اور طریقت کی روایتوں کے حامل اور امین تھے۔ یہی وجہ کہ آپ کی شہرت و مرجعیت کا دائرہ ملک و بیرون ملک تک پھیلا ہوا تھا۔ جس شہر اور جس علاقے میں آپ تشریف لے گیے وہاں اہل علم اور عوام آپ کی صحبت میں حاضر ہو کر آپ کے منبع علم وعمل سے سیراب ہوتے تھے۔

علم وعمل: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی مقام کے بارے میں علامہ عبد المبین نعمانی رضوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ''آپ کی ذات پوری جماعت اہل سنت کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ تفقہ فی الدین میں جو وراثت آپ کو حاصل ہے یکتائے زمانہ ہیں۔ فقہی جزئیات نوک زبان پر رہتے ہیں [۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔] اپنے اوقات کے تحفظ پر حد درجہ اہتمام فرماتے ہیں۔ غیر ضروری باتوں سے پرہیز اور مطالعہ کتب، سماعت کتب اور درس حدیث وفقہ، نیز فتوی نویسی آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ ساتھ ہی تصنیف وتالیف میں بھی اچھا خاصا وقت صرف فرماتے ہیں۔ حتی کہ سفر میں بھی تصنیف و ترجمہ کا کام جاری رکھتے ہیں۔ سفر میں بالعموم وقت کم ملتا ہے۔ ملنے جلنے والوں کی بھیڑ سے بچ نکلنا آسان نہیں، لیکن حضرت ازہری صاحب قبلہ عقیدت مندوں کی بھیڑ سے نکل کر علمی مشاغل اپناتے ہیں۔'' (تجلیات تاج الشریعہ: ۲۰۷)۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ و

الرضوان نے علم قرآن وتفسیر، علم حدیث وفقہ، علم کلام وعقائد اور شعر وشاعری کے میدان میں تابندہ علمی وفکری نقوش چھوڑے ہیں۔ ان علوم وفنون میں آپ کی کتابیں اور فتاوی آپ کے علمی مقام ومرتبہ کی روشن دلیل ہیں اور آپ کی جودت طبع اور قوت استحضار کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ فقہی بصیرت، فکری بالیدگی، ژرف نگاہی، علمی ثقاہت، فنی لیاقت اور ادبی و تنقیدی صلاحیت کے اعتبار سے آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ علوم نقلیہ وعقلیہ میں آپ نمونۂ اسلاف تھے اور اعلی حضرت امام اہل سنت و جماعت علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی وفقہی فیضان کا پرتو تھے۔ آپ نے اپنی قلمی نگارشات میں قرآن وحدیث اور کتب فقہ کی روشنی میں اہل سنت و جماعت کے عقائد، افکار ونظریات اور معمولات کی وضاحت فرمائی ہے اور بہت سے اذہان وقلوب کو شکوک وشبہات کی وادی سے نکال کر یقین واذعان کی راہ دکھائی ہے۔ لادینیت، گمراہی، بداعتقادی اور بداعمالی کے فتنوں سے اہل اسلام کو دور رکھنے کے لیے متعدد کتب ورسائل تصنیف فرمائے ہیں۔

علم کے ساتھ عمل کے میدان بھی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان ایک انفرادی شناخت رکھتے تھے۔ جن لوگوں کو حضور تاج الشریعۃ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ اور صحبت میں حاضری کا شرف ملا ہے اور سفر وحضر میں ساتھ رہنے اور آپ کے معمولات ومشاغل کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اوراد، وظائف، تلاوت قرآن کریم، شب بیداری اور ذکر وفکر آپ کے محبوب مشاغل تھے۔ آپ کی زندگی نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ کے اسوۂ حسنہ کے کامل اتباع پر مبنی تھی اور شریعت وطریقت کے رنگ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اس طرح سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو اللہ تبارک و تعالی نے علم وعمل کی دولت سے سرفراز فرمایا تھا۔ اور جن کو یہ دولت ملتی ہے ان کے مقام و مرتبہ کو خود اللہ تبارک وتعالی بلند فرماتا ہے۔ ”اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو، اللہ تمہیں جگہ دے گا، اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے

ہو۔ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔'' (قرآن مجید؛۱۱:۵۸) اس آیت کریمہ میں ایمان اور عمل والوں کی خداداد رفعت و بلندی کا ذکر ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ علم کی مجلس منعقد کرنا، اس میں شریک ہونا اور آداب مجلس کی رعایت کرنا رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ اس لحاظ سے بھی اگر دیکھیں تو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی سنت طیبہ کے کامل اتباع پر مبنی تھی۔ آپ نے علم دین کی برکات کو اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ عام کیا۔ علم دین کی یہ دولت بھی بلاشبہ رب تبارک وتعالی کی عطا اور بخشش تھی جس کی بدولت آپ کو رفعت و بلندی ملی۔ حدیث پاک میں ہے۔ ''حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالی عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ تعالی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔ اور بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالی عطا فرماتا ہے۔'' (مشکوۃ شریف، مطبوعہ مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، ص:۳۲) ایک دوسری حدیث ہے۔ ''حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا شخص وہ ہے جو دین کا علم رکھتا ہو۔ اگر اس کی حاجت ہو تو وہ نفع پہنچاتا ہے اور اگر اس سے بے پرواہی برتی جائے تو وہ بے نیازی کا اظہار کرتا ہے۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔'' (مشکوۃ شریف، مطبوعہ مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، ص:۳۶)۔ اللہ تبارک وتعالی نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو علمِ دین کی سمجھ عطا فرمائی تھی اور اسی کے ساتھ استغنا بھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے علم دین کی تبلیغ واشاعت میں کسی شخصیت یا مادی مصلحت کی رعایت نہیں کی۔ بلکہ دینی و شرعی احکام اور تعلیمات کے لیے ہمیشہ اللہ تبارک وتعالی اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو پیش نظر رکھا۔

اصابت واستقامت: شرعی اور فقہی احکام ومسائل کی تشریح وتوضیح میں آپ کی رائے

فقہی اصولوں پر مبنی ہوتی تھی۔ کتاب وسنت کی روشنی میں جو رائے قائم کرتے ان پر دیانت کے ساتھ عمل بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حق گوئی اور بے باکی کے لحاظ سے بھی عوام و خواص میں آپ کی شہرت ہے۔ شریعت مطہرہ کی پاسداری میں کسی مادی منفعت کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ اور اگر کسی کو خلاف شرع امور میں ملوث دیکھتے تو بلا خوف اور بلا رو رعایت اس کی کوتاہی پر دھیان دلاتے اور ان امور سے اجتناب کی تعلیم دیتے تھے۔ اس حق گوئی کا اس شخص پر اور حاضرین پر یہ اثر پڑتا تھا کہ وہ سب آپ کی عزیمت اور استقامت کے قائل ہو جاتے تھے۔ حقانیت وصداقت کے اظہار میں آپ نے کبھی بھی کسی کی ناراضگی، مصلحت کے تقاضوں یا پھر قید و بند اور مصائب و آلام کے خطرات پر دھیان نہیں دیا۔ نسبندی کے مسئلے پر حکومت ہند کا دباؤ ہو یا پھر اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر عمل کی صورت میں سعودی حکومت کا ظلم، ہر موقع پر آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں اہل سنت و جماعت کے مسلک اور عقائد و معمولات کو بلا خوف لومۃ لائم پیش کیا۔ اس کے علاوہ اعتقادی اور فقہی مسائل کے حوالے سے بھی آپ نے قرآن وحدیث اور کتب فقہ کی روشنی میں جو رائے قائم کی اس پر تاحیات ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہے۔

روحانی نسبت: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان خانوادۂ رضویہ کی دینی وعلمی اور روحانی وفکری روایتوں کے امین تھے۔ تحفظ عقائد، عشق رسالت، فقہ وافتاء کے ذریعہ خدمت خلق اور دعوت وارشاد اس خانوادے کے امتیازی اوصاف ہیں۔ اس خانوادے میں علمی وفقہی خدمات کے ساتھ روحانی تعلیم وتربیت کی روایت رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۵ر جنوری ۱۹۶۲ء کو، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو اپنا قائم مقام بنایا اور جمیع سلاسل عالیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور چشتیہ اور جمیع سلال احادیث کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ ساتھ ہی اوراد اور وظائف، اعمال واشغال، دلائل الخیرات، حزب البحر اور تعویذات وغیرہ کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ ۱۴۔۱۵ نومبر ۱۹۸۴ء کو مارہرہ مطہرہ

میں عرس قاسمی کی تقریب میں احسن العلماء حضرت مفتی سید حسن میاں برکاتی، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ نے فرمایا: ''فقیر آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کے سجادہ کی حیثیت سے قائم مقام مفتی اعظم علامہ اختر رضا خان صاحب کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کی تمام خلافت واجازت سے ماذون ومجاز کرتا ہے۔ پورا مجمع سن لے، تمام برکاتی بھائی سن لیں اور یہ علمائے کرام (جو عرس میں موجود ہیں) اس بات کے گواہ رہیں۔'' سید العلماء مولانا الشاہ سید آل مصطفیٰ برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت، برہان ملت حضرت برہان الحق رضوی جبل پوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی آپ کو تمام سلاسل اور حدیث شریف کی اجازت سے نوازا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام علیہم الرحمۃ والرضوان سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو خلافت واجازت حاصل تھی۔ ان بزرگ علمائے کرام اور مشائخ عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کی طرف سے ملنے والی اجازتوں اور خلافتوں کے طفیل حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے علمی وروحانی مدارج کی تکمیل کی۔ اسلاف کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات کی روشنی میں اور اپنے علم وعمل اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ روحانیت کے مقام پر فائز ہوئے۔ لاکھوں لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر علم و عمل اور روحانیت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں آپ کی مقبولیت کا یہ اثر تھا کہ بسا اوقات لوگ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے تھے۔ گناہوں سے استغفار کرتے تھے۔ لادینیت، بے دینیت، گمراہیت، خرافات اور غیر شرعی امور اور اخلاقی عیوب سے اجتناب کرنے کا عہد کرتے تھے۔ اور فرائض وواجبات کی ادائیگی کا وعدہ کرتے تھے۔ اور سلسلہ قادریہ میں داخل ہو کر مشائخ عظام علیہم الرحمۃ والرضوان سے اپنی نسبت جوڑ لیتے تھے۔ اس طرح سے ایشیا ویورپ، امریکہ وافریقہ اور عرب ممالک میں امت مسلمہ کے ہزاروں افراد کو حضور تاج الشریعہ علیہ

الرحمۃ والرضوان کی دعوت وارشاد کا فیضان ملا۔ وہ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوکر متعدد سلاسل طریقت کے مشائخ عظام کی نسبتوں سے وابستہ ہوئے اور ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔

حاصل کلام: حضرت مولانا یٰس اختر مصباحی مدظلہ العالی حضرت مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں: ''مفتی اعظم ہند کو اپنی زندگی کے آخری پچیس سالوں میں جو مقبولیت و ہردلعزیزی حاصل ہوئی وہ آپ کے وصال کے بعد ازہری میاں کو بڑی تیزی کے ساتھ ابتدائی سالوں ہی میں حاصل ہوگئی۔ اور بہت جلد لوگوں کے دلوں میں ازہری میاں نے اپنی جگہ بنالی۔'' (تجلیات تاج الشریعہ؛ ص:۶۸) دراصل حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو اللہ تبارک و تعالی نے سعادت و بلند طالعی عطا فرمائی تھی اور ان کو اپنے فضل کرم سے نوازا تھا۔ اور انہیں اس عظیم خانوادے میں پیدا فرمایا تھا جو دین متین کی خدمت اور دعوت وارشاد کے لیے مشہور زمانہ ہے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس خانوادے کی میراث کی حفاظت بھی فرمائی اور اس کی نشر واشاعت کا کام بھی کیا۔ اور اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو مقبولیت اور مرجعیت کا بلند مقام عطا فرمایا: حدیث پاک میں ہے: ''حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالی اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل (علیہ السلام) کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں۔ لہذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر آسمان میں منادی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالی فلاں سے محبت کرتا ہے۔ لہذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالی کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے ناراض ہوں۔ لہذا تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ۔ پس جبرئیل اس

سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ پھر آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی فلاں سے ناراض ہے۔ لہذا تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ۔ پس وہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور زمین میں اس کے لیے بغض وعداوت رکھ دی جاتی ہے۔" (مشکوۃ شریف، مطبوعہ مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، ص: ۴۲۵)۔ اور دیکھنے والوں نے اعتراف کیا ہے کہ صرف حیات مبارکہ میں ہی نہیں بلکہ بعدِ وصال بھی عوام وخواص میں یہ مقبولیت برقرار ہے۔ اور کیوں نہ ہو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی، علم وعمل اور کردار و اخلاق ایسے تھے کہ جن کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں اللہ تبارک وتعالی اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ بیدار ہوتا تھا۔ آپ کی زیارت اور آپ کے دیدار سے لوگوں کے دلوں میں یاد خدا کی بادِ بہاری چلتی تھی۔ آپ کی زندگی اس حدیث پاک کی عملی تصویر تھی۔ "حضرت اسماء بنت یزید (رضی اللہ تعالی عنہا) سے روایت ہے کہ انہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں بہترین آدمی کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ فرمایا تم میں سے بہتر آدمی وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھیں تو اللہ یاد آجائے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔" (مشکوۃ شریف، مطبوعہ مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، ص: ۴۲۷)۔ اللہ تبارک تعالی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرقد انور پر انوار وتجلیات کی بارش فرمائے! ہم سب پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضان قائم ودائم رکھے۔ اور ہم سب کو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تاج الشریعہ اور مجاہد ملت

تعلق، تعارف، تاریخ

از: **حضرت علامہ مفتی محمد حنیف عالم حبیبی مصباحی**
دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، بھدرک، اڈیشا

آج کے اس پرفتن دور میں اسلامی تہذیب وتمدن اور مذہبی ثقافت اور کلچر لوگ بڑی تیزی سے فراموش کرتے جا رہے ہیں۔ رواداری، بھائی چارگی، غم گساری، خیر خواہی اور دردمندی، احترام اکابر اور اصاغر نوازی جیسے اوصاف مفقود ہوتے نظر آرہے ہیں۔ ایسے میں اسلاف کی یادیں اور ان کی باتیں، ہمارا مذہبی اثاثہ بھی ہیں اور تابناک ماضی سے مربوط کرنے کا بہترین ذریعہ بھی ...... ماضی قریب میں اس کی زندہ اور تابندہ مثال حضور مجاہد ملت اور حضور تاج الشریعہ کے درمیان خوشگوار تعلقات، محبت ومودت کا اٹوٹ رشتہ، قدر و منزلت اور ادب واحترام کا لافانی جذبہ ہے...... یہ تذکرہ صرف زیب داستاں کے لیے نہیں ہے بلکہ روز وشب کے معمولات میں اتارنے اور دلوں کی دھڑکن بنانے کے واسطے ہے۔

وہ خودکشی کی صلیبوں میں جھول جاتی ہے
جو قوم اپنی روایت کو بھول جاتی ہے

ذرا غور کریں، حضور تاج الشریعہ کے لیے حضور مجاہد ملت، ان کے نانا جان کے ہم عصر تھے، دادا حضور کے چہیتے خلیفہ تھے۔ پردادا، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، حضور اعلیٰ حضرت کے مسلک کے بیباک نقیب تھے، ان ساری باتوں کی وجہ سے تاج الشریعہ کے دل

میں مجاہد ملت کی بے پناہ عزت تھی۔ آپ مجاہد ملت کا احترام ان کی شایان شان کرتے۔ دولت کدہ میں جب مجاہد ملت مہمان ہوتے تو تاج الشریعہ کی مہمان نوازی، عزت افزائی اور خاطر مدارت دیکھنے سے تعلق رکھتی۔

حضور مجاہد ملت کی رحلت پر تاج الشریعہ آبدیدہ ہو گئے۔ برجستہ عربی کے آٹھ اشعار اور اردو منقبت کے دس اشعار کے ذریعہ اپنی دلی کیفیت اور مجاہد ملت کے ساتھ قلبی وابستگی کا اظہار فرمایا۔ بلبل باغ رضا، حضور تاج الشریعہ یوں نغمہ سنج ہیں: ؂

دل نے کہا مجاہد ملت کو ڈھونڈئے
لے کر چراغ شاہ ولایت کو ڈھونڈئے
میں نے کہا کہ سن اے دل مبتلائے غم
اپنی یہ کب مجال کہ پاجائیں ان کو ہم
ہم زیر آسماں انہیں یوں دیکھتے رہے
وہ کب کے آسماں کے پرے خلد میں گئے
تم کیا گئے مجاہد ملت، جہاں گیا
عالِم کی موت کیا ہے عالَم کی ہے فنا

تاج الشریعہ کی نظر میں مجاہد ملت کون ہیں؟ شاہ ولایت ہیں، ستون اسلام ہیں، یادگار حجۃ الاسلام ہیں، گلشن صدر الشریعہ کے نسرین اور خورشید سنیت ہیں۔ سنئے، تاج الشریعہ زمزمہ خواں ہیں۔

وہ یاد گار حجۃ الاسلام اب نہیں
اندوہ گیں ہے آج شبستان علم دیں
نسرین گلستان آں صدر الشریعہ بود
بوئے خودش گزاشتہ اندر چمن بود

خورشید سنیت نے آہ چادر جو اوڑھ لی
ظلمت میں قافلے کی وہ رفتار تھم گئی
میں رحلت مجاہد ملت کو کیا کہوں
یوں سمجھو گر گیا کوئی اسلام کا ستوں
پیک ندیٰ و غفراں،ان کی وفات تھی

۱۴۰۱ھ

اختر خوشی مناؤ وصال حبیب کی

یہ میرے مخدوم زادے ہیں: یہ محبت والفت کچھ یک طرفہ نہ تھی۔ بلکہ سرکار مجاہد ملت قدس سرہ باآں رفعت وعزت، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی جس قدر عزت فرماتے اور اپنے مرشد خلافت کے پوتے کی تعظیم وتوقیر بجالاتے کوئی مرید ومعتقد اپنے شیخ طریقت اور مرشد برحق کی کیا کرے گا؟

حضور تاج الشریعہ کی موجودگی میں حضور مجاہد ملت کسی کو مرید نہیں کرتے بلکہ خواہش مند حضرات کو تاج الشریعہ سے بیعت کرواتے۔ آپ کی موجودگی میں مجاہد ملت اونچی آواز سے نہ خود گفتگو فرماتے اور نہ کسی کو زور سے بات کرنے کی اجازت دیتے۔ جس حجرہ میں تاج الشریعہ آرام فرماتے اس کمرہ کو مجاہد ملت اپنی گزرگاہ بنانا خلاف ادب اور رسم ارادت کے منافی سمجھتے۔

بھدرک، جو حضور مجاہد ملت کا اپنا علاقہ ہے، تاج الشریعہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے آپ سے مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی اس پر مجاہد ملت نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا: کہ یہاں میرے مخدوم زادے موجود ہیں، فقیر کی اتنی مجال شہزادے کی موجودگی میں مرید کرے؟

آپ نے اس شخص کا ہاتھ تھاما اور لے کر تاج الشریعہ کی خدمت میں پہنچے اور اس

شخص کو داخل سلسلہ کر لینے کی گزارش کرنے لگے۔ (ملخصا حضور مجاہد ملت اور مسلک اعلیٰ حضرت، ص:۳۶)

آہستہ بولو، شہزادے قیام فرما ہیں: حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی یہ شفقت وعنایت بلکہ قدر ومنزلت کا معاملہ ایک آدھ بار یا کسی خاص موقع پر نہ تھا بلکہ حضور تاج الشریعہ کے ساتھ ہمیشہ اور ہر جگہ آپ کا یہی معمول تھا۔ لگے ہاتھوں آپ رودولی شریف کا واقعہ ملاحظہ فرماتے چلیں۔ مورخہ ۲۴ ر جمادی الاخری، ۱۴۰۰ھ میں یہاں سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں سراج السالکین حضور مجاہد ملت اور نمونہ اسلاف حضور تاج الشریعہ مدعو تھے۔ جناب محمد عمر قریشی صاحب کے یہاں دونوں بزرگوں کا قیام الگ الگ کمروں میں تھا۔ صاحب خانہ کا کاروبار کلکتہ میں تھا اس لیے وہ وہیں حضور مجاہد ملت سے مرید ہو گئے تھے۔ جب ان کے گھر ان کے مرشد گرامی تشریف لائے تو ان کی خوشی اور مسرت کی انتہا نہ رہی۔ ان کی اہلیہ بضد ہو گئیں کہ وہ حضور مجاہد ملت ہی سے مرید ہوں گی۔

حضور مجاہد ملت نے ان کے شوہر کو بہترا سمجھایا کہ "میاں! سرکار اعلیٰ حضرت کے شہزادے حضرت ازہری میاں کی موجودگی میں ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میں مرید کروں، انہیں سے مرید کرائیے"۔ چونکہ صاحب خانہ پہلے سے حضور مجاہد ملت کے دامن کرم سے وابستہ ہو چکے تھے اس لیے اہلیہ بھی بضد رہیں کہ مجھے بھی حضرت کی کنیزوں میں داخل کرائیے۔

مولانا عبد المصطفیٰ حشمتی رودولوی اس واقعہ کے عینی شاہد اور راوی ہیں، اگلا مرحلہ کیسے طے ہوا، انہیں کی زبان سے سنئے۔

مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ

"با اصرار میں حضرت کو راضی کر لیا مگر گھر کے اندر جانے کا جو راستہ تھا وہ حضور ازہری میاں کی قیامگاہ سے ہو کر گزرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ "میں حضرت ازہری میاں

صاحب کے سامنے سے ہوکر کیسے گزر سکتا ہوں''؟

اخیر کار عقبی دروازے سے حضرت اندر تشریف لے گئے اور فرماتے تھے: کہ کوئی تیز آواز میں نہ بولے کہ حضرت ازہری میاں تشریف فرما ہیں، آہستہ بولو شہزادے قیام فرما ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۵۵)

علامہ حشمتی صاحب اس واقعہ سے کس قدر متاثر ہوئے خود بیان کرتے ہیں، انہیں کے قلم سے ان کے قلبی تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔

درس عبرت: ''اللہ اکبر، میں دیکھ کر دنگ رہ گیا، کہاں ایک اسی سال کی عظیم المرتبت شخصیت، جن کا عالمانہ وقار اور مجاہدانہ شان کا زمانہ خطبہ پڑھتا ہو، ایک تیس بتیس سال کے شہزادے کا کتنا احترام وادب فرما رہے ہیں''۔ (حوالہ مذکور)

چھوٹا، اپنے بڑوں کی عزت کرے، کرنا بھی چاہئے، مگر یہ بڑی بات نہیں ہے۔ بات بڑی تو جب کہ اپنی عزت وشہرت کے بالائے بام سے کوئی بڑا اپنے چھوٹوں کے لیے فرش زمیں پر اتر آئے۔ اس سے بہت بڑی بات یہ ہے کہ ایک بڑا، اپنے مخدوم زادوں کے لیے عزت اور بلندی کی کرسی سے یکسر نیچے اتر آئے اور اپنی عزت کی کرسی پر اپنے سے چھوٹے کو بیٹھا کر خود اس کے پاپوش پر جا بیٹھے۔ ہماری جماعت کی بہت بلند قامت شخصیت کا نام مولانا حبیب الرحمٰن قادری عباسی اور رئیس اعظم اڑیسہ ہے۔ شہزادوں کی خدمت کے صلہ میں ان کے آقاؤں نے نوازشات کی وہ برسات کی کہ اڑیسہ کے حبیب الرحمٰن کو دنیائے اسلام کا بطل جلیل اور مجاہد ملت بنا دیا۔

مولانا رودولوی صاحب تاج الشریعہ کی اس عزت افزائی کو دیکھ کر صرف دنگ ہی نہیں رہ گئے۔ ورطۂ حیرت سے باہر آئے تو سچی تڑپ اور جذبہ دلی کو الفاظ کا جامہ پہنایا اور صاف کہہ اٹھے کہ مجاہد ملت کے اس کارنامے نے جماعت کو متحد کر رکھا ہے، آج اسی کے فقدان نے ملت کا شیرازہ منتشر کر ڈالا۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا کے اندر تیروں دریا کچھ نہیں

اب مولانا کی تحریر پڑھئے، لکھتے ہیں کہ ''یہ ہمارے بزرگوں اور اسلاف کا طریقہ رہا ہے کہ ہمیشہ وہ نسبتوں کا احترام فرماتے، ان کے سامنے اپنی بڑائی اور شخصیت کا ڈنکا نہ بجاتے بلکہ ان کے حکموں کو بجالانے میں خیر اور صلاح وفلاح کا سبب جانتے، ہمارے اسلاف کے یہی وہ طرز عمل تھے جن کی بدولت جماعت متحد تھی---- لیکن جب سے ہر شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا ہے اور ہر چھوٹا بڑا طعن وتشنیع کو دینی فریضہ اور زبان وقلم کو حریت کا نام دینے لگا ہے اتحاد پارہ پارہ ہوکر رہ گیا ہے''۔ (تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۵۵۴)

خواب میں ہدایت: ایک موقع پر حضور مجاہد ملت قدس سرہ نے فرمایا تھا ''میاں، وہ پیر کیا جو ہزاروں میل کی دوری سے اپنے مرید کی خبر گیری نہ کرسکے''۔ (اس قول کے راوی آج بھی دھام نگر شریف میں سیکڑوں کی تعداد میں لوگ موجود ہیں) اس قول سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہوگا کہ مرید کی دستگیری اور مشکل کشائی حیات ظاہری تک محدود ہوگی۔ لیکن بعد ممات خبر گیری اور دست گیری کا کوئی معنیٰ نہیں بنتا۔ تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۲۰۱ پر جناب حلیم حاذق صاحب کی تحریر پڑھ کر سوچ وفکر کا زاویہ بدلا ہوگا اور فرسودہ خیالات کے طلسم ٹوٹے ہوں گے کہ یہ خاصان خدا جہاں ہوتے ہیں دستگیری فرماتے ہیں۔ خواہ دھرتی کے اوپر جلوہ فرما ہوں یا زیر زمیں آسودہ خواب ہوں۔

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

اس سلسلہ میں ایک بصیرت افروز واقعہ چشم عقیدت سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ فیل خانہ، کلکتہ میں سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے ایک مرید جناب انوار احمد حبیبی

صاحب ہیں۔انہوں نے حلیم حاذق صاحب سے کہا کہ بعض شر پسندوں کی غلط بیانیوں کے سبب میرے دل میں علامہ ازھری صاحب قبلہ کے تعلق سے کدورت پیدا ہوگئی اور میری عقیدت آپ کی ذات سے کم ہونے لگی۔اگلا حصہ، حلیم صاحب کے قلم سے ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں۔

''ایک شب میرا نصیبہ بیدار ہوا اور خواب میں دیکھا کہ سرکار مجاہد ملت اور حضور ازھری میاں مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ابھی صحن مسجد میں سوچ ہی رہا تھا کہ سرکار مجاہد ملت نے مجھے ڈانٹ کر فرمایا ''ان کی خدمت کرو، یہ میرے مخدوم زادے ہیں''۔اس کے بعد حضور ازھری میاں کی طرف میرا دل کھنچتا چلا گیا''۔(تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۲۰۱)

معلوم ہوا کہ محبوبان خدا اور مقبولان بارگاہ الٰہیہ بعد مرگ بھی زندہ ہیں۔بعطائے الٰہی کائنات میں تصرف فرماتے ہیں۔ اپنے مریدوں کی دستگیری اور حاجت روائی کیا کرتے ہیں۔دوسری بات حضور مجاہد ملت قدس سرہ کو اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے کس قدر محبت تھی کہ اعلیٰ حضرت سے نسبت رکھنے والی ہر چیز محبوب تھی۔ مسلک اعلیٰ حضرت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔اس گھر کا بچہ بچہ آپ کو دل و جان سے عزیز تھا اور تاج الشریعہ تو مجاہد ملت کی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور تھے۔ان کے خلاف کوئی بات سننا تو بڑی بات ہے، دل میں کدورت بھی کوئی رکھتا ہے، تو مرقد اقدس میں آپ کی روح تڑپ اٹھتی ہے۔خواب میں مریدوں کی اصلاح فرماتے اور مخدوم زادے سے محبت و مودت اور ان کی صحبت و خدمت کی تاکید فرماتے ہیں۔ یہ تھی خانوادۂ رضا سے مجاہد ملت کی قلبی تعلقات کی روشن مثال جسے نمونہ تو بنایا جاسکتا ہے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضور تاج الشریعہ کا ایک فتویٰ: یاد آیا، ''بشریٰ'' نامی ایک کتاب پر حضور مجاہد ملت قدس سرہ نے تقریظ لکھ دی تھی۔ اس پر کچھ سمجھدار لوگوں نے ہوّا کھڑا کر دیا کہ اس کتاب

کے اندر کچھ ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے کتاب کے مرتب اور تقریظ نگار کے اوپر حکم کفر لگا اور توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا مطالبہ کیا گیا۔

علامہ عاشق الرحمٰن حبیبی صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''اس پر مصنف بشریٰ'' کی جانب سے عبارت کی توضیح پر مشتمل استفتاء حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور حضور مجاہد ملت قدس سرہ نے فرمایا کہ ''مصنف کی اس توضیح کے بعد اگر حضرت مفتی اعظم ہند حکم فرمائیں گے، میں یہ سب کرونگا''۔ لیکن اس زمانے میں جو صاحب حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں رسائی کے لیے واسطہ عظمیٰ کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی مہربانی کی بدولت اس استفتاء پر حضرت مفتی اعظم ہند کی تصدیق سے مزین فتویٰ ایک طویل مدت کے گزر جانے کے باوجود نہیں حاصل ہو سکا اور اس بات کا اندیشہ پیدا ہو گیا کہ آگے چل کر اس کا بڑا بھیانک نتیجہ سامنے آئے گا۔ اس وقت حضرت شاہزادہ اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ہند مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب دامت برکاتھم العالیہ آگے بڑے، فتویٰ لکھا، جس پر حضرت مفتی اعظم ہند نے تصدیق فرمایا اور حضور مجاہد ملت، نیز مصنف ''بشریٰ'' کی برأت ثابت ہوگئی''۔ (تجلیات، ص:۵۲)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے اس فتویٰ کی وجہ سے علامہ عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ پر جو کیفیت طاری ہوئی اور تاج الشریعہ کی محبت آپ کے دل میں پیدا ہوئی، اس کو آپ ہی کے قلم حق رقم سے ملاحظہ فرمائیں، علامہ صاحب قبلہ رقم طراز ہیں۔

''حضرت ممدوح (حضور تاج الشریعہ) کی طرف بندہ کے میلان قلب کا یہ ایک بہت بڑا سبب ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۷۸ء کا ہے''۔ (تجلیات، ص:۵۲)

تاج الشریعہ کی خلافت: حضور تاج الشریعہ بچپن ہی میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے مرید ہو چکے تھے۔ پھر ۱۵/جنوری ۱۹۶۲ء، ۸/شعبان ۱۳۸۱ھ کو صبح ۸/بجے حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے گھر میں شاندار محفل میلاد کا انعقاد کیا۔ جس میں کئی ہزار لوگوں نے

شرکت کی۔ اس مبارک محفل میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے جملہ سلاسل عالیہ، قادریہ، چشتیہ۔ سہروردیہ اور نقشبندیہ کی اجازت وخلافت سے تاج الشریعہ کو سرفراز فرمایا۔

''اس موقع پر مجاہد ملت، حضرت علامہ حبیب الرحمٰن عباسی علیہ الرحمہ، رئیس اعظم اڑیسہ، برہان ملت۔۔۔۔ وغیرہ جیسے جید علما و مشائخ موجود تھے۔ سبھی حضرات نے اٹھ اٹھ کر یکے بادیگرے تاج الشریعہ کو مبارکبادیاں دیں''۔ (فتاویٰ تاج الشریعہ، ج:۱ص:۴۷ر)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی جس قدر عزت اور تعظیم و توقیر فرماتے اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ ساتھ ہی حضور مجاہد ملت قدس سرہ اپنے مخدوم زادے اختر میاں، ازہری میاں کی جس طرح کی دل جوئی، ناز برداری اور آپ کا ادب و احترام فرماتے دور دور تک اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

ایسا کہاں سے لائیں، کہ تجھ سا کہیں جسے

کاش ہم میں، ہمارے معاصرین اور ہماری آنے والی نسلوں میں اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے ساتھ عقیدت ومحبت کا رشتہ جس کی مثال مجاہد ملت اور ہمارے اسلاف نے پیش کی، قائم ہو جائے تو ہمارے خزاں رسیدہ چمن میں پھر سے بہار آجائے۔ محبت کی کلیاں چٹکنے لگیں، عشق و وفائی کی نسیم سحری چلنے لگے۔

شہزادہ تاج الشریعہ، عالی تربیت، مخدوم گرامی، مفتی عسجد رضا خاں قادری مدظلہ النورانی کی ذات والا صفات کے ساتھ اپنی عقیدت ومحبت کا رشتہ مضبوط و مستحکم کریں۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے نقش قدم پر چلتے رہیں اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور ان کے دل و دماغ میں آپ کے اس جملہ کو نقش کرلیں۔ ''ان کی خدمت کرو، یہ ہمارے مخدوم زادے ہیں''۔

محتسب کی خیر، اونچا ہے اسی کے فیض سے
رند کا، ساقی کا، مے کا اور میخانے کا نام

حضور تاج الشریعہ کا دورۂ رسول پور

کچھ یادیں کچھ باتیں

از: حضرت مولانا شیخ ریاضت حسین ازہری
ناظم اعلی جامعۃ الحبیب، رسول پور

تاج الشریعہ ایک تعارف: وارث علوم امام احمد رضا علیہ الرحمہ، نبیرۂ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ، جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، شہزادۂ حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ، شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ، حضور تاج الشریعہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری، رضوی، ازہری، بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (وصال: ۷/ذی قعدہ/۱۴۳۹ھ، مطابق ۲۰/جولائی/ ۲۰۱۸ء، بروز جمعہ۔) خانوادۂ رضویہ کی علمی وروحانی روایتوں کے امین تھے۔ آپ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے۔ آپ عالم باعمل اور شیخ کامل تھے۔

تاج الشریعہ کا دورۂ رسول پور: میں اپنی اس تحریر میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے حوالے سے انہیں تذکروں کو سپرد قلم کرنے کی کوشش کروں گا، جو آپ کے دورۂ رسول پور سے جڑی ہوئی ہیں، یا خود میری ذاتی مشاہدات سے ہیں، تاکہ حیات تاج الشریعہ کا کوئی گوشہ تشنہ نہ رہ جائے، ساتھ ہی میرا یہ مقصد بھی ہے کہ یہ باتیں عقیدت مند علماء وعوام تک پہنچ جائیں تاکہ افادہ عام ہو جائے۔ حضور تاج الشریعہ رسول پور تین مرتبہ تشریف لائے۔ ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء اور ۲۰۱۶ء کے سالوں میں آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ نے پہلے دورہ میں دینی دعوت وتبلیغ کے ایک عظیم مرکز ''جامعۃ الحبیب'' کی سنگ بنیاد رکھی۔ سال ۲۰۱۱ء میں حضور تاج الشریعہ نے احسان فرما کر میرا (ریاضت حسین ازہری) اور میرے چچازاد

بھائی شیخ رئیس الدین کا نکاح پڑھایا۔ ؎

خوش آمدید وہ آیا ہماری چوکھٹ پر
بہار جس کے قدم کا طواف کرتی ہے

تیسرا اور آخری دورہ سال ۲۰۱۶ء میں ہوا۔ اندازاہ کیا جارہا ہے کہ یہ آخری بڑی کانفرنس ہے، جس کو آپ نے رونق بخشی، اس کے بعد مسلسل علالت کے سبب آپ نے کسی بڑی کانفرنس کی دعوت قبول نہیں فرمائی۔

تاج الشریعہ کا تقوی: نگاہ مرد مومن سے تقدیروں کے بدلنے کے بارے میں محض میں نے پڑھ رکھا تھا مگر حضور تاج الشریعہ کے قدموں پر شرف حاضری پاکر بے شمار گم گشتگان راہ ہدایت کو جام تقوی وطہارت پیتے دیکھا ہے۔ تاج الشریعہ کے چہرے کی ایک ہی جھلک سے ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ شاید اسی لئے اسلام میں نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ ؎

نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو یقیں پیدا تو کٹ جاتیں ہیں زنجیریں

قرآن مجید میں ہے ﴿إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾ سورہ انفال، آیت ۳۴۔ ترجمہ: اس کے اولیاء تو پرہیز گار ہی ہیں۔ ایک مقام پر ہے: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ سورہ فاطر، آیت ۲۸۔ ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اور صوفیائے کرام نے فرمایا: "الاستقامۃ فوق الکرامۃ" کہ استقامت کا درجہ کرامت سے بہت بلند ہے۔ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے عقائد، اعمال اور اخلاق میں اسلام کے احکام پر پابندی سے چلنے اور چلتے رہنے کو استقامت کہتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے استقامت کے مفہوم کی وضاحت بڑے واضح انداز میں بیان فرمائی ہے: استقامت کا یہ معنی ہے، کہ تو اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی پر ثابت قدمی سے عمل

پیرا رہے، اور لومڑی کی طرح ہیر پھیر نہ کرتا رہے۔ ع حکم دشوار است تاویلے مجو (ضیاء القرآن، ج۲،ص ۳۹۵،۳۹۶) تقوی و پرہیز گاری، خشیت الٰہی اور استقامت کا جو معیار میں نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ میں دیکھا ہے، وہ اب تک کہیں اور نہیں دیکھ پایا۔ اخیر عمر میں نقاہت و کمزوری کے سبب کبھی آپ بیٹھ کر اٹھنا چاہتے تو بغیر کسی سہارا کے اٹھنا بہت مشکل ہوتا۔ مگر واہ رے حرارت ایمانی اور شوق عبادت! کہ وقت نماز آتے ہی آپ میں ایسی توانائی پیدا ہو جاتی کہ آپ بغیر کسی سہارے کے ارکان نماز قیام، رکوع وسجود ادا فرماتے۔ نوافل تک کا آپ اہتمام کرتے۔ اور وہ بھی کھڑے ہو کر ادا کرتے۔ اللہ اکبر!

آپ کے اخلاق کریمانہ: حضور تاج الشریعہ بڑوں کا تو ادب کرتے ہی تھے، آپ چھوٹوں سے بھی ادب سے پیش آتے تھے۔ ان کے لئے بھی تعظیم کے الفاظ استعمال فرماتے تھے۔ بسا اوقات ترنم میں نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم گنگناتے رہتے۔ اکثر اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کے اشعار پڑھتے تھے۔ ملک و بیرون ملک کے کسی عالم سے ملاقات ہوتی تو بہت خوش ہو جاتے، اور علمی گفتگو میں مشغول ہو جاتے۔ جن قابل ذکر علمائے کرام سے ملاقات کے وقت میں بحیثیت خادم آپ کے ہمراہ تھا، ان میں سے دو نام یہ ہیں: عیسی بن عبد الله مانع الحميری ،(معید بقسم الدراسات الإسلامية فی كلية الآداب جامعة الإمارات العربية المتحدة .دبئی)اور أحمد محمد أحمد الطيب،شيخ الجامع الأزهر،و الرئيس السابق لجامعة الأزهر،مصر العربيه)۔ اگر آپ کبھی کسی مجلس میں مقررہ وقت پر نہیں پہنچ پاتے، تو بلا جھجک پہلے آپ حاضرین سے معذرت طلب کرتے۔

تاج الشریعہ اور احترام سادات: دبئی میں، میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، کسی نے آپ تک یہ شکایت پہنچائی کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے، کہ آپ سیدوں کے گستاخ ہیں۔ یہ سن کر آپ کی آنکھیں بھر آئیں، آواز بھاری ہو گئی، اور کانپتے لبوں سے آپ نے فرمایا:

میں نے کب سیدوں کی گستاخی کی !!!!احترام سادات کا کتنا خیال، اور کتنا خوف!!!

آپ کی جرأت و بے باکی: کوئی خلاف شرع بات آپ کے سامنے آتی تو بلا جھجھک آپ حکم شرع بیان فرمادیتے۔ چنانچہ شیخ امام الدین ابن مرحوم الحاج شیخ غلام جیلانی حبیبی، رسول پور، اوران کے جملہ برادران، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے مرید اور بہت بڑے شیدائی ہیں، حضرت کو تینوں بار، رسول پور لانے میں انہوں نے بڑی قربانیاں پیش کی ہیں، اور تینوں مرتبہ حضرت کا قیام وطعام بھی ان کے ہی گھر پہ ہوتا رہا۔ اس الفت وعقیدت کے باوجود جب ان کے ایک خلاف شرع عمل کی خبر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ تک پہنچی تو فوراً آپ نے حکم شرع بیان کرتے ہوئے اعلانیہ توبہ کا حکم دیا۔ چنانچہ سال ۲۰۱۵ء کے سالانہ جلسہ میں شیخ امام الدین نے برسر اسٹیج ہزاروں کی موجودگی میں نائب قاضی القضاۃ، حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی قادری امجدی مدظلہ العالی کے ہاتھوں پر توبہ کیا۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور رب تعالی کی بارگاہ میں رجوع سے انسان ذلیل نہیں بلکہ عظیم ہوجاتا ہے۔﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾(سورہ بقرہ، آیت ۲۲۲۔) ترجمہ: بیشک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔ حالانکہ توبہ کی توفیق سے بہت سے لوگ محروم ہیں۔ اور بے وجہ تاویل کر کے گناہوں میں لوٹ پوٹ رہے ہیں۔

فتاوی رضویہ اور تاج الشریعہ: جامعہ ازہر شریف میں تعلیم کے دوران مجھے متعدد بار دبئی جانے کا موقع ملا۔ ایک بار میرا دبئی جانا ہوا، اور حسن اتفاق کہ حضور تاج الشریعہ بھی ان دنوں متحدہ عرب امارات کے سفر پر تھے۔ حضرت کا قیام دبئی میں مقیم شہنواز بھائی کے مکان پہ تھا۔ شہنواز بھائی نے تمیز الدین بھائی کو فون پر بتایا کہ حضور تاج الشریعہ فتاوی رضویہ کے کسی اردو رسالے کا عربی زبان میں ترجمہ کرنا چاہتے ہیں (مفتی عاشق حسین کشمیری مصباحی اس سفر میں حضور کے ہمراہ نہ تھے) چنانچہ آپ مولانا ریاضت حسین ازہری

کو میرے مکان پر بھیج دیں تاکہ حضرت املا کرائیں۔ تمیز الدین بھائی نے جب مجھے بتایا یقیناً مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ شرف زیارت کے ساتھ ساتھ کچھ خدمت کا موقع بھی مل جائے گا۔ موقع غنیمت جان کر لیپ ٹاپ لیکر حاضر خدمت ہوا۔ میں رسالے کی اردو عبارت پڑھتا، حضور تاج الشریعہ اس کو سماعت فرما کر فی الفور اس متن کا عربی ترجمہ ارشاد فرماتے، جسے میں سن کر لیپ ٹاپ پہ تحریر بھی کرتا۔ امام اہل سنت سیدنا اعلی حضرت کی اردو تحریر پڑھ کر ایک مرتبہ میں سمجھ لینا اتنا آسان کام نہیں ہے۔ پھر اتنی غامض اردو تحریر کو صرف ایک مرتبہ سن کر پورے ایک طویل جملے کا ایک ہی مرتبہ میں عربی زبان میں ترجمہ کر دینا یہ کام بھی آسان نہیں۔ فتاوی رضویہ تو بڑی بات ہے، ''حدائق بخشش'' ہی پڑھ کر سمجھ لینا ہر کس و ناکس کی شان نہیں ہے۔

منار قصر رضا تو بلند کافی ہے
تم اس کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو
فتاوی رضویہ تو اک کرامت ہے
ذرا حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو

(حضرت شرف ملت، اشرف مارہروی)

میری حیرت کی انتہا نہ تھی کہ جب میں اعلی حضرت کے اس اردو رسالے کے متن سے کوئی لمبی عبارت پڑھتا اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ایک ہی مرتبہ میں اس پوری عبارت کو سن کر فی الفور اس کا عربی زبان میں ترجمہ فرماتے اور مجھے لکھنے کا حکم دیتے، مستزاد یہ کہ ترجمہ شدہ متون کو دوہرانے کی نوبت بھی نہیں آتی۔ پھر کہیں کہیں مجھ سے خاص کر ضبط اسمائے رجال میں خطا ہوتی، تو اس پر آپ مجھے آگاہ بھی فرماتے۔ بلا شبہ آپ امام اہل سنت کے علم کے سچے وارث تھے۔ آپ کی زبان فیض ترجمان سے جو نکلتا تھا، وہ دراصل اعلی حضرت کے عطا کردہ علم و عرفان کے خزانوں سے نکلتا تھا۔

ایک افتراء کی حقیقت: حضور تاج الشریعہ کا دورہ رسول پور کل تین مرتبہ ہوا ہے، جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ میں نے جب بھی حضور کی خدمت میں دعوت پیش کی تو یہ کہہ کر کہ ہماری یہ حیثیت نہیں ہے کہ آپ کی میزبانی کر سکیں، بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ والرضوان نے آپ کو یاد فرمایا ہے، آپ اڈیشا تشریف لائیں۔ پھر یہی بات میں آپ کے شہزادے حضور عسجد رضا مدظلہ العالی سے بھی عرض کرتا۔ اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ تاریخ ملنے میں تاخیر ہوتی تو اس بات سے کبھی بیزار نہیں ہوا، میرا یہ ماننا تھا کہ ع پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا، کیوں کہ میں ہمیشہ ایک ادنی سوالی کی طرح حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا واسطہ دے کر حضرت کی بارگاہ میں عریضہ پیش کرتا رہتا۔ اللہ تعالی کا بے پناہ شکر ہے کہ کبھی مایوس نہیں ہوا۔ درخواست منظور ہوتی اور حضور تشریف لاتے۔ کچھ لوگ یا تو حسد کا شکار ہو کر یا پھر کسی وسوسے میں آ کر یہ کہتے کہ سنا ہے حضور تاج الشریعہ کی تاریخ کی منظوری کے لئے پیشگی 5 لاکھ روپے جمع کرنے پڑتے ہیں؟ ! کچھ لوگ کچھ اور رقم ذکر کرتے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم. یقین کیجئے یہ سن کر دل پارہ پارہ ہو جاتا۔ سمجھنے میں دیر نہیں لگتی کہ یہ کسی بہکاوے کے شکار لوگ ہیں۔ الحمد للہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا اور نہ کسی دوسرے میزبان سے یہ سننے کا موقع ملا۔ اللہ رب العزت اپنے محبوبوں پر افترا واتہام باندھنے سے ہم کو محفوظ فرمائے۔ ﴿سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ (سورہ انعام، آیت، ۱۳۹) ترجمہ: عنقریب وہ انہیں بدلہ دے گا ان کے افتراؤں کا۔

مشکلیں سینکڑوں چاہت میں ہمیں آئیں پیش: ایسا نہیں ہے کہ بعض اعداء دین وحاسدین کی طرف سے آپ کے نہ آنے کی کوشش نہ کی گئی ہو، بلکہ ہر بار بڑی شدت سے اس بات کی کوشش کی گئی کہ کسی طرح آپ کا آنا منسوخ ہو جائے۔ اور یہ کوشش اعداء دین سے زیادہ حاسدین کی طرف سے کی گئی۔ کبھی منتظمین کو فون پر طرح طرح کی دھمکیاں ملیں

اور کبھی حضور تاج الشریعہ تک بے بنیاد باتیں انتظامیہ کے افراد کے حوالے سے پہنچائی گئیں ،تا کہ تاج الشریعہ آنے سے انکار فرمادیں، کبھی کبھی جانی نقصان پہنچانے کی دھمکی بھی دی گئی، منتظمین نے ان باتوں کی کبھی پرواہ نہیں کی، بس میں رئیس اعظم اڈیشا سیدنا سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں صورت حال کو بیان کر دیتا یہ کہہ کر کہ آپ میزبان ہیں اور تاج الشریعہ مہمان ہیں۔ آپ جانیں اور وہ جانیں۔ آپ کے محبوبوں کا چہیتا آ رہا ہے۔ اس کا خیال آپ فرمائیں گے۔ ہمارے بس کے باہر ہے۔ حضور مجاہد ملت کے فیضان سے تین مرتبہ حضور تاج الشریعہ کی آمد ہوئی اور ہر مرتبہ کا پروگرام پہلے سے بہتر انداز سے منعقد ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اور حضور تاج الشریعہ نے خود ارشاد فرمایا : ''**مجاہد ملت کا یہ صوبہ ہے میں یہاں پہلے بھی آتا رہا، یہاں آکر مجھے خوشی ہوتی ہے اور ڈسپلن اور نظم وضبط پر جو عمل میں نے یہاں دیکھا میں نے کہیں اور نہیں دیکھا۔ یہی ڈسپلن اور نظم وضبط دوسری جگہوں پر بھی نظر آنا چاہئے۔**'' ع

مشکلیں سینکڑوں چاہت میں ہمیں آئیں پیش

تاج الشریعہ اور حضور محدث کبیر: رسول پور کے سفر میں حضور تاج الشریعہ ودیگر علماء کرام کا قیام مرحوم الحاج شیخ غلام جیلانی حبیبی کے مکان پر ہوتا تھا۔ ایک بار حضور محدث کبیر نے حضور تاج الشریعہ سے کسی ضروری مسئلے میں گفتگو کا ارادہ کیا۔ حضور محدث کبیر کی قیام گاہ تاج الشریعہ کی قیام گاہ سے بالکل متصل تھی۔ حضور محدث کبیر بار بار حضور تاج الشریعہ کے کمرے کے پاس جاکر خادم سے پوچھتے کہ حضور جاگ رہے ہیں یا آرام کررہے ہیں؟ اگر جواب ملتا کہ آرام کر رہے ہیں، تو حضور محدث کبیر دبے پاؤں لوٹ آتے، اور خادم سے کہتے کہ مت جگانا جب وہ خود جاگیں گے، مجھے خبر کر دینا۔ پھر جب تاج الشریعہ بیدار ہوئے، حضور محدث کبیر خبر پاکر آپ سے ملاقات کے لئے کمرے میں داخل ہوئے اور سلام پیش کر کے خاموش پلنگ پر ایک جانب نگاہیں نیچی کئے کسی شاگرد کی

طرح بیٹھ گئے۔(اس وقت آپ کی بینائی کمزور ہوچکی تھی) جب خادم نے بتایا کہ حضور محدث کبیر تشریف لائے ہیں اور قریب بیٹھے ہیں تو فوراً آپ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور خادموں کو ناراضگی سے فرمایا کہ پہلے بتانا چاہیئے تھا، تاکہ حضور محدث کبیر کے استقبال کے لئے میں کھڑا ہوتا۔ خدا جانے آپ دونوں کے درمیان کیسا رشتہ تھا! ؎

ولیکن تجاوز نہ ہووے ادب سے
کہ ممدوح اب شاہ ہندوستاں ہے

اور تاج الشریعہ کا چہرہ چمکتا رہا: (۸) آٹھواں سالانہ جلسہ جشن عید میلاد النبی ﷺ بعنوان پیغام امن کانفرنس، بمقام: جامعۃ الحبیب، رسول پور، اڈیشا، جگت سنگھ پور، انڈیا، بتاریخ: ۱۱/مارچ/۲۰۱۶ء، مطابق: ۱/جمادی الثانی/۱۴۳۷ھ میں آپ کی شرکت اپنی حیات کی کسی آخری بڑی کانفرنس میں شرکت تھی۔ اب سے قبل بھی آپ دو مرتبہ تشریف لاچکے تھے، مگر اس مرتبہ آپ کا دورہ پچھلے دونوں دوروں سے بہت مختلف تھا، ہر طرف آپ کی آمد کے حوالے سے ہنگامہ تھا، لوگوں میں بہت چرچا تھا۔ بالخصوص اڈیشا، بنگال، جھارکھنڈ، بہار، آندھرا پردیش اور چھتیس گڑھ سمیت اور بھی کئی ریاستوں تک آپ کی آمد کا چرچا تھا، لوگوں میں اس کانفرنس میں شریک ہوکر آپ کی زیارت کا شرف پانے کا جذبہ تھا، ہر طرف سے مجھے اور ہمارے دیگر رفقائے کار کے پاس فون آتے تھے، لوگ آپ کی آمد کی جانکاری لیتے تھے، سوشیل میڈیا پر ہر طرف آپ کی آمد کا ذکر تھا، میں خود حیران تھا کہ آخر اس مرتبہ لوگوں کی چاہت میں اتنا ابال کیوں ہے۔ ہر طرف سے فون آتے اور لوگ بتاتے کہ ہمارے یہاں سے اتنی اتنی گاڑیاں جائیں گی۔ کبھی کبھی اندرونی طور پر کچھ گھبراہٹ بھی ہوتی کہ ہمارے انتظام سے زیادہ اگر بھیڑ ہوگئی تو سب کچھ سنبھلے گا کیسے؟! اور پھر یہ سوچ کر تسلی ہوتی کہ رئیس اعظم اڈیشا سیدنا سرکار مجاہد ملت سمجھیں، ہمیں کیا! دن گزرتے گئے، آخر وہ دن آگیا، جس دن کا ہمیں بڑی بے چینی سے انتظار تھا، حضور مفتی اعظم ہند کی

آنکھوں کا تارا، تاج الشریعہ کی آمد آمد ہونے والی ہے۔ فلائٹ کی جانکاری خفیہ رکھنے کے باوجود بھوبنیشور ایئر پورٹ پر عاشقوں کا سیلاب امنڈ پڑا تھا، ایئر پورٹ کے ملازمین سوچ میں پڑ گئے تھے، کہ آخر کس ذات کی آمد ہے، رنگ برنگ کے پھولوں سے سجی ہوئی گاڑیاں کس کے انتظار میں قطاروں میں کھڑی ہیں، یہ سوچ کر کہ ائیر پورٹ پر بغیر بھیڑ کے تاج الشریعہ کی زیارت نصیب ہوجائے گی، بہت سے لوگ ایئر پورٹ پہنچ چکے تھے، مگر یہ سوچ کر ائیر پورٹ پہنچنے والوں کی تعداد اتنی ہوگئی تھی، کہ ائیر پورٹ والے حرکت میں آ گئے تھے، دیدار کے لئے مشتاق نگاہیں ٹکٹکی باندھے ایئر پورٹ سے باہر نکلنے والے مسافروں کو دیکھ رہی تھیں، تاج الشریعہ کب آئیں گے؟ دہلی سے آنے والی فلائٹ کے تقریباً سارے مسافرین ایک ایک کرکے باہر نکل چکے تھے، بستی بستی قریہ قریہ کا نعرہ لگانے والے دیوانوں کا ہجوم بہت بے چین تھا۔ مگر وہ امام اہل سنت کے علوم و معرفت کا سچا وارث، مصطفیٰ جان رحمت کا گن گانے والا دین کا سچا محافظ، کروڑوں مریدوں کے دلوں کی دھڑکن، اپنی ہر تقریر میں نمازوں کی پابندی کا حکم سنانے والا مرشد خود نماز کیسے ترک کرسکتا تھا، فلائٹ سے اترتے ہی معلوم ہوا کہ وقت مغرب ہو چکا ہے، آپ نے پہلے نماز ادا کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، کہ وقت پر ادا کی ہوئی نماز اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ ؎

وقت ہے اب نماز مغرب کا
چاند رخ لب شفق ہے گیسو شام

نماز سے فارغ ہوکر ابھی آپ ایئر پورٹ سے باہر قدم بھی نہیں رکھے ہی تھے، کہ مستانوں کی بھیڑ سے نعرہائے تکبیر و رسالت کے ساتھ ساتھ بستی بستی قریہ قریہ کے فلک شگاف نعروں سے پورا ایئر پورٹ گونج اٹھا، اب یہ قافلہ سوئے رسول پور روانا ہوگیا۔ رسول پور میں دو روز قبل سے ہی زائرین کے آنے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، جلسہ کی شام ہوتے ہوتے رسول پور اور اطراف کی بستیاں اور گلیاں بھر گئی تھیں، جدھر دیکھئے لوگوں کے سر ہی سر

نظر آتے تھے، کس کو بھوک اور پیاس کی پرواہ؟! بس ایک ہی دھن ہے کہ تاج الشریعہ کو دیکھنا ہے، لاکھوں کی بھیڑ تھی، اب پنڈال میں جگہ خالی نہیں تھی، لوگ چھتوں اور درختوں پر چڑھ چڑھ کر تاج الشریعہ کی قیام گاہ کی طرف نظر جمائے ہوئے تھے، کہ ایک نظر تاج الشریعہ پر پڑ جائے، ہر چہار جانب سے یہ نعرہ بلند ہو رہا تھا، بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ، عورت اور مرد پولس کے علاوہ تقریبا (۲۰۰۰) دو ہزار سے زیادہ رضا کار تھے، اس کے باوجود بھی معاملہ ہمارے کنٹرول سے باہر تھا، زبان پر بس یہ تھا کہ مجاہد ملت آپ سنبھالئے، تاج الشریعہ آپ سنبھالئے! ڈر لگتا تھا کہ کہیں افراتفری نہ مچ جائے، کوئی حادثہ نہ ہو جائے، ہر ہر لمحہ لوگوں کی بھیڑ بڑھتی ہی جا رہی تھی، اب مجمع سے صرف یہ آواز اٹھ رہی تھی کہ تاج الشریعہ کا دیدار کرا دیں! نصف شب کے بعد، آخر وہ وقت آ ہی گیا، جس کے لئے لاکھوں پروانے اپنا دم توڑ رہے تھے، سانسیں رکی ہوئی تھیں، جگر گوشۂ مفتی اعظم ہند اسٹیج کے قریب ہوئے، پہلا قدم منبر (اسٹیج) پر رکھتے ہی، آپ مسکرا دئے۔

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

زیر لب ایک معنی خیز مسکراہٹ نے سمجھنے والوں کو سوچ میں ڈال دیا!

ایک ایسا بھی وقت ہوتا ہے
مسکراہٹ بھی آہ ہوتی ہے

آہ! کس کو پتا تھا کہ آج سے ٹھیک ۸۶۱ دن، یعنی (۲) دو سال، (۴) چار ماہ، اور (۹) نو دن بعد، یہ آفتاب غروب ہو جائے گا، فکر و فن کا یہ عظیم شہسوار دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر جائے گا، ملک و بیرون ملک کی بڑی سے بڑی کانفرنسوں کی زینت بننے والی شخصیت کی آخری بار کسی بڑی کانفرنس میں شرکت ہو رہی تھی، لاکھوں کا مجمع اکٹھا کرنے کے لئے جس کا نام ہی کافی تھا، ایک ایسی پر کشش ذات جو اگر کسی ویرانے میں بھی قدم رکھ

دے تو پل میں وہ دیوانوں کی بھیڑ سے رشک ارم بن جاتا، ایک ایسا مجاہد جس کے قلم کی روشنائی کی قیمت شہیدوں کے خون سے بھی زیادہ قیمتی ہے، جس کی محفلیں غوث اعظم کی محفلوں کا مظہر تھیں، جس کے دیدار کے لئے جوانوں نے اپنی جان تک قربان کر دی ہیں، بیمار دل خالی کاسہ لئے حاضر ہوتے اور تقوی وطہارت کی شکل میں انمول دولت سے دامن مراد کو بھر بھر کے لے جاتے۔ آج اچانک ممبر پر قدم رکھتے ہی آپ کی مسکراہٹ نے آپ کے جان نثاروں کو سوچ میں ڈال دیا تھا، پوچھنے کی کسی کی ہمت نہیں ہوئی، وجہ کیا تھی اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ میں بس اتنا کہنا چاہوں گا، گویا آپ نے یہ کہا ہو! ع

باغ باں جاتا ہوں میں گلشن تیرا آباد رہے

اس شان سے آپ جلوہ فرما ہوئے، کہ آپ کے چہرے سے غوث وخواجہ ورضا کی فیض کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں، بس ع ''ان کو دیکھا تو خدا یاد آیا'' عظمتوں کے پاسباں، اہل سنت کا نشاں، مردانِ حق کے میر کارواں، پیار کے بحر رواں، مفتی اعظم کی شان، دین حق کے ترجماں جلوہ فرما تھے۔ جی نے چاہا کہ بس دیکھتا رہوں، کہ مجھے دیکھنے کا حکم ہے: ﴿ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ ﴾ (سورہ کہف، آیت ۲۸۔) ترجمہ: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو، جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں، اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی قرآنی نکتہ اپنے اِس خوبصورت شعر میں یوں بیان کیا ہے: ؎

ہر کہ خواہی ہمنشینی با خدا

اُو نشیند صحبتے با اولیاء

ترجمہ : جو کوئی اللہ تعالی کی قربت چاہتا ہے، اُسے چاہیئے کہ وہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں نگاہیں اللہ کے ایک ولی کے چہرے کی زیارت کر رہی

تھیں، اور آپ کی صحبت بابرکت سے فیض یاب ہو رہی تھیں، گویا کہ حضور تاج الشریعہ زبان حال سے یہ کہہ رہے ہوں کہ: ؎

دیکھنے والو جی بھر کے دیکھو ہمیں
پھر نہ کہنا کہ اختر میاں چلدئے

پھر اچانک بجلی چلی گئی، اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا، گھبرا گیا، یا اللہ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو جائے، یہ ٹھاٹھے مارتا ہوا مجمع اور اچانک بجلی کا چلے جانا بیک وقت کئی خیالات گردش کرنے لگے، اسی دوران مجمع سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہونے لگی، رات اتنی سخت کالی تھی کہ قریب بیٹھا شخص دوسرے کو بمشکل نظر آتا تھا، مگر اس تاریکی میں ایک ایسا چہرہ تھا، جو چمک رہا تھا، ایک چراغ تھا جو جل رہا تھا، ایک چاند تھا تو چاندنی بکھیر رہا تھا، ع

چاند جیسے اے قمرؔ تاروں بھری محفل میں ہے

ایک دو نہیں پورے مجمع نے اپنے ماتھے کی نگاہوں سے یہ منظر دیکھا، جس میں علماء کرام کی ایک بڑی تعداد موجود تھی، اس شان سے اس بزم میں آپ جلوہ گر تھے، کہا جاتا ہے، کہ تاج محل کے حسن و جمال کو دیکھنا ہو تو چاندنی رات میں دیکھو، تاج محل میں نصب سنگ مرمر جب چاند کی چاندنی کو اپنی آغوش میں لیتے ہیں تب سنگ مرمر کا حسن اور اس کا جمال پھوٹتا ہے، مگر اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ رب تعالی کی عطا سے ان کے چہرے سخت سیاہ رات میں بھی چمکتے اور حسن بکھیرتے نظر آتے ہیں، بلکہ تاریکی جتنی سخت ہوتی ہے، خدائے وحدہ لاشریک کی عطا سے ان کے چہرے اور روشن اور تابناک ہو جاتے ہیں، اللہ والوں کے چہروں کی چمک کوئی مادی چمک نہیں ہوتی ہے، بلکہ محبت رسول کی چمک ہوتی ہے، ایک ایسے چراغ کی روشنی جس کو زمانے کے پھونکوں سے نہیں بجھایا جا سکتا ہے۔ طوالت کے خوف سے روداد سفر کو مختصر کرتا ہوں، ورنہ حضور تاج الشریعہ کی شان تو یہ ہے، ؎

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے، ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

حضور تاج الشریعہ نے مجھے کیا دیا، اہل رسول پور کو کیا دیا، اہل اڈیشا کو کیا دیا، اس کے جواب میں، میں صرف یہ کہہ کر خراج عقیدت اور اعتراف حقیقت کرنا چاہوں گا کہ: ے

برق کیا شرارہ کیا رنگ کیا نظارہ کیا
ہر دیئے کی مٹی میں روشنی تمہاری ہے

اسٹیج سے اترنے کے بعد آپ زیادہ دیر قیام گاہ میں نہیں رکے، رسول پور سے نکل کر جگت سنگھ پور میں تھوڑی دیر رک کر پھر بھوبنیشور کے لئے روانہ ہو گئے، جب آپ بھوبنیشور کے لئے روانہ ہوئے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا، کہ رسول پور سے بھوبنیشور تک عاشقان تاج الشریعہ کی گاڑیوں کی لائینیں لگی ہوئی تھیں، جس کی کل مسافت تقریبا ۸۲ کیلو میٹر ہے، گاڑی سے گزرتے ہوئے بھی جس کی نظر آپ پر پڑتی، مارے خوشی کے چلّا کر دوسروں کو آگاہ کرتا کہ وہ دیکھو تاج الشریعہ جارہے ہیں، جناب شیخ امام الدین صاحب کار چَلا رہے تھے، بہت کم وقت میں حضور تاج الشریعہ بھوبنیشور پہنچ چکے تھے، فلائٹ کے لئے ابھی بہت وقت تھا، آپ کچھ دیر بھوبنیشور میں آرام کئے، آپ نے شب گذشتہ کے پروگرام کی مختصر جان کاری لی، موقع غنیمت جان کر میں نے یہ عریضہ بھی پیش کر دیا، کہ لوگوں کی بھیڑ زیادہ تھی، اس لئے بہت سے لوگ یا تو وقت پر پہنچ نہیں سکے یا زیارت سے محروم رہے، اور بہت سے لوگ داخل سلسلہ بھی نہ ہو سکے، ان شاء اللہ پھر کوئی تاریخ حضور عنایت فرمائیں گے، اس پر شہزادۂ حضور تاج الشریعہ نے اشارہ فرمایا کہ آئندہ کسی بڑی جگہ، یعنی بڑے میدان میں کرنا تاکہ لوگوں کو پریشانی نہ ہو، مگر حضور تاج الشریعہ خاموش رہے، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ آپ نے جامعۃ الحبیب کے لئے دعائیہ کلمات املا کرایا۔

الحاج شیخ تمیز الدین رضوی صاحب، شیخ امام الدین صاحب اور دیگر کارکنان حضرات

کی ذمہ داری تھی ایئرپورٹ پہنچانے کی، میں اور میرے چند ساتھی ایئرپورٹ نہیں جاسکے، حضور تاج الشریعہ سے اجازت لیکر رسول پور لوٹ آئے۔

چھوڑنے میں نہیں جاتا اسے دروازے تک
لوٹ آتا ہوں کہ اب کون اسے جاتا دیکھے

رسول پور لوٹ کر کئی دنوں تک اداسی رہی، ہر طرف کافی سناٹا چھایا رہا، لوگوں میں بھیڑ کا کافی چرچا تھا، ہندوؤں نے بھی اپنی حیرت کا اظہار کیا، انہیں دنوں مسٹر مودی کا اڈیشا کا تازہ دورہ ہوا تھا، بندرگاہ ''پارادیپ'' میں مسٹر مودی نے بڑی رقم محض بھیڑ اکٹھا کرنے کے لئے خرچ کیا تھا، مگر اس کے باوجود بھی چند ہزار سے زیادہ بھیڑ جمع نہیں ہوئی، جبکہ اس سے کئی گنا زیادہ بھیڑ تاج الشریعہ کے نام پر رسول پور میں جمع ہوگئی تھی، اسپیشل برانچ اور انٹیلی جینس والوں نے رابطہ کر کئی سوالات کیئے، انہیں لگتا تھا سیاسی ریلیوں میں شرکت کے لئے جس طرح لوگوں کو پیسے ملتے ہیں، تب کہیں جاکے بھیڑ لگتی ہے، اسی طرح یہاں بھی بھیڑ جمع کرنے کے لئے اچھی خاصی رقم تقسیم کی گئی ہوگی، بہر حال میرے جوابات سے وہ مطمئن ہوئے، یہ تو پروانے ہیں جو شمع پر نثار ہونے آئے ہیں، ہر طرف کوڑے بکھرے پڑے تھے، مہمان روانہ ہوچکے تھے، رنگ برنگ کی بتیاں نکال لی گئیں تھیں۔

اس سے ملنے کی خوشی بعد میں دکھ دیتی ہے
جشن کے بعد کا سناٹا بہت کھلتا ہے

ہزاروں رکاوٹیں ڈالنے کی کوششیں کی گئیں، اشتہارات پھاڑے گئے، دھمکی آمیز فون کال کیئے گئے، جلسہ کی منسوخی کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنائے گئے، مگر وہ پھول کھل کر رہے جن کو کھلنا تھا، پورے اڈیشا میں مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے عرس کے علاوہ اتنی بھیڑ مسلمانوں کی کبھی کہیں جمع نہیں ہوئی، بے شمار لوگ تاج الشریعہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

دنیا سے کہو جو اسے کرنا ہے وہ کر لے
اب دل میں مرے وہ علیٰ الاعلان رہے گا

☆☆☆

عرض: کیا سید زادی، غیر سید زادہ لڑکے سے شادی کر سکتی ہے، کچھ لوگ اسے حرام کہتے ہیں، وضاحت فرمادیں؟

ارشاد: بالغہ کا نکاح غیر کفو میں، اس کے ولی کی اجازت صریحہ کے بغیر، نہیں ہو سکتا۔ بالغہ، اگر غیر کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے، تو شرط یہ ہے کہ ولی، غیر کفو کو غیر کفو، جانتے ہوئے، زبان سے اس سے نکاح کی اجازت صریحہ دے، ورنہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ غیر سید، سید زادی کا کفو نہیں ہے، اگر سید زادی، ولی کی اجازت صریحہ کے بغیر، غیر سید سے نکاح کرے گی، تو وہ نکاح نہیں ہوگا۔ (معارف تاج الشریعہ ص ۵۷۷)

ذیل میں تاج الشریعہ کے تینوں خطبات کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں!

کلمات حضور تاج الشریعہ (۱)

بموقع (۳) تیسرا سالانہ جلسہ جشن عید میلاد النبی ﷺ، ورسم سنگ بنیاد جامعۃ الحبیب

بمقام: رسول پور، جگت سنگھ پور، اڈیشا، انڈیا

بتاریخ: ۷/مارچ ۲۰۱۰ء، مطابق: ۲۰/ربیع النور/۱۴۳۱ھ

اللہ تبارک وتعالی ہمیں اپنا اور اپنے حبیب سرور عالم ﷺ کی بارگاہ کا باادب اور سچا ادب کرنے والا رکھے، اور اسی حسن ادب پر اللہ تبارک وتعالی ہمیں اور آپ کو، سب کو موت نصیب فرمائے۔ مسلک اہل سنت و جماعت جس پر سختی سے قائم رہنے کی روش ہم نیاز مندان غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ میں چلی آرہی ہے، اور جس کا عہد ہمارے مشائخ کرام میں چلا آرہا ہے۔ اور جس پر آپ سے عہد کیا گیا، اس پر قائم رہنا، وہ ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اور تمام فرائض کی یہ جان ہے۔ اس کے بغیر کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عبادت اللہ کے یہاں قبول نہیں۔ مسلک اہل سنت ہی سچا مذہب ہے، اس کے علاوہ کوئی مسلک، کوئی دین، کوئی دھرم سچا دین نہیں ہے۔ اور اس کی پہچان اس زمانے میں مسلک اعلی حضرت کے نام سے ہوتی ہے۔ اس پر آپ سب حضرات سختی سے قائم رہیں۔ اور اس کے بہت سارے لوازم ہیں کہ ان کے بغیر مسلک کا تحقق ہو ہی نہیں سکتا۔ ان لوازم میں علماء اہل سنت و جماعت سے وابستگی، اور علماء اہل سنت و جماعت کے سچے علما، جو ذمے دار علما ہیں، جو مسلک کے نقیب ہیں اور جو مسلک پر خود قائم ہیں اور دوسروں کو قائم رکھتے ہیں اور اس پر قائم رہنے کا عہد دیتے ہیں، میری مراد وہ علما ہیں، اور وہی علما، خیار علما ہیں۔ اور وہی علما ساری خلق میں حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالی علیہ وسلم کی عطا سے سب سے بہتر ہیں

۔میری (مراد) وہ شرار علما نہیں ہیں، جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ ''شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِیقَةِ'' کہ ساری خلق میں سب سے بدتر ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو علماء اہل سنت و جماعت کے زمرے میں اور ذمے دار علما کے زمرے میں رکھے۔ تو ان لوازم سے ان کا احترام اور ان کے فتوؤں کا احترام ہے۔ مجھے آج تک نہیں معلوم تھا۔ آج میں نے سنا کہ کوئی فتوی حضور محدث کبیر نے اور دوسرے ذمے دار حضرات نے وہ فتوی صادر کیا اور پوری تحقیق کے ساتھ اور دونوں طرف کے بیانات کو سن کر کے اور ان بیانات میں غور وخوض کے ساتھ صادر کیا گیا، اس کا رد کیا جا رہا ہے، اور اس کے متعلق الگ الگ قسم کی باتیں کی جا رہی ہیں، یہ بہت ہی غلط اور نا قابل برداشت بات ہے۔ اور ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہئے۔ میرے دستخط اس فتوے پر ہیں۔ وہ فتوی نہیں بدل سکتا، بدلنا ہے تو آپ کو بدلنا ہے۔ اور اس فتوے کے مطابق آپ کو چلنا ہے۔ اور جس کے متعلق وہ فتوی ہے اس شخص کو اس پر عمل کرنا ہے۔ اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بنانا ہے۔ یہی شرط بدلنے کی ہے۔ اور حکم اٹھنے کی یہی ایک شرط ہے، ورنہ وہ حکم جو ہے قائم ہے، اور قائم رہے گا۔ قیامت تک اس کو کسی کی مجال نہیں ہے، ہماری مجال نہیں ہے، کہ ہم اس کو بدل دیں۔ اور جو اس کو بدلے گا، وہ خود بدل جائے گا۔ میں نے سب سے اہم بات، جو اس وقت کی ہے، وہ میں نے آپ سے عرض کی۔ اور دوسری بات یہ ہے، کہ علاقے کے علماء اہل سنت و جماعت اور خصوصا مجاہد ملت کے خاندان کے اہم فرد سید غلام محمد صاحب جو مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج واشاعت میں، اور مسلک اعلی حضرت پر سختی سے قائم ہیں۔ اور اس پر لگے ہوئے ہیں۔ آپ لوگ ایسے علماء اہل سنت و جماعت سے بشمول سید غلام محمد صاحب حبیبی سے اپنا رابطہ رکھیں۔ ہم لوگ کب تک آتے رہیں گے، اور کب تک آپ کو بتاتے رہیں گے! یہ آپ کی ذمہ داری ہے، کہ آپ کے علاقے میں جو ذمے دار علماء اہل سنت و جماعت ہیں ،ان سے اپنا رابطہ مستحکم کریں۔ اور دین کے مسائل ان سے سیکھیں۔ اور سچے عقیدے پر

جس کا ضامن اس وقت مسلک اعلی حضرت ہے، اس پر قائم رہیں۔ یہ اگر دنیا سے سلامت لے جاؤ گے تو قبر کی منزل...قبر میں آرام سے سوؤ گے۔ اور حشر تک جو ہے۔ ؎

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرماہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

حضور کا دیدار نصیب ہوگا۔ میں نے یہ چند باتیں، آپ کے سامنے بہت ہی سادگی سے، لیکن بہت ساری تقریروں کا نچوڑ آپ کے سامنے رکھدیا۔ اور یہ چند باتیں وہ ہیں، جو اس جلسے کا اصل مقصد اور اس کا خلاصہ ہے۔ اور آپ کی زندگی میں نہایت کارآمد ہیں۔ ان پر آپ سختی سے قائم رہیے۔ اللہ تبارک وتعالی مجھے، اور آپ کو، سب کو مسلک اہل سنت وجماعت پر، مسلک اعلی حضرت پر سختی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اسی پر ہم کو قائم رکھے۔ اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ بالخیر ایمان وسنت کے ساتھ فرمائے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالی علیہ وسلم کے لواء الحمد کے نیچے اللہ تبارک وتعالی اسی مسلک پر ہم کو اٹھائے۔ اور اعلی حضرت کے ساتھ ہم بھی عرض کریں کہ! ؎

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کہ تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

مجھے ابھی معلوم ہوا کہ جامعۃ الحبیب نام سے یہاں کوئی مدرسہ قائم کیا گیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اس قسم کے مدارس، اہل سنت وجماعت کے مسلک پر جو مدارس قائم ہورہے ہیں، وہ قائم رہیں۔ اور اللہ تبارک وتعالی اس مدرسے کو قائم رکھے اور بام عروج پر

پہنچائے۔اور یہ عمل بہت مستحسن ہے۔اور لائق تقلید ہے۔دوسرے لوگوں کوبھی یہ چاہئے کہ اپنا سرمایہ اوراپنی ہرکوشش، گوشے گوشے میں اہل سنت وجماعت کے مدارس کو، قائم کرنے میں لگائیں۔تاکہ جس طرح سے جلسوں سے مسلک کی ترویج واشاعت کا کام ہوتا ہے، اس سے زیادہ پائیدارارطور پر مدارس کے ذریعے سے لوگوں میں مسلک اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت کا کام جاری رہے۔اورلوگوں کودین کے مسائل اورشریعت کے احکام جاننے کااور سمجھنے کاموقع فراہم ہو۔یہ عمل بہت مبارک ہے، بہت مستحسن ہے اور مولانا ریاضت حسین ازہری اس کے لئے لائق مبارک باد ہیں، اوران کے اس عمل میں جو ان کے ہمراہ ہیں وہ بھی لائق مبارک باد ہیں۔اورمیری سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی ان کی اس خدمت کوقبول فرمائے۔اوراجرعظیم عطافرمائے۔اورلوگوں کو دامے درہمے قدمے سخنے اس مدرسے کوقائم رکھنے کی توفیق عطافرمائے۔

☆☆☆

عرض: کچھ اپنی دکانوں یا مصنوعات کا اسلامی نام رکھتے ہیں، جیسے مکہ آئس ڈپو، مدینہ پان شاپ، حاجی علی جوس سینٹر، عبداللہ ٹریڈینگ، کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟

ارشاد: اس میں کوئی حرج نہیں۔(معارف تاج الشریعہ، ص:۵۷۷)

کلمات حضور تاج الشریعہ (۲)

بموقع (۴) چوتھا سالانہ جلسہ جشن عید میلاد النبی ﷺ

بمقام: جامعۃ الحبیب، رسول پور، جگت سنگھ پور، اڈیشا، انڈیا

بتاریخ: ۷؍فروری؍۲۰۱۱ء، مطابق: ۳؍ربیع النور؍۱۴۳۲ھ

... پڑھیں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم، دل مارا کن مستقیم بحق ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اہل سنت کے سچے مذہب پر قائم رہوں گا۔ بدمذہب سے بچتا رہوں گا۔ نماز، روزے، ہر فرض ہر واجب کو، سنتوں کو، ان کے وقتوں پہ ادا کرتا رہوں گا۔ ہر گناہ سے، خاص کر جھوٹ، بدی، غیبت، بدمذہب کی صحبت، گانے بجانے، تماشوں سے بچتا رہوں گا۔ الٰہی میں توبہ کرتا ہوں اپنے گناہوں سے میری توبہ قبول فرما۔ نیکیوں کی توفیق دے۔ گناہوں سے بچا۔ شریعت پر قائم رکھ۔ میں نے اپنا ہاتھ غوث پاک کے دست پاک میں دیا۔ الٰہی مجھے غوث پاک کے مریدوں میں قبول فرما۔ قیامت کے دن ان کے گروہ میں اٹھا۔

بس یہی میری تقریر ہے۔ اور یہی ساری تقریروں کا نچوڑ ہے۔ جو آپ کو پڑھوایا گیا، اس پر آپ قائم رہیں۔ یہی پیری مریدی کی جان ہے۔ اللہ تبارک وتعالی مجھے، اور آپ کو مسلک اہل سنت پر، جس کو پہچان کے لئے مسلک اعلی حضرت کہا جاتا ہے، اس پر قائم رکھے۔ اور پیران عظام میں ہمارے پیر خانہ میں، اعلی حضرت کے پیر خانہ میں، مارہرہ شریف کے مشائخ عظام، حضرت شاہ برکت اللہ، شاہ آل رسول احمدی، حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تبارک وتعالی علیہم اجمعین، اور حضور سید مصطفٰی حیدر میاں صاحب قادری برکاتی مارہروی، اور دیگر مشائخ کرام ہیں، سچے پیران عظام میں جو عمل اور جو رسم چلی آرہی ہے، اس کا مظاہرہ ابھی آپ نے دیکھا۔ ہمارے مشائخ کرام نے حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک

وتعالی علیہ وسلم سے، اوران کے صحابہ سے، اس طریقہ بیعت کو ورثے میں لیا، اور یہ طریقہ بیعت متوارث چلا آرہا ہے۔ اور وہ طریقہ بیعت اسی تجدید عہد کا نام ہے جو ہر مسلمان ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھ کر کے اللہ سے اور اس کے رسول سے کرلیتا ہے۔ اسی عہد کی یاد دہانی اور اسی پر قائم رہنے کی تلقین، اس طریقہ بیعت کے ذریعے سے آپ کو کرائی گئی۔ اور ہمارے مشائخ کرام میں یہی معروف، معمول ومروج ہے۔ اور یہ سنت سرکار ابد قرار وسیرت صحابہ ہے۔ جو ایک زمانے سے چلی آرہی ہے اور ان شاء اللہ رہتی دنیا تک یہ قائم رہے گی۔ اس پر آپ سختی سے قائم رہیں۔ یہی پیری مریدی کی جان ہے۔ اور بدمذہبوں سے، بے ایمانوں سے، بدعقیدوں سے، اپنے دین کو اور ایمان کو بچائیں اور اپنی نسبت سنی اور اپنی ساری دوستی اور رشتہ داری کے معاملات سنی سنی سے رکھے۔ اور غیر سنی سے، آپ یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کا کوئی رشتہ نہیں، اگر چہ وہ آپ کا خون کا رشتہ دار ہو۔ یہی ہمارے بزرگان دین کی تعلیم ہے اور یہی رسول اللہ کی تعلیم ہے اور یہی صحابہ کرام نے کر کے دکھایا اور یہی سچا دین اللہ کا دین ہے۔ قرآن کریم کی تعلیمات سے مشحون ہے۔ اللہ تبارک وتعالی مجھے اور آپ کو اس پر قائم رکھے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

ہاں میں نے حافظ ریاضت حسین کو پہلے خلافت دی تھی، میں بشرط علم وعمل اور مسلک اعلی حضرت پر استقامت کی شرط کے ساتھ اور اس پر دوسروں کو قائم رکھنے کی شرط کے ساتھ، اس کی ترویج واشاعت کی شرط کے ساتھ، میں ان کے لئے اس خلافت کا دوبارہ اعلان کرتا ہوں۔ مجاہد ملت کا یہ صوبہ ہے، میں یہاں پہلے بھی آتا رہا، یہاں آکر مجھے خوشی ہوتی ہے اور ڈسپلن اور نظم وضبط پر جو عمل میں نے یہاں دیکھا میں نے کہیں اور نہیں دیکھا۔ یہی ڈسپلن اور نظم وضبط دوسری جگہوں پر بھی نظر آنا چاہئے۔ یہ ہم مسلمانوں کا طرہ امتیاز ہے۔ جس کو عام طور پر مسلمان قوم اب کھوتی جارہی ہے۔ ہماری صفوں میں نظم وضبط اور ڈسپلن اور جوش کے ساتھ ہوش کی ضرورت ہے۔

کلمات حضور تاج الشریعہ (۳)

بموقع (۸) آٹھواں سالانہ جلسہ جشن عید میلاد النبی ﷺ بعنوان پیغام امن کانفرنس

بمقام: جامعۃ الحبیب، رسول پور، جگت سنگھ پور، اڈیشا، انڈیا

بتاریخ: ۱۱/مارچ/۲۰۱۶ء، مطابق: ۱/جمادی الثانی/۱۴۳۷ھ

(حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری کے بقول، حضور تاج الشریعہ کا یہ وہ آخری جلسہ ہے جس میں آپ نے شرکت فرمائی اور مبارک کلمات سے نوازا، پھر اس کے بعد علالت کے سبب آپ نے کسی بڑی کانفرنس میں شرکت نہیں فرمائی)

بہت تاخیر ہوگئی، اب یہ وقت دعا ہے، اللہ تبارک وتعالی مسلمانان اہل سنت و جماعت کو مسلک اعلی حضرت پر سختی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو کلمات عوام نے مجمع نے پڑھے، ان پر سختی سے قائم رہیں، یہی پیری مریدی کی جان ہے۔ اور مسلک اعلی حضرت، محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالی علیہ وسلم، صحابہ وتابعین واہل بیت ومشائخ عظام واولیاء کرام، جس دین پر تھے، اور چلے آرہے ہیں، اسی دین اسلام کی سچی پہچان، مسلک اعلی حضرت ہے۔ کچھ بے دین، صلح کلی، دین اسلام کے دشمن، اس پہچان کو مٹانا چاہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ مسلک اعلی حضرت گمراہ اور گمراہ گر ہے اور گستاخ رسول ہے۔ جس نے یہ کہا، وہ خود گمراہ و بے دین، اور خود گستاخ رسول، اور گستاخان رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ ساز و باز رکھنے والا ہے۔ کچھ لوگ مسلک اعلی حضرت کا نام لے کر کے یہ چاہتے ہیں، کہ مسلم وغیر مسلم، سنی وغیر سنی، وہابی، رافضی، قادیانی، دیوبندی، سب ایک ہوجائیں۔ اور یہ طاہر الپادری اسی کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کے وہ یہودی، عیسائی بت پرست، جملہ دشمنان اسلام کا آلہ کار ہے۔ مسلم نما یہودی ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ یہودی اور عیسائی بیلیور (Believer) ہیں یعنی ایمان والے ہیں۔ جن کو قرآن نے فرمایا کہ وہ کافر ہیں۔ یہ انہیں بیلیور (Believer) کہتا ہے۔ صاف قرآن کا رد کرتا ہے۔

مسلمانوں کوفرض ہے، کہ ایسے دین فروشوں سے، ایمان فروشوں سے، خود کو بچائیں، خود ان سے دور رہیں، اور مسلک اعلی حضرت، جو صحیح مسلک اہل سنت کا ترجمان ہے، اس پر سختی سے قائم رہیں۔ **وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه وعلی سیدنا محمد و آله وصحبه وبارک وسلم.**

عرض: حضور! صلح کلی والے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تہذیب کے خلاف ہے، اگر کوئی اپنے پاس ملنے آئے، اوران سے نہ ملا جائے؟

ارشاد: تہذیب سے اگر تہذیب نیچری مراد ہے کہ وہ تہذیب نہیں، تخریب ہے۔ اور اگر تہذیب اسلامی مقصود، تو جن سے ہم نے، تہذیب سیکھی، وہی منع فرماتے ہیں۔ **ایا کم و ایاھم، لا یضلونکم و لا یفتنونکم** ... ان سے دور بھاگو، اوران کو اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔۔۔۔ (ملخصا ۔۔الملفوظ، ح دوم، ص ۹۸)

''جامعۃ الحبیب'' کے زیر اہتمام یک روزہ پیغام امن کانفرنس

ہزاروں لوگ حضور تاج الشریعہ کے ہاتھ سلسلہ ''عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ'' میں داخل ہوئے

بتاریخ: ۱۱/ مارچ/ ۲۰۱۶ء جامعۃ الحبیب، رسول پور، اڈیشا کا آٹھواں سالانہ جلسۂ جشن عید میلاد النبی ﷺ بعنوان پیغام امن کانفرنس منعقد ہوا، بعد نماز عشاء پروگرام کا آغاز ہوا. پروگرام کی سرپرستی وارث علوم امام احمد رضا، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی، جب کہ صدارت کے فرائض حبیب ملت حضرت علامہ سید غلام محمد حبیبی قادری صاحب، دامت فیوضھم العالیۃ، متولی وسجادہ نشین خانقاہ حبیبیہ، دھام نگر شریف، بھدرک، اڈیشا نے انجام دیا، بدست حضور تاج الشریعہ دو بزرگ شخصیات ماہر منقولات ومعقولات کثیر التلامذہ حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن قادری رضوی صاحب قبلہ مد ظلہ النورانی شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا، الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد یوپی اور صدر جلسہ، حبیب ملت حضرت علامہ سید غلام محمد حبیبی قادری صاحب قبلہ، کو ان کی نمایاں خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ''جامعۃ الحبیب'' کی جانب سے ''سپاس نامے'' اور ''مجاہد ایوارڈ'' پیش کیے گئے۔

دیگر نمایاں شخصیات میں سے غیاثِ ملت حضرت علامہ مولانا سید غیاث الدین قادری صاحب، دامت برکاتھم العالیۃ، سجادہ نشین خانقاہ محمدیہ، کالپی شریف، یوپی. نبیرۂ اعلی حضرت، حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا قادری صاحب مدظلہ العالی قاضی شرع ضلع بریلی شریف، مرکزی صدر جماعت رضائے مصطفیٰ. مناظر اہل سنت، خطیب ہند، حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب، مدظلہ النورانی، جمدا شاہی، یوپی. ماہر فکر وفن نازش بزم سخن حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین مصباحی رضوی کشمیری صاحب، دام ظلہ العالی. فاضل

جلیل حضرت علامہ مفتی محمد افضال رضوی صاحب مدظلہ النورانی، بریلی شریف.اور صوبہ اڈیشا سے حضرت علامہ مفتی حنیف صاحب حبیبی مصباحی، شیخ الحدیث دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، حضرت علامہ اصغر علی صاحب مصباحی، استاذ دارالعلوم مجاہد ملت، حضرت علامہ مدثر حسین صاحب حبیبی مصباحی اور فاضل ازہر حضرت مولانا مفتی محمد مشکور حبیبی ازہری، استاذ دارالعلوم مجاہد ملت کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں دیگر علما وائمہ کرام بھی زینت جشن رہے۔

اور شعراء کرام میں شاعر اسلام اسد اقبال کلکتوی، بلبل مدینہ زمزم فتح پوری، مولانا صابر حسین مجاہدی، قاری شرف الدین تیغی اور مولانا عبدالرشید صابری نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا.جلسہ کی نقابت کی ذمہ داری حضرت مولانا سراج رضوی تابانی نے بحسن وخوبی نبھائی.تقریبا دولاکھ سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی اور حضور تاج الشریعہ کے ہاتھ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں داخل ہوئے.اڈیشا کے مختلف ضلعوں سے منتخب تقریبا ۲۰۰۰ سے زائد رضا کاروں نے کانفرنس کے انتظام وانصرام میں حصہ لیا.صوبہ اڈیشا، بنگال، آندرا پردیش، جھارکھنڈ اور بہار کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شریک ہوکر حضور تاج الشریعہ دام ظلہ العالی سے اپنی بے پناہ عقیدت ومحبت کا اظہار فرمایا.اور جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ کی اسٹیج آمد پر طلبہ جامعۃ الحبیب نے اجتماعی طور پر قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پڑھ کر جلسہ گاہ میں کیف وسرور کا ماحول پیدا کردیا.حضور تاج الشریعہ کی قیادت میں سرکردہ علمائے اہل سنت نے اسلام کے پیغام امن کو عام کرنے کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ عوام اہل سنت کو ڈاکٹر طاہر القادری پاکستانی کی گمراہ فکر سے دور رہنے کی تلقین کی۔

’’جامعۃ الحبیب‘‘ کی جانب سے کل تین افراد حضرت مولانا سید منظر حسین حبیبی ، جاجپور، حضرت مولانا انوار صاحب، بھدرک اور جناب ماسٹر اقبال صاحب، رسول پور کو

اس سال عمرہ میں روانہ کرنے کا اعلان کیا گیا.کانفرنس میں شریک علما ومشائخ عظام نے تحریری وتقریری طور پر ''جامعۃ الحبیب'' کے لئے نیک خواہشات کا اظہار فرمایا اوراس کی حسن کارکردگی کو سراہتے ہوئے جامعہ کی ترقی وکامرانی کے لئے دعائیہ کلمات سے نوازا.شیخ الجامعہ عالم جلیل فاضل ازہر شریف خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا ریاضت حسین ازہری صاحب نیز رئیس الجامعہ حضرت مفتی رفیق اللہ قادری ازہری صاحب قبلہ نے جملہ اساتذہ وانتظامیہ کی جانب سے تمام شرکاء جلسہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

بعدہ صلاۃ وسلام اور حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی دعاؤں کے ساتھ جلسہ اختتام پزیر ہوا.

رپورٹ

(مفتی) عبداللہ رضوی

استاذ جامعۃ الحبیب

☆☆☆

عرض: بزرگان دین کی تصاویر بطور تبرک لینا کیسا ہے؟

ارشاد: کعبہ معظّمہ میں، حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل، وحضرت مریم کی تصاویر بنی تھیں، کہ یہ متبرک ہیں، مگر ناجائز فعل تھا۔حضور اقدس ﷺ نے خود دست مبارک سے ،اسے دھودیا۔(الملفوظ، ح دوم، ص ۸۷)

یادوں کی بارات

از: حضرت مولانا محمد رفیق اللہ خان قادری ازہری
پرنسپل جامعہ الحبیب، رسول پور

حضور تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، وارث علوم امام احمد رضا، نبیرہ حضور حجۃ الاسلام ، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ، آقائے نعمت، مرشد طریقت، مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان، ان خاصان خدا میں سے ایک ہیں، جو اپنی تمام تر متاع حیات، بل کہ اپنی حیات مستعار کی ہر سانس اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی میں قربان کر دیتے ہیں اور اپنے علم و عمل سے ایک جہان کو منور و تابناک بناتے ہیں۔ پھر جب اس دار فانی کو خیر باد کہہ کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہیں، تو پیک اجل خود ان کے سرہانے انہیں یہ مژدہ جانفزا سناتا ہے۔:

﴿یَا أَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ☆ ارْجِعِی إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ☆ فَادْخُلِی فِی عِبَادِی ☆ وَادْخُلِی جَنَّتِی﴾ (سورۂ فجر، آیت ۲۷ تا ۲۹) ترجمہ: ''اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔'' حضور تاج الشریعہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر پل، اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزار کر، اس شان سے راہی ملک جاوداں ہوئے کہ ۷/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ/مطابق ۲۰/جولائی ۲۰۱۸ء کو باوضو ہو کر، عین مغرب کی اذان کے وقت، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدائے ایمانی کے ساتھ، رب کی کبریائی بیان کرتے ہوئے، آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس فانی دنیا سے منھ موڑ کر

، ہمیشہ ہمیش کے لئے خلد نشین ہو گئے۔

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر ایک قادری کے لئے

آج جب وہ ہم میں نہیں ہیں ،تو ان کی مبارک یادیں اور چند بابرکت ملاقاتیں ، ہمارے درد وکرب کا مداوا اور ہمارے قلب ونظر کی تسکین کا ساماں بنے ہوئے ہیں۔

میں ،اپنے احساسات و جذبات کو، ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ و معانی کے قالب میں ڈھال کر، اپنے اس عروس مملکت عقیدت و محبت کی بارگاہ عالی جاہ میں'' یادوں کی بارات'' لئے حاضر ہوں۔ع

گر قبول افتد زہے عزو شرف

بچپن ہی سے ہمارے کان چار شخصیتوں کے نام سے خوب آشنا رہے ہیں۔ پہلا، نواسہ رسول اکرم ﷺ ،امام عالی مقام ،امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ، کا مقدس نام۔ دوسرا، غوث الثقلین سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا نام مبارک ۔تیسرا، دادا پیر یعنی اعلی حضرت، مجدد اعظم ، امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا اسم گرامی (('' دادا پیر'' حضور سیدی سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے اپنے علاقہ میں اپنے مریدین اور متوسلین کے مابین، امام اہل سنت ،اعلی حضرت علیہ الرحمہ ،کو اسی نام سے متعارف کروایا تھا۔۲۵ رصفر المظفر کو، جو کہ عرس اعلی حضرت کی تاریخ ہے، آپ'' دادپیر'' کے فاتحہ کے نام سے ''عرس اعلی حضرت'' کی مجلس منعقد کرتے تھے۔ یہ نام، ان کے مریدین اور محبین خاص کر'' دھام نگر شریف'' اور اس کے اطراف میں، اس قدر معروف ہوا کہ سب اپنے اپنے علاقوں اور گھروں میں بھی ۲۵ ر صفر کو'' دادا پیر'' کا فاتحہ دلاتے ہیں ۔آج بھی یہ مبارک روایت برقرار ہے۔اور'' خانقاہ حبیبیہ'' میں تو ہر سال اسی تاریخ کو بڑے ہی اہتمام کے ساتھ'' دادا پیر'' کا فاتحہ، حضور مجاہد

ملت علیہ الرحمہ، کے عہد میں، ان کی قیادت میں اور اب خانقاہ کے متولی وسجادہ نشیں حضور حبیب ملت دام ظلہ العالی کی سرپرستی میں منایا جاتا رہا ہے۔ جس میں قرب وجوار سے کثیر تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں۔ خانقاہ حبیبیہ کی یہ روایت ''مرکز اہل سنت بریلی شریف ''اور'' دھام نگر شریف'' کے مقدس رشتوں کی اہم کڑی ہے۔ آج ہمارے دیار میں، گرچہ لوگ اب اعلی حضرت علیہ الرحمہ کو ان کے مختلف القابات کے ساتھ جانتے مانتے ہیں، لیکن جو مٹھاس اور تعلق ونسبت کی گہرائی اس لفظ (دادا پیر) میں ہے، اسے اہل ذوق ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ اس لئے تمام خواجہ تاشان سرکار مجاہد ملت، خاص کر'' دھام نگر شریف'' اور اس کے اطراف و اکناف کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس رشتہ کی حلاوت کو محسوس کرتے ہوئے، اپنی نسلوں میں اسے ودیعت کرنے کی کوشش کریں۔ داشتہ بکار آید))۔

اور، تیسرا نام، سراج السالکین، قدوۃ الواصلین سرکار حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ، کا بابرکت نام ہے۔ حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی ذات ہمارے لئے برکت مصطفیٰ، عنایت غوث وخواجہ اور عطائے امام احمد رضا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں، اپنے کردار وعمل اور دعوت وتبلیغ سے، اور بعد وصال، اپنے روحانی تصرفات کے ذریعہ، ہمارے قلوب واذہان میں، مصطفیٰ جان رحمت کی محبت، غوث وخواجہ کی عقیدت اور امام احمد رضا کی الفت رچائی اور بسائی ہے۔

پھر جب ہم نے عقل وشعور کی منزل پہ قدم رکھا، تو ایک اور نام، ہماری سماعتوں میں رس گھولنے لگا۔ وہ نام ہے، حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کا نام نامی اسم گرامی، جنہیں ہم شروع میں، ان کے نام سے کم، ان کے ایک معروف لقب'' ازہری میاں'' سے زیادہ جانتے تھے۔ ابھی تک ہماری نگاہیں، ان کے دیدار کی سعادت سے محروم تھیں۔ صرف سنتے تھے کہ'' اعلی حضرت'' کے پوتے ہیں، بہت بڑے عالم ہیں، سرکار مجاہد ملت قدس سرہ کے عرس چہلم میں'' دھام نگر شریف'' تشریف لائے تھے، بڑے خوبرو اور بہت ہی حسین و

جمیل ہیں، لیکن جب کبھی کسی کی زبان سے ''ازہری میاں'' سنتے تو خواہش مچلنے لگتی اور شوق دیدار انگڑائی لینے لگتا۔ پھر قسمت نے یاوری کی اور نصیبہ بیدار ہوا، حضرت مفتی اعظم اڈیشہ مفتی عبدالقدوس حبیبی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم میں، حضور تاج الشریعہ کا ورود مسعود ہوا۔ برادر اکبر مولانا حبیب اللہ صاحب رضوی مصباحی کے مشورہ پر، میرے والد ماجد مرحوم و مغفور ہم تمام بھائی، بہنوں کو لے کر'' بھدرک'' پہونچے۔ خود بھی حضور تاج الشریعہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اپنے تمام بچوں کو بھی ان کے قدموں پہ نچھاور کردیا۔ پہلی دفعہ ہماری آنکھوں نے اتنا خوبصورت پیکر دیکھا تھا، ایسا لگتا تھا کہ چاند آسمان سے فرش گیتی پر اتر آیا ہو۔ پھر کیا تھا، بس ٹکٹکی باندھ کر آپ کے رخ رشک قمر کے دیدار سے شادکام ہوتے رہے۔ جب تک آپ کی بارگاہ میں رہے، آپ کو ہی دیکھتے رہے اور جی بھر کر دیکھتے رہے۔ اپنی اس جرأت رندانہ پہ آج کبھی کبھی گستاخی کا شائبہ ہوتا ہے۔ بھلا کر بھی کیا سکتے تھے، ماہ تاب کے ہوتے ہوئے، ستاروں کا منھ کیوں کر تکتے؟ ؎

تمہیں جس نے بھی دیکھا کہہ اٹھا احمد رضا تم ہو
جمال حضرت احمد رضا کا آئینہ تم ہو
یہ نوری چہرہ، یہ نوری ادائیں، سب یہ کہتے ہیں
شبیہ غوث ہو، نوری میاں ہو، اور رضا تم ہو
جناب مفتی اعظم کے فیضان تجلی سے
شبستان رضا میں خیر سے اختر رضا تم ہو

''بھدرک'' میں حضور تاج الشریعہ کا قیام، جس مکان میں تھا، میرے والد ماجد کی صاحب مکان سے جان پہچان تھی۔ اس لئے ہم لوگ بالکل بالمشافہ، آمنے سامنے حضرت سے بیعت ہوئے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا، زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں تھی۔ مرید ہونے کے بعد ہم لوگ وہیں حضرت کے طلعت زیبا کی تابانی سے دل و دماغ روشن کرتے رہے۔ تھوڑی دیر

بعد، کچھ لوگ اور آئے، انہوں نے بھی بیعت کی۔ اب تھوڑی سی بھیڑ بڑھ گئی۔ بہت دیر سے، حضور تاج الشریعہ بستر پر بیٹھے ہوئے، کسی کو مرید کرتے، کوئی دعا کے لئے کہتا تو اس کے لئے دعا کرتے، کوئی مصافحہ کرتا، تو مصافحہ کرتے رہے، لیکن اگر کوئی دست بوسی کرتا تو آپ جلدی سے ہاتھ کھینچ لیتے۔ یا پھر چپ چاپ خاموش رہتے۔ میں نے اس ملاقات کے علاوہ بھی یہ محسوس کیا کہ حضرت خاموش طبع واقع ہوئے تھے۔ کسی کے سلام کا جواب دیتے یا کوئی کچھ دریافت کرتا، تو جواب مرحمت فرماتے یا پھر خاموش ذکر و فکر میں محو رہتے۔ لیکن جب گفتگو فرماتے، تو لگتا لبوں سے پھول جھڑ رہے ہوں۔ پھر آپ کمرہ سے باہر نکل کر دالان میں چہل قدمی کرنے لگے۔ لوگ ہاتھ باندھ کر دونوں اطراف میں کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے منع بھی فرمایا کہ آپ لوگ کیوں کھڑے ہیں، بیٹھ جایئے یا پھر جایئے، زیادہ بھیڑ مت کیجئے۔ مگر پروانے شمع کو چھوڑ کر جاتے بھی تو کہاں جاتے، انہیں تو طواف شمع ہی میں قرار جاں نصیب ہوتا ہے۔ اسی اثنا میں کچھ لوگ آ کر حضرت سے مصافحہ کرنے لگے، ان میں سے کوئی صاحب، مصافحہ کے وقت، کچھ روپے، چپکے سے، حضرت کے ہاتھ میں دے کر ہٹ گئے۔ حضرت فوراً برافروختہ ہو گئے، چہرے کا جمال جلال میں بدل گیا۔ غصہ سے فرمایا: ''کس نے یہ دیا، کس نے یہ دیا''۔ اب کس کی مجال کے وہاں لب کھولے۔ حضرت نے، وہاں جو خادم تھا، اسے آواز دی اور کہا کہ یہ روپے جس کے ہیں، معلوم کر کے اسے واپس کر دو۔ یہ کہہ کر کمرہ کے اندر چلے گئے۔ وہاں موجود سارے لوگ اس نامعلوم شخص کی اس حرکت پر ناراضگی کا اظہار کرنے لگے۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت اطمینان سے ٹہل رہے تھے اور سارے لوگ بڑے ادب و احترام کے ساتھ دیدار سے مشرف ہو رہے تھے۔ اس کے اس عمل سے، حضرت ناراض ہو کر کمرہ کے اندر چلے گئے ، تو لوگ اپنی اس محرومی کا غصہ، اس نامعلوم فرد پر نکالنے لگے۔

ابھی حال ہی میں ۱۱/ مارچ ۲۰۱۶ء کو جب حضور تاج الشریعہ ''جامعۃ الحبیب، رسول

پور'' تشریف لائے۔تو مولانا شمیم اشرف صاحب، جو یہاں کے ہائی اسکول کے ٹیچر، اور شاہ پور مسجد کے خطیب و امام تھے، وہ ملاقات کے لئے حضرت کی قیام گاہ پر آئے۔اس وقت کمرہ میں، حضرت کے شہزادے، قائد ملت، علامہ، مفتی عسجد رضا خاں صاحب قبلہ ،ان کے داماد مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ، مفتی عبد اللہ صاحب، استاذ جامعۃ الحبیب اور ''حضرت کے میزبان'' عالی جناب تمیز الدین بھائی صاحب کے ساتھ راقم الحروف بھی موجود تھا۔مولانا شمیم اشرف صاحب نے بعد سلام، حضرت سے مصافحہ کیا اور اپنا تعارف کروایا کہ میں ''منظر اسلام، بریلی شریف'' کا فارغ التحصیل ہوں۔حضور مفتی اعظم ہند کا مرید ہوں اور آپ (تاج الشریعہ) کا شاگرد ہوں۔حضرت نے ان کی خیریت دریافت کی، دعائیں دی۔مولانا نے کچھ نقود نذر کئے۔حضرت نے لینے سے انکار فرمایا ۔مولانا نے کہا کہ حضور شاگردی کے ناتے کچھ قبول فرمالیں۔حضرت نے پھر بھی منع فرمایا ۔یہ دینے پہ بضد اور حضور منع فرماتے رہے۔میں یہ منظر دیکھ رہا تھا، مجھے ''بھدرک'' کا وہ معاملہ یاد آ گیا۔میں نے مولانا صاحب سے کہا کہ ٹھیک ہے، جب حضور، منع فرماتے ہیں ،تو رہنے دیجئے۔کیوں کہ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں حضرت جلال میں نہ آ جائیں۔تب قائد ملت ،صاحبزادہ گرامی منزلت، علامہ عسجد میاں صاحب قبلہ، نے وہ روپے لئے اور حضرت کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ'' مولانا صاحب ''ابّا'' نے قبول کرلیا، اب یہ روپے آپ ''ابّا'' کی طرف سے قبول کرلیں '' یہ کہہ کر مولانا کو واپس کر دیا تو مولانا نے وہ روپے لے لئے۔

اللہ، اللہ بے نیازی اور استغنا کی یہ شان کہ جسے دیکھ کر اسلاف کرام کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔اپنا کوئی بھی معاملہ بندوں سے متعلق نہیں رکھا، بل کہ ہمیشہ اپنے رب سے لو لگائے رکھا۔اور ان کے رب نے اپنے حبیب ﷺ کے طفیل، انہیں اتنا نوازا کہ کسی کے وہم گمان میں بھی نہ آ سکے۔سچ فرمایا ہے، صادق و مصدوق ﷺ نے کہ ''من کان للہ، کان اللہ لہ'' جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔خود فرماتے ہیں۔

بوالہوس سن سیم و زر کی بندگی اچھی نہیں
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں
یاد جاناں میں معاذاللہ ہستی کی خبر
یاد جاناں میں کسی سے آگہی اچھی نہیں

یہ پہلا موقع تھا، جب ہم نے حضرت کا دیدار کیا تھا۔اس کے بعد جہاں تک مجھے علم ہے، ۲۰۱۱ء سے پہلے بھی ایک بار حضرت'' جالیسر، اڈیشہ'' کی طرف ایک جلسہ میں آئے ہوئے تھے۔غالبا ۹۰/کی دہائی میں آئے تھے۔ بعد میں سننے میں آیا کہ وہ جلسہ کسی ہنگامہ کی نذر ہو گیا۔حضور تاج الشریعہ کے اسٹیج میں آنے سے قبل مولانا عبدالرشید صاحب (بالیسر) کی تقریر پر کچھ شر پسندوں نے وہ اودھم مچایا کہ ذمہ داروں نے حضرت کو اسٹیج میں لانا پھر غیر مناسب جانا۔اس طرح چند لوگوں کی شرارت کے سبب، اکثر لوگ دید کی سعادت سے محروم رہ گئے۔

پھر حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز'' صد سالہ عرس سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ'' کے موقع پر دھام نگر شریف تشریف لائے۔ سنا ہوں کہ اس سے قبل حضرت دو بار'' دھام نگر شریف'' تشریف لا چکے ہیں۔ایک بار، عرس چہلم سرکار مجاہد ملت میں۔دوسری بار، جب مفتی اعظم اڈیشہ مفتی عبد القدوس حبیبی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم میں آئے تھے، تب بھی دھام نگر شریف آپ کا آنا ہوا تھا۔

بموقع صد سالہ جب آپ کی آمد ہوئی، تو'' خانقاہ عالیہ قادریہ حبیبیہ'' کے اندر، پوربی سمت میں، تالاب سے قریب واقع'' قدیم ہاسٹل بلڈنگ برائے اساتذہ'' کے داہنے جانب والے کمرہ میں (جس میں، حضرت علامہ حنیف صاحب قبلہ حبیبی مصباحی، شیخ الحدیث، دارالعلوم مجاہد ملت، اس زمانے میں، قیام فرما تھے) آپ، فروکش تھے۔

حضرت کی سواری، جب احاطہ خانقاہ میں داخل ہوئی تو اس قدر بھیڑ اکٹھا ہو گئی کہ

بڑے مشکل سے حضرت کو قیام گاہ لے جایا گیا۔حضرت جب کمرہ میں داخل ہوئے تو آپ کی پیشانی عرق آلود تھی اور لوگوں کی افراتفری کے سبب ،غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔جلال میں فرمانے لگے:''یہ کیسی افراتفری ہے، کیسا ہنگامہ ہے''تو''دارالعلوم مجاہد ملت''کے پرنسپل، استاد مکرم حضرت علامہ نوشاد عالم صاحب قبلہ مصباحی نے عرض کیا''حضور یہ دیوانے ہیں''تو حضرت نے اسی جلال میں ارشاد فرمایا کہ''دیوانے ہیں تو کیا مطلب ،جان لے لیں گے'' استاد محترم کے اشارہ پر، میں اور میرے ساتھ جو طلبہ، حضرت کی خدمت کے لئے تھے،جلدی سے دو دو''ٹیبل فین'' دائیں اور بائیں جانب رکھ دیئے اور''سیلینگ فین'' بھی چالو کر دیا گیا۔اب دھیرے دھیرے حضرت، پرسکون ہونے لگے،اور آپ کا غصہ اترنے لگا۔حضرت نے ایسا اس لئے فرمایا کہ لوگ کبھی کبھی فرط عقیدت میں پاس ادب بھول بیٹھتے ہیں۔یہاں ایسا ہی کچھ ہوا کہ دیوانوں نے تبرکا حضرت کو چھونے کے شوق میں، یہ جرأت کر دی کہ حضرت کا عمامہ کھول گیا،تو حضرت کا ناراض ہونا فطری بات تھی۔ایسا صرف یہاں نہیں تھا، بل کہ حضرت جہاں بھی تشریف لے جاتے ،دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً دیوانوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا۔حضرت ناراض ہوتے ، بیزاری کا اظہار فرماتے ،مگر عوام تو عوام ہیں،علما اور خواص تک بھی حضرت کو دیکھتے ہی ہوش کھو بیٹھتے اور دست بوسی و قدم بوسی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ایسی مقبولیت اللہ تعالی نے عطا فرمائی تھی کہ اپنے تو اپنے ہیں، غیر بھی سر تسلیم خم کیئے آداب بجا لاتے تھے۔خود''بریلی شہر'' میں بھی حضرت کی قبولیت عام کا یہی حال تھا۔بریلی کے رہنے والے نشاط علی بھائی نے ہمیں بتایا کہ حضرت جب توانا و تندرست تھے،تو جب''بریلی'' میں رہتے ،تو ہر جمعرات عشا کی نماز ہماری مسجد میں پڑھاتے اور درس دیتے۔اور دنوں میں،اتنی بھیڑ نہ ہوتی مگر جمعرات کی رات مسجد میں بہت اژدحام رہتا تھا،لوگ بہت دور سے صرف حضرت کی وجہ سے اس مسجد کا رخ کرتے تھے۔مسجد کے جو امام صاحب ہیں،ان سے ہمارے

اچھے روابط ہیں۔وہ کبھی کبھی حضرت کو اپنے گھر دعوت دیتے اور مجھے فون کر کے کہتے کہ نشاط بھائی حضرت آرہے ہیں، کسی کو بتانا مت، چپکے سے آجانا۔جب میں امام صاحب کے مکان پہ پہونچتا تو دیکھتا کہ کافی مجمع ہے۔میں کہتا، امام صاحب آپ نے کافی لوگوں کو مدعو کرلیا ہے۔وہ کہتے، بخدا میں نے کسی کو اطلاع نہیں کی، خدا جانے انہیں کون خبر کردیتا ہے۔حضرت بحرالعلوم علامہ مفتی عبدالمنان عزیزی، مبارک پوری، اعظمی علیہ الرحمہ کے پاس، ایک صاحب نے حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت کا تذکرہ چھیڑا، تو بحرالعلوم قدس سرہ نے ارشاد فرمایا۔ ؎

ایں　سعادت　بزور　بازو　نیست
تا　نہ　بخشد　خدائے　بخشندہ

حضرت بحرالعلوم علیہ الرحمہ نے بجا فرمایا۔یقین نہ ہو تو، دل کے کان کھول کر، اللہ تعالی کا یہ فرمان ذیشان سنئے، اور تاج الشریعہ کے مرتبہ ومنزلت پہ ناز کیجئے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا﴾ (سورۂ مریم، آیت ۹۶) ترجمہ: بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کردے گا۔

آج، حضور تاج الشریعہ، پروانوں کے جھرمٹ میں، ''آستانہ مجاہد ملت'' پہ مثل شمع روشنی بکھیر رہے ہیں۔عوام سے لے کر خواص تک جوق در جوق آتے ہیں، مصافحہ ودست بوسی (جس سے حضور ناگواری کا اظہار بھی فرماتے) کے بعد دعائیں لے کر روانہ ہورہے ہیں۔بیعت وارادت کا بھی سلسلہ جاری ہے۔کھڑکی کی جانب سے پردہ کی اوٹ میں خواتین بھی داخل سلسلہ ہورہی ہیں۔پورے ماحول پر ایک عجیب سی روحانی کیفیت طاری ہے۔آج سرکار مجاہد ملت کی عقیدت ومحبت کا مرکز، ''بریلی شریف'' کا یہ شہزادہ، اپنے ہاتھوں، میخواروں کو، ''میخانہ مجاہد ملت'' سے جام قادریت پلا رہا ہے۔تھوڑی دیر کے لئے

بھیڑ چھٹی تو حضور تاج الشریعہ، آرام کے لئے بستر پر لیٹ گئے۔ میں اپنے چند رفقا (مولانا اشرف طرفدار وغیرہ) کے ساتھ حضرت کی خدمت کی سعادت حاصل کر رہا تھا کہ تبھی حکیم نعمت اللہ حبیبی صاحب آ کر میرے بغل میں کھڑے ہو گئے۔

حکیم صاحب مرحوم، اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے، ''دھام نگر شریف'' کے جانے مانے طبیب حاذق تھے۔ ''بھدرک'' کے یونانی میڈیکل میں اپنے شعبہ کے صدر تھے۔ بہترے لوگوں کو اللہ تعالی نے آپ کے ہاتھوں شفا کی دولت عطا فرمائی۔ آپ، حافظ ، قاری اور سند یافتہ عالم و فاضل تھے۔ ''مدرسہ منظر اسلام''، بریلی شریف کے فارغ التحصیل تھے۔ سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے زیر نگرانی، آپ نے تعلیم حاصل کی تھی اور سرکار مجاہد ملت نے ہی آپ کا داخلہ ''منظر اسلام'' میں کروایا تھا۔

حکیم صاحب نے حضور تاج الشریعہ کو سلام پیش کی۔ حضرت نے جواب مرحمت فرمایا ۔حکیم صاحب نے کہا کہ حضور شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں، حضرت نے نفی میں جواب دیا، تب حکیم صاحب گویا ہوئے کہ میں نعمت اللہ حبیبی ہوں، منظر اسلام کا فارغ شدہ ہوں ،علامہ تحسین رضا صاحب میرے ہم سبق ہیں اور علامہ حسنین رضا صاحب کے یہاں میری جاگیر تھی۔ حضور تاج الشریعہ نے جوں ہی یہ بات سنی فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ حکیم صاحب سے چھوڑوا لیا۔ کیوں کہ حکیم صاحب اپنا تعارف کروانے کے ساتھ ساتھ حضرت کا ہاتھ بھی داب رہے تھے۔ حضرت نے حکیم صاحب کی خیریت دریافت کی ، بیڈ پر بیٹھنے کے لئے اصرار کیا، مگر حکیم صاحب نے بصد ادب و احترام منع فرما دیا۔ حضرت نے ان سے ان کی مشغولیت کے بارے میں پوچھا، تو حکیم صاحب نے اپنی طبابت اور ملازمت کے حوالہ سے معلومات فراہم کی۔ یوں تو حکیم صاحب سادہ مزاج تھے ہی، اس وقت، میں نے انہیں سراپا انکسار بن کر حضرت کی خدمت کرتے ہوئے دیکھا۔ حضور تاج الشریعہ اور حکیم صاحب کے معاملات سے علم اور نسبت کے احترام کا ہمیں درس ملتا ہے۔

شام ہوتے ہوتے بہت اژدحام ہو گیا۔ عرس سرکار مجاہد ملت میں یوں بھی لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے۔ آج تاج الشریعہ کی آمد کے سبب لوگوں کا ہجوم قابل دیدنی تھا۔ ہر کوئی آپ کے ہی زیارت کا مشتاق تھا۔ ایک گروہ جاتا تو دوسرا آتا۔ جب سے حضرت آئے تھے یہ سلسلہ تاہنوز جاری تھا۔ حضرت کو ٹھیک سے آرام کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا۔ ایک تو گرمی کی شدت طبع نازک پر بار تھی، دوسرے آپ کے آس پاس لوگوں کی بھیڑ بھاڑ آپ پر گراں گزر رہی تھی۔ ادھر لوگ ہٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے، کھڑکیوں تک میں لوگ کھڑے تھے۔

مغرب کی نماز کے بعد اچانک بجلی کٹ گئی تو شور شرابہ ہوا۔ اور حضرت نے اس قدر بلند آواز میں کلمہ طیبہ پڑھا کہ وہاں موجود سارے لوگ دم بخود رہ گئے۔ ہمارے منجھلے بھائی مولانا وسیب القادری صاحب نے ہمارے ایک پہچان کے مولانا صاحب، جو حضرت کے قریبی بھی تھے۔ ان سے کہا کہ آپ حضرت سے گذارش کر دیں کہ حضرت ہمارے گاؤں تشریف لے چلیں، وہاں بھیڑ بھاڑ نہیں ہوگی۔ اطمینان سے آرام کر لیں گے۔ پھر جب اسٹیج آنا ہوگا، ہم لوگ لے آئیں گے۔ انہوں نے اس بات پہ کوئی توجہ نہ دی۔ بھائی صاحب نے ہمت جٹا کر، خود ہی جا کر حضرت سے عرض کیا تو حضرت نے قبول فرما لیا۔

اب حضرت کی سواری ”دھام نگر شریف“ سے پوربی جانب، تین کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہمارے گاؤں ”مصطفیٰ پور“ کی سمت چل پڑی۔ ”دھام نگر شریف“ میں زائرین کی کثرت کے سبب حضرت کا ”بریلی شریف“ سے کوئی رابطہ نہیں ہو پایا تھا۔ حضرت نے کال کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت موبائل وغیرہ اتنا عام نہیں تھا۔ ”مصطفیٰ پور“ سے ایک کیلومیٹر پہلے ایک بازار ہے، وہاں ایک ”اسٹیڈی بوتھ“ کے پاس گاڑی روکی گئی۔ دکاندار غیر مسلم تھا، اس سے کہا گیا کہ ہمارے بڑے مولانا صاحب آئے ہیں، وہ بریلی، یوپی کال کریں گے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت، جب گاڑی سے اتر کر، اس کی دکان کی طرف بڑھے، وہ دکان چھوڑ کر باہر آ گیا اور کہا آپ جیسے چاہیں کال کر لیں۔ ریسیور حضرت

کو دے دیا گیا۔حضرت نے خود کال کر کے اہل خانہ سے گفتگو کی ۔جب دکاندار کو پیسے دیئے گئے تو اس نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ یہ تو ہمارا شبھ بھاگیہ ہے کہ یہ ہمارے یہاں آئے ،ہم نے اتنا خوبصورت انسان آج تک نہیں دیکھا۔اپنے تو اپنے ہیں غیر بھی حضرت کا گن گاتا نظر آتا ہے۔ایسی مقناطیسی شخصیت تھی ہمارے حضرت کی۔

جب حضرت کی سواری ''مصطفیٰ پور''، دبلو، بازار پہونچی ،تو نعرہائے تکبیر و رسالت کی گونج میں ،چھوٹی بستی کی مسجد میں لے جایا گیا۔مسجد عقیدت مندوں سے بھری ہوئی تھی۔عورتیں، بچے اور بچیاں مسجد سے باہر کثیر تعداد میں تھیں۔حضرت نے مسجد کے اندر داخل ہوتے ہی ،مسجد کا ادب و احترام بجالانے کی نصیحت فرمائی۔پہلے ہی سے تبرکات اور شیرینی کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔حضرت نے فاتحہ پڑھ کر دعا فرمائی۔بعدہ سب لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا۔مصطفیٰ پور، چھوٹی بستی میں جہاں حضرت کے قیام و آرام کا انتظام کیا گیا تھا ،وہاں حضرت ،کو لے جانا تھا۔حضرت عقیدت مندوں کے ہجوم میں جوں ہی مسجد سے باہر نکلے ،ایک دیوانے نے فرط محبت سے مغلوب ہو کر حضرت کے قدم چوم لئے ۔حضرت ناراض ہو گئے اور کہنے لگے، یہاں بھی لوگ چین سے نہیں رہنے دیں گے،اب مجھے وہیں لے چلو، مجھے یہاں نہیں رہنا ہے۔اب حضرت کی گاڑی سیدھے ''دھام نگر شریف''، خانقاہ میں قیام گاہ پہ ہی آ کر رکی۔اور اہل مصطفیٰ پور کف افسوس ملتے رہ گئے۔

۲۰۰۶ء میں عرس رضوی میں حاضری کا موقع میسر آیا۔۲۵ رصفر کو قل شریف کا اہتمام ،''ازہری گیسٹ ہاؤس'' (جہاں ابھی، حضور تاج الشریعہ،کی آخری آرام گاہ اور تربت ہے) میں تھا۔میں اپنے احباب مولانا امام الدین ازہری اور مولانا حشمت رضا شمسی صاحبان کے ہمراہ یہیں تھا۔سب لوگ حضرت کی آمد کے منتظر تھے۔بغیر اعلان کئے صدر دروازہ سے داہنی جانب میں واقع ایک چھوٹے دروازہ سے حضرت کو لایا گیا،تا کہ کسی کو خبر نہ ہو اور حضرت بآسانی اسٹیج پر پہونچ جائیں۔مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ آفتاب جامہ سے

باہر آکر کر، ضیا پاشی کرے اور کسی کو پتہ نہ چلے، ماہ تاب اپنی قبا سے نکل کر، تبسم ریز ہو اور چاندنی نہ پھیلے۔ یک بیک سارے لوگ اسی دروازہ کی طرف موڑ گئے۔ ہم لوگ اسٹیج کے مقابل بالا خانہ میں تھے۔ جھک کر دیکھا تو سمجھ آیا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں۔ دروازہ سے اسٹیج تک دس سے پندرہ قدم کا فاصلہ رہا ہوگا، اب عقیدت مندوں نے مصافحہ کرنے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ صرف چھو لینے (مس کرنے) کی تمنا میں وہ شور وغل مچایا کہ یہ صرف دس سے پندرہ قدم کا فاصلہ، صرف دس سے پندرہ منٹ میں طے ہوا۔ اسٹیج سے بار بار اعلان بھی ہو رہا تھا کہ آپ لوگ حضرت کو پریشان نہ کریں، راستہ دے دیں، بآسانی آنے دیں۔ ہم نے جرأت نہیں کی، ہم حضرت کے اس شعر پہ عمل کرتے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔

جو پیا کو بھائے اختر وہ سہانا راگ ہے
جس سے نا خوش ہو پیا وہ راگنی اچھی نہیں

جب آپ رونق اسٹیج ہو چکے، تو حضرت سید نجیب حیدر صاحب قبلہ مارہروی نے لوگوں کی اس حرکت پر انہیں بہت سخت سست کہا، اور کہا کہ آپ لوگوں نے ازہری میاں صاحب قبلہ کو صرف چومنے چاٹنے والا پیر سمجھ رکھا ہے۔ جب کہ یہ بہت بڑے فقیہ اور عظیم عالم ہیں، آپ ان سے مسائل دریافت کیوں نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ۔۔۔

یہاں ایک دلچسپ منظر یہ بھی دیکھنے کو ملا کہ حضرت کی آمد کے وقت جو شور و ہنگامہ ہوا، اس کے پیش نظر اہل اسٹیج نے بڑی عجیب اور اچھی ترکیب اپنائی کہ قل شریف اور دعا کے بعد سارے لوگ صلاۃ وسلام کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی صاحب قبلہ اور حضرت سید نجیب میاں صاحب قبلہ اور دیگر علمائے کرام دھیرے دھیرے حضور تاج الشریعہ کے آگے ہو گئے۔ سب لوگ سلام پڑھنے میں مصروف ہیں۔ اسی درمیان حضرت عقبی دروازہ سے یوں چلے گئے، جیسے آفتاب بادلوں کی اوٹ میں چلا جاتا

ہے۔ یہ حکمت عملی بہت اچھی لگی ،اور یہ بھی اندازہ ہوا کہ حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی ، حضرت سید نجیب میاں صاحب قبلہ جیسے اکابرین بھی حضور تاج الشریعہ، کا کس قدر خیال فرماتے تھے کہ مبادا اژدحام کے سبب حضرت کو کوئی تکلیف نہ پہونچے۔

جامع ازہر، مصر میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی بہت دنوں سے خواہش اور کوشش تھی کہ حضور تاج الشریعہ مصر تشریف لائیں۔اس کوشش میں سب سے پیش پیش تھے، مولانا سلمان رضا ازہری صاحب (کرناٹک) جو جامعۃ الرضا کے فارغ التحصیل ہیں۔اور مولانا امام الدین ازہری صاحب، جو ہمارے ساتھ ''جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء'' دہلی، سے فراغت پا کر ازہر پہونچے تھے۔ہم سے پہلے بھی کئی طلبہ نے مصر میں فکر رضا کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے، ہمارے زمانہ قیام میں مولانا امام الدین ازہری صاحب بہت فعال اور متحرک تھے۔انہیں کی کاوشوں سے امام اہل سنت ،اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی کچھ عربی کتابیں مصر میں طبع ہوئیں۔''المعتقد المنتقد'' از سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی ،اور اس پر اعلی حضرت کا معرکۃ الآرا حاشیہ ''المستند المعتمد '' ایک نئے نام ''تنقیۃ الایمان من عقائد مبتدعۃ الزمان'' سے،اور علم غیب مصطفی ﷺ پر اعلی حضرت کی بے نظیر کتاب ''الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ'' ایک جدید نام ''رفع الریب عما نال المصطفی من علم الغیب'' سے چھپی۔اس کے علاوہ حضور تاج الشریعہ کے کچھ عربی رسائل ''الصحابۃ نجوم الاھتداء'' اور ''تحقیق انّ ابا ابراھیم تارح ،لیس آزر'' کے ساتھ ساتھ ،احسان الٰہی ظہیر کی کتاب ''البریلویۃ'' کے رد میں ،حضور تاج الشریعہ کی تصنیف کردہ کتاب ''مرأۃ النجدیۃ'' مصر، میں ''حقیقۃ البریلویۃ'' کے نام سے شائع ہوئی۔ یہ کتابیں صرف مصر میں چھپی نہیں ، بلکہ ہندوستانی سنی طلبہ نے اپنے اپنے طور پر مختلف لائبریریوں اور کتب خانوں تک یہ کتابیں پہونچائیں۔جامع ازہر کے صوفی (سنی) دکتوروں اور طلبہ میں کچھ کتابیں تقسیم کی گئیں۔مختلف ملکوں سے، جو ائمہ کرام

، جامع ازہر، ٹرینگ کے لئے آتے ، ان تک بھی یہ کتابیں پہونچائی جاتی۔اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ مولانا امام الدین ازہری صاحب ، کتابوں کی طباعت کے سلسہ میں بڑی کاوشیں کرتے تھے، باقی طلبہ ان کا ساتھ دیتے تھے۔اس لئے وہ جماعت اہل سنت کی جانب سے زیادہ شکریہ کے مستحق ہیں۔من لم یشکر الناس ،لم یشکر اللہ۔

یہ ساری کتابیں جب چھپ کر اہل حق کے درمیان آئیں ،تو وہابی اور دیوبندی کی قلعی کھولنے لگی ،اہل سنت وجماعت مسلک اعلی حضرت پر مصنف ''البریلویۃ'' کے ذریعہ لگائے گئے بہتانوں اور تہمتوں کے گرد وغبار صاف ہونے لگے ۔تو ہندوستانی دیوبندی طلبہ نے بعض ازہر کے دکتوروں اور ''مدینۃ البعوث الاسلامیہ'' کے بعض کارکنان کے کان بھرنے شروع کردیئے۔ان سب حالات کے پیش نظر شدت سے یہ ضرورت محسوس کی جانے لگی کہ حضور تاج الشریعہ کو'' مصر'' مدعو کیا جائے۔اللہ بھلا کرے مولانا سلمان رضا ازہری ،کرناٹک، کا جن کی انتھک کوششوں کے نتیجہ میں حضرت کا دورہ مصر ہوا۔حضرت کے دورہ مصر کی تفصیلی رپورٹ مولانا امام الدین ازہری صاحب نے مختلف رسائل وجرائد میں شائع فرما دیئے ہیں۔حضرت کا دورہ مصر کتنا مبارک ومسعود رہا ذیل کے واقعہ سے اندازہ لگائیں۔

محمد خالد ثابت صاحب مصر، کے صاحب قرطاس وقلم عالم دین ہیں ،متدین اور علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہین۔''المقطم للنشر والتوزیع'' کے نام سے ان کا ایک کتب خانہ ہے، جو دین وسنت کی خدمت انجام دے رہا ہے۔جماعت اسلامی ، دہلی کے کسی مبلغ کے فریب میں آکر وہ دہلی کا سفر بھی کر چکے ہیں۔ان کے سفر دہلی کے دوران جماعت اسلامی والوں سے بھول یہ ہوئی کہ انھوں نے علم وتحقیق کے ایک خوگر کے سامنے بار بار امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی برائی بیان کی۔تو انہیں اشتیاق ہونے لگا کہ جانیں ،کون ہیں مولانا احمد رضا ،ان کے عقائد ونظریات کیا ہیں، آخر جماعت اسلامی والے ان کی اتنی

مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ وہ مصر واپس ہو گئے۔ کیرلا، ہندوستان کے ایک سنی عالم، مولانا عبدالنصیب ازہری صاحب، جو جامع ازہر میں ماجستر کی تعلیم حاصل کر رہے تھے، محمد خالد ثابت صاحب کے ان سے راہ و رسم تھے۔ محمد خالد ثابت صاحب، نے ان سے اپنے دہلی کے سفر کا ذکر کیا اور جماعت اسلامی والوں نے اعلی حضرت کے بارے جو شکوک و شبہات پیدا کئے تھے، اس کا بھی ذکر کیا۔ مولانا نے اعلی حضرت کی کچھ عربی مطبوعات کہیں سے دستیاب کر کے انہیں دیں۔ جن کے مطالعہ کے بعد محمد خالد ثابت صاحب نے تحقیق و تدقیق کے ساتھ ''من اقطاب الأمۃ فی القرن العشرین'' کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی۔ اس کتاب میں، انہوں نے بیسویں صدی کے تین بزرگوں، امام احمد رضا، ہند، الشیخ صالح جعفری، مصر اور الشیخ احمد، بمب، سودان، کا سوانحی تذکرہ، ان کے عقائد و نظریات کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے امام اہل سنت اعلی حضرت کا ذکر جمیل فرمایا ہے۔ اور ان کے تجدیدی کارناموں کو بڑے خوبصورت پیرائے میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اس کتاب کی طباعت کے بعد سنی طلبہ، خاص کر، مولانا امام الدین صاحب کے ان سے، روابط بڑھے، جس کے نتیجے میں کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہوا۔

ادھر وہابی دیوبندی ہندوستانی طلبہ نے اپنی فریب کاری تیز کر دی۔ دکتور محمد یسری جبر صاحب، جو مسجد ازہر میں، بخاری شریف، شمائل ترمذی اور دیگر کتب احادیث کا درس دیا کرتے ہیں، انہوں نے یسری صاحب کو اعلی حضرت کے خلاف ابھارا۔ دکتور یسری، دکتور اسامہ الازہری اور مفتی علی جمعہ، سابق مفتی الدیار المصریہ، ان سب سے محمد خالد ثابت صاحب کے اچھے تعلقات رہے ہیں۔ یسری صاحب نے محمد خالد ثابت کو فون کیا کہ آپ نے کس کے بارے میں کتاب لکھ دی اور کس کی کتاب چھاپ دی۔ وہ تو بدعتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یسری صاحب کے ذریعہ اسامہ ازہری صاحب اور مفتی علی جمعہ صاحب کا بھی ذہن

خراب کرنے کی کوشش کی گئی۔تو محمد خالد ثابت صاحب نے بھی ضرورت محسوس کی کہ حضور تاج الشریعہ مصر تشریف لائیں۔انہوں نے حضرت سے بذریعہ فون گفتگو بھی کی۔مولانا سلمان رضا ازہری صاحب کی کوشش اور محمد خالد ثابت صاحب کی دعوت پر حضرت مصر تشریف لائے۔حضرت نے جامع ازہر، مدینہ نصر، صالح عمر کامل ہال میں فصیح عربی زبان میں خطاب کے درمیان ''البریلویہ'' کے لگائے گئے الزامات کی تردید فرمائی۔اور مذہب اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو پیش کیا۔اور یہ واضح کر دیا کہ جس طرح عرب دنیا میں اہل سنت و جماعت کو صوفی کہا جاتا ہے، اسی طرح ہند و پاک میں اہل سنت و جماعت کو بریلوی کہا جاتا ہے۔اور کوئی فرق نہیں ہے۔اور ''البریلویۃ'' میں لگائے گئے الزامات بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔جس پر ہماری کتابیں شاہد ہیں۔اس مجلس میں دکتور طہ حبیشی دسوقی، دکتور سعد جاویش، دکتور جمال فاروق کے علاوہ کئی ازہر کے دکتور، صحافی اور ایشیا و یوروپ، افریقہ وعرب کے مختلف ممالک کے بے شمار طلبہ بھی شریک تھے۔

حضرت جس ہوٹل میں ٹھہرے تھے، ایک روز بعد نماز عصر حضرت نے بخاری شریف کا درس دیا۔جس میں مختلف ممالک کے طلبہ شریک رہے۔بعدہ طلبہ کی گزارش پر، حضرت نے سب کو اجازت حدیث وفقہ کے ساتھ ساتھ اوراد و وظائف، اور دلائل الخیرات شریف کی اجازت سے نوازا۔میری سعادت مندی ہے کہ میں بھی، اس بابرکت محفل میں شریک تھا۔اس طرح یہ نعمت غیر مترقبہ میرے بھی حصہ میں آئی۔

اسی ہوٹل کے دوسرے فلور پر حجاز کے بہت بڑے صوفی عالم دکتور عمر عبداللہ کامل رہتے تھے۔جب حضرت کو ان کی خبر ہوئی تو ان سے ملاقات کے لئے گئے۔ہم لوگ کتابیں بھی اپنے ساتھ لے لئے تھے۔ایک ایک کتاب حضرت کے ہاتھ میں دی جاتی، اور ہر ہر کتاب کا تعارف، اور اس کے مشمولات پر بزبان عربی گفتگو فرماتے، پھر وہ کتاب دکتور صاحب کو دے دیتے۔عرب ملکوں اور دیگر ملکوں کے سفر میں حضرت نے اس طریقہ سے بھی، دعوت و

تبلیغ فرمائی اوراہل سنت و جماعت، مسلک اعلی حضرت کا پیغام حق لوگوں تک پہونچایا۔ پھر بھی کور بینوں کو حضرت کی خدمات نظر نہیں آتے۔

ایک شام محمد خالد ثابت صاحب نے اپنے دولت خانہ پر حضرت کے اعزاز میں میلاد کی محفل رکھی۔ اپنے خویش واقارب، محلّہ کے بعض معزز افراد کے ساتھ کچھ علما کو بھی مدعو کیا۔خاص کر دکتور یسری صاحب کو دعوت دی کہ وہ آکر اپنے شکوک و شبہات دور کر لیں۔ حضرت نے عربی زبان میں اپنا منظوم قصیدہ سنایا۔اور کچھ نصیحتیں فرمائی۔ کچھ افراد، داخل سلسلہ بھی ہوئے۔ پھر دکتور یسری صاحب کے تمام شکوک وشبہات کا ایسا مدلل جواب عنایت فرمایا کہ دکتور یسری صاحب کو کہنا پڑا کہ ''نگاہ مار وشن ودل ماشاد''۔

مصر سے واپسی پر آپ نے کئی سینئر پروفیسروں کو ''بریلی شریف'' عرس رضوی، میں آنے کی دعوت بھی دی۔ان میں سے دکتور طہ حبیشی ، دکتور اسامۃ الازہری ، دکتور جمال فاروق، محمد خالد ثابت صاحب عرس رضوی میں شرکت فرما چکے ہیں۔اس طرح آپ نے ازہر کے علما و مشائخ کے علاوہ دنیا بھر کے طلبا کے سامنے امام اہل سنت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا حقیقی چہرہ پیش کر کے جماعت اہل سنت کی جانب سے فرض کفایہ ادا فرمایا۔اور مخالفین کی سازشوں کو ناکام بنادیا۔

آپ کے مصر دورہ کے سبب، اللہ تعالی نے مخالفین کی ایک اور چال ناکام بنادیا۔ ہوا یوں تھا کہ مصر کے رہنے والے ایک طالب علم کو مخالفین نے تیار کیا کہ وہ امام احمد رضا پر ماجستر کا مقالہ لکھے۔مطالعہ کے لئے اسے ''البریلویۃ'' دے دی۔اس کی مالی طور پر بھی مدد کی۔اس نے ''البریلویۃ'' کو ماخذ بنا کر امام احمد رضا کو وہی ثابت کرنے کی کوشش کی، جو مصنف البریلویہ نے اپنی خباثت باطنی اور مسلکی تعصب وعناد کی بنیاد پر ثابت کرنا چاہا تھا۔اگر یہ رسالہ پڑھ لیا جاتا اور ازہر سے اسے منظوری مل جاتی تو بہت بڑا خسارہ ہوتا۔۔ پندرہ سے بیس دن بچے تھے، اس کے رسالہ پڑھے جانے کو کہ ہم لوگوں کو خبر ہوئی

۔تو مولانا شاہ عالم ازہری، مولانا رئیس الدین ازہری، مولانا امام الدین ازہری، مولانا انور (پاکستان)، مولانا شمشاد حسین ازہری اور راقم الحروف پر مشتمل ایک وفد ''کلیۃ الدعوۃ''، مدینہ نصر، پہونچا۔ اور اپنے ساتھ، اعلی حضرت کی وہ ساری کتابیں، جو اس وقت ہمارے پاس تھیں لے لیں۔ جیسے ''المعتقد، الدولۃ المکیۃ، الھاد الکاف فی حکم الضعاف، قوارع القھار علی المجسمۃ الفجار، اور رد روافض و قادیانیت پر ''اعلی حضرت'' کے کچھ رسائل تھے، جن کی تعریب بعض سابق سینئر طلبہ نے کیا تھا۔ اور حضور تاج الشریعہ کی کتابیں، جن میں ''مرأۃ النجدیۃ'' بھی تھی جو ''البریلویۃ'' کے رد میں ہے۔ یہ ساری کتابیں اس کلیہ کے سارے دکتوروں کو دی گئیں اور ان سے درخواست کی گئی کہ آپ یہ کتاب پڑھیں امام احمد رضا کے عقائد و نظریات کا صحیح اندازہ ہوگا۔ ہم لوگ اشعری اور ماتریدی عقائد و نظریات پر گامزن، حنفی المسلک صوفی، سنی ہیں۔ ان میں ایک صاحب نے کہا کہ مولانا احمد رضا، ابن تیمیہ کو کافر کہتے ہیں۔ ہم نے ''المستند المعتقد'' کی وہ عبارت دکھائی، جہاں اعلی حضرت نے لکھا ہے ''والصواب أن ابن تیمیۃ ضال مضل، لا کافر''، کفر الگ چیز ہے اور ضلالت و گمرہی چیزے دیگر، تو وہ خاموش ہو گئے۔۔

ہم لوگ کتاب دے کر آ گئے، مگر دل مطمئن نہیں تھا، خدشہ تھا کہ کہیں رسالہ پاس ہو گیا تو کیا ہوگا۔ دکتور طہ حبیشی صاحب سے گفتگو ہوئی، سارا حال بتایا گیا، تو دکتور صاحب نے کہا کہ آپ لوگ شیخ اختر (تاج الشریعہ) سے بات کیجئے، اور ان سے کہئے کہ وہ شیخ الازہر صاحب کو ایک خط لکھیں۔ پتہ چلا حضرت اس وقت دبئ کے دورہ پر ہیں۔ مولانا ریاضت حسین ازہری صاحب (چیف فنکشنری، جامعۃ الحبیب) نے، عالی جناب تمیز الدین بھائی (ٹرسٹی، جامعۃ الحبیب) کو دبئ فون کر کے سارا ماجرا سنایا۔ وہ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر حضور تاج الشریعہ کی قیام گاہ پہونچے، حضرت سے بات کروائی، حضرت کو جب سارے حالات کا علم ہوا، تو حضرت نے کہا کہ آپ لوگ وہ رسالہ بھیجئے، میں اس کا جواب لکھتا

ہوں۔عرض کیا گیا کہ حضور تب تک تاخیر ہو جائے گی۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ آپ ایک خط شیخ الازہر کے نام لکھ کر ارسال فرمادیں ۔حضرت نے فورا ایک خط شیخ الازہر محمد احمد الطیب صاحب کے نام لکھ کر ارسال فرمایا۔ یہ وہی شیخ الازہر ہیں، جنھوں نے حضرت کے دورہ مصر کے موقع پر حضرت کو''الدرع الفخری'' کا تمغہ اپنے ہاتھوں سے دیا تھا۔شیخ الازہر صاحب نے خط پڑھنے کے بعد وہ رسالہ منسوخ کر دیا۔افسوس کہ وہ خط ہمارے پاس محفوظ نہ رہ سکا۔ ورنہ یہ حضرت کی علمی اور مسلکی خدمات کا ایک اہم حصہ ہوتا۔

اس طرح آپ کے ہر سفر سے جماعت اہل سنت کو ضرور فائدہ پہو نچتا۔آپ نے کہیں کا بھی سفر یا دورہ فرمایا، کسی نہ کسی دینی ضرورت و مصلحت کی خاطر فرمایا ،تفریح طبع ،سیر و سیاحت کبھی مقصود نہ رہی۔بل کہ آپ ،اپنے تمام تر اوقات، مطالعہ کتب، تعلیم و تعلم ،فتاوی نویسی ،تصنیف تالیف ، کتب اعلی حضرت کی ترجمہ نگاری، اور ذکر و فکر میں صرف کرنے میں ہی ،قرار دل اور راحت جاں محسوس کرتے ۔نہ عام پیروں کی طرح، آپ نے کبھی پیری مریدی کو مطمح نظر بنایا ،اور نہ ہی آج کے عالموں کی طرح اپنے پندار علم کے ڈھنڈورچی تھے۔شہرت طلبی اور جاہ و منصب کی ہوس سے کوسوں دور، صرف اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کی خاطر، زندگی کے شب و روز، ایسے گذارے کہ شہرت در کی کنیز بن گئی، اور جاہ و منصب قدموں کے غبار ہو کر رہ گئے۔

آخری بات!

حضور تاج الشریعہ کی ملاقات، اور آپ کی خدمت کا موقع زیادہ تو مجھے نہیں ملا، لیکن جتنی بھی ملاقاتیں رہیں، بڑی بابرکت رہیں۔خاص کر دورہ مصر پہ خدمت بجالانے کا زیادہ موقع ملا۔لیکن جب جب حضرت کی بارگاہ بافیض میں باریابی کا شرف حاصل ہوا، میں نے ایک چیز ہمیشہ دیکھی کہ حضرت دست بوسی اور قدم بوسی سے ناگواری ظاہر فرماتے۔خاص کر قدم بوسی سے سخت ناراض ہو جاتے۔ایسا نہیں کہ یہ فعل حرام و ناجائز ہے، یہ ایک مستحسن عمل

ہے، بل کہ علما اور صلحا کی قدم بوسی تو باعث خیر و برکت ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ آپ کا تواضع تھا اور آپ کی یہ انکساری تھی کہ بآں رفعت و منزلت اپنے آپ کو اس لائق تصور نہیں کرتے تھے کہ کوئی آپ کی قدم بوسی کرے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اگر ایک، دو آدمی مصافحہ کرتے وقت دست بوسی و قدم بوسی کر لیتے، تو کچھ نہ کہتے، لیکن اگر یہ سلسلہ دراز ہوتا، تو طبیعت پر گراں گذرتا اور سختی سے ڈانٹ دیتے۔

ناراضگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ لوگ صرف دست بوس اور قدم بوس ہونے کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اس کے لئے وہ خود بھی حرج میں پڑتے ہیں اور حضرت کو بھی پریشان کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت کسی علمی کام میں مصروف ہیں، یا کسی سوال کا جواب دے رہے ہیں، یا مسجد جا رہے ہیں، یا پھر کسی سفر میں جا رہے ہیں، جلدی میں ہیں، صرف دیکھتے ہی ہاتھ، پیر چومنے میں لگ جاتے ہیں۔ اس وجہ سے حضرت ناراض ہو جاتے، اور بیزاری کا اظہار فرماتے۔ ورنہ صرف مصافحہ سے کبھی انکار نہ فرمایا۔ ''عرس رضوی'' کے موقع پر زیارت عام کروائی جاتی، آپ گھنٹوں کرسی پر بیٹھے رہتے، لوگ قطار در قطار آتے، زیارت کرتے، مصافحہ کرتے، اور دعائیں لے کر رخصت ہوتے۔ ''صد سالہ عرس مجاہد ملت'' کے موقع پر میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ تین، چار افراد پر مشتمل علمائے کرام کی ایک جماعت آئی، حضرت کو سلام پیش کیا، حضرت نے جواب دیا، پھر گفتگو ہونے لگی۔ گفتگو سے ایسا محسوس ہوا کہ یہ پہلی ملاقات نہیں ہے، بل کہ حضرت سے پہلے سے شناسائی ہے۔ وہ علما، جاتے وقت، دست بوسی اور قدم بوسی کے بعد رخصت ہوئے۔

جب حضور تاج الشریعہ ۱۱/ مارچ ۲۰۱۶ء میں ''جامعۃ الحبیب، رسول پور'' تشریف لائے، تو میری بھی خواہش تھی کہ مجھے بھی قدم بوسی کی سعادت حاصل ہو۔ جب تک قیام گاہ پہ رہے، دیدار اور مصافحہ کے علاوہ، ہمت نہ ہوئی۔ بل کہ اس بارگاہ میں پہونچ کر حال یہ ہو جاتا ہے کہ ع۔

باوضو ہو کے، چھونے سے بھی ڈر لگتا ہے

یہاں صرف زبان پر لگام نہیں کسا جاتا، دل و دماغ کو بھی پابند سلاسل کیا جاتا ہے۔ واپسی پر ''بھوبنیشور'' میں قیام گاہ پہ، دوسرے احباب کے ساتھ، دست بوسی کا موقع میسر تو ہوا، مگر دل میں یہ تمنا انگڑائی لے رہی تھی کہ کاش قدم بوس ہونے کا بھی شرف مل جاتا۔ ائیر پورٹ پہونچے، یہاں بھی لوگوں کی بھیڑ تھی۔ سب لوگ مصافحہ کر چکے تو مفتی عاشق حسین صاحب کشمیری، حضرت کو ''وہیل کرسی'' پر بٹھا کر، جوں ہی ائیر پورٹ میں داخل ہونے کے لئے، آگے بڑھے، میں فوراً آگے بڑھا، مصافحہ کیا، دست بوسی کے ساتھ ساتھ قدم بوس ہو کر ہٹ گیا۔ حضرت ائیر پورٹ کے اندر داخل ہو گئے، اور ہم لوگ بے چین دل کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔ میں دل ہی دل میں اپنی قسمت کی ارجمندی پہ ناز کر رہا تھا کہ اللہ تعالی نے مجھے اپنے مرشد گرامی کی خدمت، دست بوسی اور قدم بوسی کی سعادت سے بہرہ مند فرمایا۔ لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ دیدار، آخری دیدار ہوگا، اور یہ ملاقات، آخری ملاقات ہوگی۔ گاہے بگاہے مولانا ریاضت حسین ازہری صاحب، تمیز الدین بھائی صاحب، اور سوشیل میڈیا کے ذریعہ، حضرت کی صحت کے بارے میں خبر موصول ہوتی رہتی۔ پھر ۲۰ رجولائی، ۲۰۱۸ء کی، شام، بعد مغرب، ہمارے ہم سبق ساتھی، مولانا تبریز احمد حبیبی مصباحی صاحب کا فون آیا کہ واٹس ایپ میں حضرت کے وصال پر ملال کی خبر گردش کر رہی ہے۔ فوراً ہم نے بریلی شریف، حضرت کے خادم جناب عارف بھائی کو فون کیا۔ انہوں نے روتے ہوئے جو خبر کی تصدیق کی، اسے سن کر پاؤں تلے زمین کھسک گئی۔ مولانا ریاضت حسین صاحب اور تمیز الدین بھائی نے بھی بریلی شریف دیگر کئی حضرات کو فون کیا، سبھوں نے بھیگی پلکوں اور لرزتے، کپکپاتے لبوں کے ساتھ اس قیامت خیز خبر کی تصدیق کی کہ ہاں، حضرت ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

آج بعد نماز جمعہ ''جہانیاں مسجد'' رسول پور، میں، حضرت کی صحت وسلامتی کے لئے

اجتماعی دعا کی گئی تھی۔لیکن مرضی مولی از ہمہ اولی۔خدا کی کرنی کو بھلا کون ٹال سکتا ہے۔فورا ''جامعۃ الحبیب'' میں تعزیتی مجلس رکھی گئی۔قرآن خوانی،کلمہ خوانی،درود خوانی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔مولانا ریاضت حسین ازہری صاحب،تمیزالدین بھائی،اور مولانا عاشق علی رضوی مصباحی صاحب،استاد،جامعۃ الحبیب،بذریعہ فلائٹ،جنازہ میں،شرکت کے لئے روانہ ہو گئے۔راقم الحروف،مفتی عبداللہ صاحب،قاری بلال احمد صاحب،اور مولانا ابوطاہر صاحب،اساتذہ جامعۃ الحبیب،جامعہ،اور طلبہ کی ساری ذمہ داریاں،جامعہ کے خیر خواہ و مخلص،الحاج غلام ربانی صاحب کے،سپرد کر کے،جنازہ میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔بھوبنیشور سے،بذریعہ راجدھانی ایکسپریس،کان پور پہونچے،وہاں سے اینو وا کار سے بریلی شریف کے لئے،روانہ ہوئے۔ہم لوگ جس رفتار میں تھے،جنازہ کے متعین وقت سے،آدھا گھنٹہ،پہلے،بریلی،پہونچ جاتے۔مگر تقریبا،بریلی سے ۲۰/۲۵ کیلو میٹر پہلے سے،پولس والوں نے،راستہ ''ڈائیورٹ'' کر دیا۔اب ہم ایک تنگ سڑک پہ آگئے۔ہمارے آگے اور پیچھے،گاڑیوں کی ایک لمبی قطار تھی۔ساری گاڑیاں بریلی بھاگ رہی تھیں۔میرے بڑے بھائی مولانا حبیب اللہ رضوی مصباحی صاحب،بریلی پہلے پہونچ چکے تھے۔راستہ میں وقفہ وقفہ سے،ان سے حالات کا جائزہ لینے کے لئے،بات ہوتی رہی۔جیسے تیسے کر کے بریلی پہونچے،تو پھاٹک بند پایا،تب بھائی صاحب کا فون آیا کہ نماز جنازہ ہوگئی۔ے

قسمت کی بد نصیبی،کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو،چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

ہماری طرح ہزاروں لوگ نماز جنازہ کی سعادت سے محروم رہ گئے۔قسمت کی اس محرومی پر آج بھی افسوس اور قلق ہوتا ہے،مگر ''قدر اللہ ماشاء''۔بھیڑ بہت زیادہ تھی،مزار پہ اس وقت جا کر،اطمینان سے،فاتحہ پڑھنا،ممکن نہ تھا۔تقریبا،رات کے بارہ بجے،ہم لوگ

درگاہ اعلی حضرت میں فاتحہ خوانی کے بعد، حسرت و ندامت میں نمناک آنکھوں کے ساتھ، حاضر بارگاہ مرشد ہوئے۔ حال زار دل سنایا، فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کے بعد واپس لوٹے۔ اب ہر قمری مہینہ کی ساتویں تاریخ یعنی چھٹی کا دن گذار کر، بعد نماز مغرب، مرشد برحق کی یاد میں محفل سجا کر، ہم اپنی نجات کا سامان کرتے ہیں۔

بلاشبہ، آقائے نعمت، حضور تاج الشریعہ، بدرالطریقہ، اپنے علم وعمل زہد وتقوی، شدت علی الکفار اور رحمت علی المؤمنین کی بنیاد پر اپنے دور میں اہل سنت و جماعت کی حقیقی شناخت و پہچان بنے رہے، اور جب اس دنیا سے رخصت ہوئے، تو آپ کا جنازہ، امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ کی یادگار بن کر، اسلام کی صداقت اور اہل سنت و جماعت کی حقانیت کی دلیل بن گیا۔ اللہ تبارک وتعالی آپ کو غریق رحمت کرے، آپ کے درجات بلند سے بلندتر فرمائے۔ اور شہزادہ عالی مرتبت، قائد ملت حضرت علامہ مفتی عسجد رضا صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کو حضور تاج الشریعہ کا سچا، پکا جانشیں بنائے، اور ان کے ہاتھوں، حضور تاج الشریعہ کے مشن کی تکمیل فرمائے۔ اور یہ بھی دعا ہے کی رب کریم اپنے حبیب رؤف ورحیم ﷺ کے طفیل اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے صدقہ، خانوادہ ''اعلی حضرت'' پر اپنے لطف وکرم کی ایسی موسلا دھار بارش نازل فرمائے کہ جس سے شبستان رضا کی ہر کلی مسکراتی رہے، ہر گل مشک بار رہے، اور ہر برگ و بار، خزاں کے آثار سے محفوظ و مامون رہے، اور حضور اعلی حضرت، حضور مفتی اعظم ہند، اور حضور تاج الشریعہ کا فیضان کرم جاری وساری رہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

☆☆☆

باعث برکت تھے میرے تاج الشریعہ

از: حضرت **مفتی عبداللہ رضوی**
استاذ جامعۃ الحبیب، رسول پور

کسی دانشور نے کہا تھا ''لوگوں کو اپنے وجود کا احساس اس قدر دلاؤ کہ بعد فرقت وہ آپ کے وجود کو ترسیں'' مطلب یہ ہوا کہ آپ کی شخصیت لوگوں کے لئے ایسی ضرورت بن جائے کہ آپ کے بغیر عمل در آمد مشکل ہو جائے اور اس انجمن ہستی میں ہمیشہ ہمیش آپ کی کمی کا احساس ہوتا رہے۔ سرکار تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، امین احکام شریعت، پاسبان مسلک اعلی حضرت، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مولانا **مفتی اختر رضا خان قادری** از ہری علیہ الرحمۃ والرضوان کی با برکت ذات اسی مذکورہ ستودہ صفات کی مکمل حامل تھی ،آپ کا ورود مسعود و وجود موہوب، امت مسلمہ کے لئے علمی و عملی ،قومی وملی ، دینی و دنیاوی خیر و برکت کا سبب تھا ،آپ کے دم قدم سے انوار و تجلیات کی کرنیں ،نوازش و عطا کی بارشیں ابر باراں کی طرح ہمہ وقت جھما جھم برستی رہتی تھیں، والد بزرگوار مفسر اعظم ہند حضور جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے یہ پیشن گوئی فرمائی تھی کہ اے لوگو سن لو'' میں غروب ہو رہا ہوں لیکن میرا اختر طلوع ہو رہا ہے زمانہ دیکھے گا اس کی کرنیں کہاں کہاں تک ہیں'' ولی کامل کی زبان سے نکلا ہوا جملہ صداقت کو پہنچا اور'' ولی را ولی می شناسد'' کی حقیقی تصویر کا ماتھے کی آنکھوں سے معائنہ کیا گیا، بلا شبہ زمانے نے علم و ادب کے اس آفتاب و ماہتاب کی ضوفشانی کا مشاہدہ کیا تو آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں، کشمیر سے لیکر کنیا کماری تک آسام سے لیکر اڈیشا تک برّ اعظم ایشیا ہو یا یورپ، افریقہ یا امریکہ ہو غرضیکہ عرب و عجم کے ہر ہر گوشے

میں صرف ذات واحد کے نام کی نغمہ سرائی ہو رہی ہے، خطیب اپنی خطابت میں اسی ذات کا خطبہ پڑھتا ہے، شاعر اپنی شعر گوئی میں اسی ممدوح کی مدحت خوانی کرتا ہے، مصنف اسی موصوف کی شخصیت قلم بند کرنا اعجاز تصور کرتا ہے مکاتب اسی نابغۂ روزگار کی تصانیف طبع کرانے پر فخر محسوس کرتے ہیں، حضرات پیران عظام بھی اسی معارف طریقت کا قصیدہ گنگناتے ہیں، ہر کوئی اپنی عقیدت میں والہانہ انداز اختیار کرتا ہے، کوئی روح سنیت، جان بریلویت کہتا ہے، کوئی شیخ الاسلام والمسلمین تو کوئی مرجع العلما والعوام کہتا ہے کوئی فخر الہند والا زہر کہتا ہے تو کوئی قاضی القضاۃ فی الہند کہتا ہے، گویا جس کسی نے بھی اس ذات با برکت سے اکتساب فیض کیا وہ دینی و دنیاوی بھلائیوں سے شادکام ہو گیا، گویا آپ علیہ الرحمہ کی ذات بزرگوں کے فیض سے لبریز ایک ایسی مرکزی ذات تھی جو عطیہ خداوندی اور معجزہ رسول ہاشمی ﷺ کی سچی آئینہ دار تھی۔

کیوں نہ پہنچیں اہل سنت منزل مقصود کو
جب ہیں میر کارواں اختر رضا خاں قادری
یا خدا تاج شریعت کی عطا جاری رہے
راہ حق پر ہم چلیں اس رہنما کے واسطے

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے سچے علمی و عملی، شرعی و فقہی وارث تھے، آپ نے علم و عرفان کے کئی ایک جہان آباد کیے، میدان تبلیغ و ارشاد میں وہ مثالی کارنامہ انجام دیا جس کی روز افزوں اشاعت کو دیکھ کر قریہ قریہ گھومنے والے اور چینلوں کے ذریعہ دعوت دینے والے مبلغین بھی انگلیاں چبانے پر مجبور ہو گئے، حال تو یہ تھا کہ جو بھی ایک بار دیکھ لیتا آپ ہی کا شیدائی بن جاتا حتیٰ کہ غیر مسلم بھی صرف ایک نظر کی برکت سے دولت ایمان سے وابستہ ہو جاتے، پھر تو وجود کی برکت کا کیا کہنا، آیئے فرمانِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں آپ کی مقدس ذات کی برکتیں ملاحظہ کرتے ہیں ''عن ابن

عباس قال قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای جلسا ئنا خیر؟قال من ذکر کم اللہ رویتہ وزاد فی علمکم منطقہ وذکر کم بالاخرۃ عملہ"۔(مسند ابن عباس)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہمارے بہتر ہم نشیں کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا دیکھنا تمہیں اللہ کی یاد دلا دے جس کا بولنا علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلا دے۔

دوسری جگہ روایت ہے: "**عن عبادۃ بن صامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال فی امتی اربعون بھم تقوم والارض و بھم تمطرون و بھم تنصرون**" (مسند احمد بن حنبل/الطبرانی)

ان احادیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ نے اپنے جامع کلمات کے ذریعہ علمی مجلسوں کی برکات اور صالحین کی صحبتوں کی ثمرات نیز علمی نشستوں کے مقاصد کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے،اوران خاصان خدا کی نظر وتشریف کی برکتیں ،اہمیتیں بھی بیان کیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کی صحبت سے دل کا تزکیہ ہوتا ہے اور انوار الٰہی سے دل منور ہو جاتا ہے، یہ وہی لوگ ہیں جن کے توسط سے توجہ غیبی حاصل ہوتی ہے اور جن کے وجود کی برکت پر خدائے تعالیٰ نے بقاء جہاں کی مدار رکھی ہے،اور جن کے سبب سے بندوں کی مدد اور حاجت روائی کی جاتی ہے۔

انہیں اوصاف کے تناظر میں جب ہم حضرت تاج الشریعہ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان تمام خوبیوں کو پاتے ہیں جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں موجود ہے ،حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کیرلا سے چند شافع المسلک علما حضرت سے ملنے بریلی شریف تشریف لائے ،تعارف کے بعد حضرت نے ان کی بھرپور مہمان نوازی فرمائی اور عمدہ قسم کا ناشتہ پیش کیا گیا،دوران گفتگو ان حضرات نے

فقہ امام اعظم پر فقہ امام شافعی کی برتری ثابت کرنی چاہی یہ کہہ کر کہ فقہ امام اعظم کی اساس عقل وقیاس پر مبنی ہے جب کہ فقہ شافعی کی اساس حدیث مصطفیٰ ﷺ پر، لہذا فقہ شافعی کو فقہ حنفی پر برتری حاصل ہے، یہ سن کر حضرت نے فرمایا: آپ کا یہ خیال باطل ہے، فقہ امام اعظم کا ہر جزیہ حدیث مصطفیٰ ﷺ کی تجلیات و برکات سے مزین ہے، ہر اصل کا ماخذ کوئی نہ کوئی حدیث ضرور ہے، یقین نہ ہو تو آپ فقہ امام اعظم کا کوئی جزیہ پیش کریں ہم اس کو حدیث سے ثابت کریں گے، ہر اصل کا ماخذ حدیث مصطفیٰ ﷺ قرار دیں گے، ان حضرات نے جزیہ پیش کیا اور حضرت نے اس کا ماخذ حدیث پاک سے بیان کیا اسی طرح وہ جزئیات پیش کرتے حضرت فوراً اسے حدیث پاک سے مدلل کر دیتے ،ان حضرات نے جتنے جزئیات پیش کئے حضرت نے سب کو حدیث پاک سے ثابت کر دکھایا ،اور حاضرین و سامعین کو حیران وششدر کر دیا، حضرت مفتی صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ایسا لگ رہا تھا کہ حضرت کی زبان سے اعلی حضرت اور مفتی اعظم کا فرمان بول رہا ہے، اور آگے لکھتے ہیں کہ جو فقہ حنفی کی ماخذ حدیثوں پر ایسا علمی استحضار رکھتا ہو اسے بجا طور پر اپنے زمانے کا ممتاز المحد ثین کہیے دور حاضر کا محدث اعظم کہیے۔ (تجلیات تاج الشریعہ، ص:۱۷۴)

یقیناً تاج الشریعہ کے سانحہ ارتحال کے سبب سے امت مسلمہ علم وعرفان کے ایسے کوہ ہمالہ کی برکت سے محروم ہوگئی، جس کی شناخت واستقامت کے سامنے علم وادب کے سلطان کہے جانے والے عصر حاضر کے اجلہ علمائے کرام کے تاج بھی فرش نشیں ہو جاتے تھے ، بیشک آپ کی رحلت سے قوم مسلم کے درمیان ایک ایسا علمی خلا پیدا ہو گیا ہے، جس کی تلافی تقریباً مشکل ہے، جس کی نشان دہی مخبر صادق ﷺ کے اس حدیث پاک سے ہوتی ہے کہ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عالم کی موت سے اسلام میں ایسا سراخ ہو جاتا ہے جو وقت کے گزرتے پر نہیں ہوتا '' کیونکہ یہ وہ ذات بابرکت تھی جو گھر میں ہو یا مجلس میں، دانش گاہ میں ہو یا عبادت گاہ میں

یا سفر و حضر میں ہر جگہ ہر لمحہ ان کا فیضان علمی جاری رہتا تھا، وہ فیضان درس و تدریس کی صورت میں ہو یا تصنیف و تالیف کی یا پھر شعر گوئی کی صورت مین ہر گھڑی عشاق اس میخانہ فیض سے اپنی تشنگی بجھاتے رہتے تھے، آہ! وہ ساقی !وہ میخانہ! وہ جام! اب ہمیں کبھی بھی نصیب نہیں ہوگا، رب قدیر حضرت کے مرقد انور پر نور رحمت کی خوب خوب بارشیں برسائے۔آمین۔

اسی طرح اہل عقیدت اپنے ہادی برحق، مرشد کامل کے حق میں یہ یقین کامل رکھتے ہیں کہ تاج الشریعہ قدس سرہ کل بروز محشر بارگاہ ایزدی میں ہمارے شفارشی ہوں گے اور ہمیں ان کے طفیل پروانہ جنت ملے گا، (ان شاء اللہ) جیسا کہ قاری دلشاد احمد رضوی بنارسی صاحب کا بیان ہے کہ طالب علمی کا دور تھا جمشید پور میں قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی قیادت میں شہر کے گولموری محلّہ میں امام احمد رضا کانفرنس میں حضور تاج الشریعہ کی آمد ہوئی ہم لوگ مرشد گرامی کی خدمت پر مامور کیے گئے، بیعت و ارشاد کا سلسلہ شروع تھا، ذہن میں ایک بات کھٹکتی تھی کہ بغیر والدین کی اجازت کیسے بیعت ہو جاؤں، قلبی کیفیت میں ایک ابال تھا جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا، قائد اہل سنت نے میری پریشانی محسوس کی جیسے پیشانی کی لکریں پڑھ لیں ہو، ارشاد فرمایا کیا کوئی پریشانی ہے؟ آنکھیں بھیگ گئیں، عرض کیا حضور بیعت ہونا چاہتا ہوں کیا والدین کی اجازت کے بغیر ممکن ہے؟ قربان جایئے قائد اہل سنت کے الفاظ پر جو میری زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ ہیں، ارشاد فرمایا: ''نادان جنت کا سودا والدین سے پوچھ کر نہیں کیا جاتا اور میں بھی تو تمہارا باپ ہوں'' یہ کہتے ہوئے مجھے تاج الشریعہ کے قدموں میں ڈال دیا۔ (کرامات تاج الشریعہ، ص:۱۱۳) ؎

بجا کہے جسے دنیا اسے بجا سمجھو
زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو

قارئین کرام! صرف ایک قائد اہل سنت کی بات نہیں بلکہ سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ اور شارح بخاری علیہم الرحمہ وغیرہ اکابرین معاصر کی نظر میں آپ محبوب ومقبول تھے، اور مقبولیت اسی طرح کہ اپنی موجودگی میں بھی سرکار تاج الشریعہ کے دامان کرم سے وابستہ ہونے کی تلقین کرتے، اور یقین کامل دلاتے کہ یہ وہ وسیلہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے، اور جس کو اللہ ورسول پسند فرمالیں وہ بہشت میں داخل ہونے کا حقدار ہوجاتا ہے ،لہذا جو آپ کے سلسلہ ارادت میں داخل ہوجائے وہ جنتیوں مین شامل ہوجاتا ہے، کیونکہ سرکار تاج الشریعہ کی ذات بابرکت جہاں دنیوی خیر وبرکت کا سبب تھی وہیں آخرت کے لئے بھی ذریعہ نجات ہے ،آپ اپنے چاہنے والوں کے لئے سفینۂ بخشش، گنجینہ برکات ہیں، باوجود اس کے حاسدین مارے بغض کے طعنہ زنی اور الزام تراشی سے تھکتے نہیں۔اور بیجا افترا پردازیاں کرتے ہیں۔(اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے)

چنانچہ شہزادۂ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا ادریس رضا صاحب قبلہ سے ایک شخص نے کہا کہ حضور تاج الشریعہ صرف پیری مریدی کرتے ہیں اور مسلک کا کام انجام نہیں دے رہے ہیں یہ سن کر آپ جلال میں آجاتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں ''مرکزی دارالافتا کون دیکھ رہا ہے؟، جامعۃ الرضا کو کس نے قائم کیا ہے؟، ہندوستان بھر کے اجلہ فقہا اور علما کو دعوت دے کر جامعۃ الرضا میں بلاکر حالات حاضرہ کی ضرورت کے تحت مسائل شرعیہ پر تین دنوں تک اپنی نگرانی میں بحث ومباحثہ کون کرتا ہے؟، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی اردو اور عربی کتابوں کا عربی اور اردو میں ترجمہ کون کرر ہا ہے؟، حضرت تاج الشریعہ علالت کے باوجود اتنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، پھر تمہارا یہ کہنا پیری مریدی کر رہے ہیں حیرت کی بات ہے، اس کے بعد آپ نے خوب ڈانٹ ڈپٹ کیا کہ بزرگوں کی محنت نظر نہیں آتی ان میں صرف عیب تلاش کرتے ہو، وہ شخص اپنی غلطی پر نادم ہوا اور معافی تلافی کی۔(تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۱۴۰)

محترم قارئین! آج کے دور میں علمائے کرام کا احترام مفقود ہے ہر کس و ناکس جب چاہتا ہے جسے چاہتا ہے کلمات لعن وطعن سے نواز دیتا ہے، جب کہ یہ بات ہر وقت مستحضر رہنی چاہئے کہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں اور بشریت کے تقاضے ان سے بھی متعلق ہیں، علامہ ابن الفرحنفی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت والفت کے بعد تمام مسلمانوں سے محبت والفت رکھے، خاص طور پر ان لوگوں سے جو انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں، جنہیں اللہ نے ستاروں کے مانند بنایا ہے، اور یہی لوگ دم توڑتی سنتوں کو زندہ کرتے ہیں، ان سے تعلق خاطر ہماری دینی و دنیاوی زندگی کے لئے مفید ہے، کیوں کہ ان علما کے پاس نبوت کا نور ہے جو چاہے ان سے فائدہ اٹھائے اگر یہ نور منقطع ہو گیا تو لوگ بدعت وخرافات اور فسق وفجور کی تاریکیوں میں گر پڑیں گے اور جو شخص ان کے طریقوں سے الگ ہو جائے گا وہ ہلاکت میں پڑ جائے گا، اس طور پر کہ جو نہیں کرنا چاہئے وہ کرے گا اور جسکا کرنا ضروری ہے اسے ترک کر دے گا، لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے مقتدا اور پیشواؤں کی پیروی وفرمانبرداری کریں اور ان کی تعظیم و توقیر کا حد درجہ خیال رکھیں۔

رب قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے درجات میں خوب خوب ترقی عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ۔

سب کہاں لالہ گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

☆☆☆

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت اور ''فتاویٰ ازہریہ'' ایک تحقیقی مطالعہ

از: حضرت مفتی شمیم رضوی مصباحی اڑیسوی
استاذ مرکزی دارالقراءت، جمشید پور، جھارکھنڈ

سلطان الفقہا، اکمل الفضلا، فقیہ اعظم ہند، شیخ الاسلام، قاضی القضاۃ فی الہند، مرجع الفتاوی، مقتدائے اہل سنت، فخر ازہر، شیخِ طریقت، مرشدِ کامل، مردِ حق آگاہ، غواصِ بحر شریعت و معرفت، وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت، مظہرِ حجۃ الاسلام، جانشینِ مفتیِ اعظم، سیدنا، سندنا، مرشدنا، تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ شمالی ہندوستان کے مشہور علمی خانوادہ مہبطِ علم و دانش، مرکزِ معرفت وشریعت اور مخزنِ رشد و ہدایت خانوادہ رضا کے چشم و چراغ، سچے جانشین اور علمی یادگار تھے۔ حضور تاج الشریعہ کو علومِ اعلی حضرت سے حظِ وافر ملا، آپ علوم و معارف کے ایسے آفتاب تھے جس کی ضوفشاں کرنوں سے ایک جہاں مستنیر ہوئی اور ہو رہی ہے۔

آپ بیک وقت محدث، مفسر، شارح، محشی، متکلم، اصولی، محقق، مصنف، مترجم، مدرس ناقد، ادیب، شاعر، مرشد، خطیب، مفتیِ شرع اور فقیہ اعظم جیسے اوصاف وکمالات کے حامل ہیں، مگر ان تمام خوبیوں میں تفقہ فی الدین، فتاوی نگاری اور شان فقاہت جو خانوادہ رضا کا برسوں سے طرہ امتیاز رہا، آپ کی ذات بابرکات میں نمایاں و امتیازی طور پر نظر آتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت، شان تفقہ، علم فقہ میں گیرائی و گہرائی اور

فقہی جزئیات کا استحضار دیکھنا ہو تو فقہی موضوعات پر آپ کی گراں مایہ تصانیف ''ٹائی کا مسئلہ''، ''تین طلاقوں کا شرعی حکم''، ''جدید ذرائع ابلاغ سے رویتِ ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت'' اور خصوصاً ''المواہب الرضویۃ فی الفتاوی الازہریۃ'' کا مطالعہ فرمائیں، یقیناً آپ فقہ وافتا کے میدان میں حضور تاج الشریعہ کو مظہرِ علوم اعلیٰ حضرت و جانشین مفتیِ اعظم پائیں گے۔

علم فقہ دین کی سمجھ و فہم کا نام ہے، یہ علم سعادت ابدی و سرمدی کا ذریعہ ہے، اسی کے ذریعہ انسان کو ان چیزوں کی معرفت حاصل ہوتی ہے جن سے نفع و نقصان وابستہ ہے، اسی علم کے طفیل حلال و حرام کے درمیان تمیز ہوتی ہے بلکہ علم فقہ پر ہی قرآن و حدیث کا سمجھنا موقوف ہے، اور علم فقہ کے تعلق سے کہا جاتا ہے ''**الأمة الاسلامیة لا حیاۃ لھا بدون الفقه** ''یعنی امت اسلامیہ کی حیات و بقا فقہ کے بغیر نہیں؛ کیوں کہ یہ شریعت اسلامیہ کے مقاصد اور قرآن و حدیث کے مطالب بیان کرتا جس سے انسان کی فلاح و نجات وابستہ ہے۔ اس علم شریف کا ایک مہتم بالشان شعبہ افتا و فتوی نویسی ہے۔ افتا حکم شرع بیان کرنے سے عبارت ہے، اس کے لیے کیا شرائط ہیں؟ کن اوصاف کا حامل ہونا ہے؟ ہم اس تعلق سے فتاوی رضویہ سے مندرجہ ذیل اقتباس ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔

فقاہت کے تعلق سے امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے، یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ و ضوابط محررہ و وجوہِ تکلم و طرق تفاہم و تنقیح مناط و لحاظ انضباط و مواضع یسر و احتیاط و تجنب تفریط و افراط و فرق روایاتِ ظاہرہ و نادرہ و تمیز درآیات غامضہ و ظاہرہ و منطوق و مفہوم و صریح و محتمل و قول بعض و جمہور و مرسل و معلل و وزن الفاظ و سیر مفتین و سیر مراتب ناقلین و عرف و خاص و عادات بلاد و اشخاص و حال زمان و مکان و احوال رعایا و

سلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسد مفسدین وعلم وجوہ تجریح واسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارکِ تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم و ممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے،اور حقیقۃً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل بمحض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا ہے:

''**وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم**''اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابرون کو،اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔(فتاوی رضویہ ،ج:۱۶،ص:۳۷۶،۳۷۷)(ان مذکورہ بالا فقاہت کی تعریف حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات پر حرف بحرف صادق آتی ہے اور جب ہم آپ کی جولان گاہ تحقیق وتدقیق اور مجموعہ فتاوی پر نظر دوڑاتے ہیں تو قرآن واحادیث سے مزین آپ کے علمی جوہر پارے گوہر آبدار کی طرح چمکتے ودمکتے نظر آتے ہیں۔ہم ذیل میں اصول افتا اور فتاوی ازہریہ کی روشنی میں آپ کی فقہی بصیرت کا مختصر سا جائزہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

کثرت مراجع: فقہاے کرام فرماتے ہیں کہ مفتی پر واجب ہے کہ جو بھی حکم شرع بیان کرے ،اس کا حوالہ ضرور دے کہ کس سے وہ حکم نقل کر رہا ہے اور صرف ایک یا دو کتاب پڑھ کر حکم شرع نقل نہ کرے۔

علامہ شامی اپنی مایہ ناز کتاب''**شرح عقود رسم المفتی**''میں علامہ ابن حجر ہیثمی کے فتاوی سے نقل فرماتے ہیں:''**لا یجوز له أن یفتی من کتاب ولا من کتابین**"ترجمہ : مفتی کے لیے ایک کتاب یا دو کتاب (پڑھ کر) فتوی دینا جائز نہیں۔(شرح عقود رسم المفتی،ص:۸۷،دار النور للتحقیق و التصنیف ،کراچی)

چناں چہ آپ اپنے فتاوی میں ایک ایک مسئلہ کی تحقیق میں متعدد کتابوں سے کثیر

فقہی جزئیات پیش فرماتے ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

مثال نمبر(۱): آپ سے ''وحدۃ الوجود'' کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے اس کے جواب میں ''قرآن کریم''، ''المواھب اللدنیة للامام قسطلانی''، ''رعایة الانصاف و الاعتدال فی اعتقاد الصوفیة من ارباب الحال و اصول الطریقة لکشف الحقیقة للشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی''، ''الروض المجود للعلامة فضل حق الخیرآبادی''، ''الفتاوی العزیزیه للمحدث عبد العزیز الدھلوی''، ''رسالہ وحدۃ الوجود از حاجی امداد اللہ مھاجر مکی'' اور ''فتاوی رضویه از امام اھل سنت امام احمد رضا قادری'' سے تقریباً بیس نصوص ذکر فرمائے ہیں۔ (فتاوی تاج الشریعہ، ج:۱،ص:۱۸۳، باب عقائد متعلق باری تعالی)

مثال نمبر(۲): اکثر بد مذہبوں کی جانب سے یہ سوال ہوتا ہے کہ ''رضی اللہ تعالی عنہ'' کا لاحقہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم کے ساتھ خاص ہے لیکن سنی حضرات اس کا استعمال اولیاے کرام اور اپنے پیروں کے ساتھ بھی کر دیتے ہیں، چناں چہ اس بابت آپ سے استفتا ہوا تو آپ نے مدلل انداز میں اس کا نہایت ہی شافی جواب عطا فرمایا کہ اولیاے کرام کے اسم مبارک کے ساتھ ''رضی اللہ تعالی عنہ'' کا لاحقہ جائز ہے، ممنوع نہیں اور اس میں آپ نے ان کی کتابوں سے بھی ثبوت فراہم کیا۔ اس فتوے میں آپ نے ان کتابوں ''قرآن کریم''، ''المقاصد الحسنة از امام سخاوی علیه الرحمه''، ''تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق از امام زیلعی علیه الرحمه''، ''تفسیر بیضاوی از امام بیضاوی علیه الرحمه''، ''درّ مختار از علامه حصکفی علیه الرحمه''، ''رد المحتار علی درّ المختار از علامه ابن عابدین شامی علیه الرحمه''، ''الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة از علامه عبد الغنی نابلسی علیه الرحمه''، ''نهایة الزین''، اور ''تذکرۃ الرشید از مولوی رشید

احمد گنگوھی ‘‘ کے تقریباً بیس نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے تحقیقی فتوی صادر فرمایا۔(فتاوی تاج الشریعہ ج:۱،ص:۱۷۴، باب عقائد متعلقہ اولیاے کرام)

حق کی اتباع، خوف خدا اور بے نیازی: فقہاے کرام فرماتے ہیں کہ مفتی حکم شرع بیان کرنے میں حق کی اتباع کرے اور کسی ملامت اور مخالفت سے نہ گھبرائے بلکہ ہمیشہ خوف خدا دل میں رکھے اور خواہشات طبع کو یکسر دل میں جگہ نہ دے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ شرح عقود میں فرماتے ہیں:

”ولا یتکلم فیھا جزافاً بجاھه لمنصبه و حرمته و لیخش الله تبارک و تعالی و یراقبه فانه أمر عظیم لا یتجاسر علیه الا جاھل شقی.“

ترجمہ :اور مفتی اپنے منصب کی عزت وحرمت (بچانے کی خاطر) اندازے سے حکم شرع بیان نہ کرے اور اس کا خیال رکھے کہ وہ عظیم کام ہے اس پر کوئی جاہل بد بخت ہی جسارت کرسکتا ہے۔(شرح عقود رسم المفتی ،ص:163، 164، دارالنور للتحقیق والتصنیف)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ایک زمانے تک ایک عادل، ثقہ، معتمد، معتبر اور ماہر مفتی کی حیثیت سے افتا کی ذمہ داری نبھائی، کبھی بھی آپ نے حکم شرع بیان کرنے میں کسی کی مخالفت و ملامت کی پرواہ نہیں کی خواہ وہ نجدی حکومت ہو یا حکومت وقت ہو یا کوئی تنظیم یا جماعت یا بااثر شخص ہو بلکہ دیکھا تو یہاں تک گیا کہ اگر خاندان کے افراد کی جانب سے شریعت کی نافرمانی ہوتی تو بروقت تنبیہ فرماتے اور اس میں کسی جانب داری کا پاس و لحاظ نہیں فرماتے، آپ کو اپنے حق گوئی و بے باکی کی وجہ سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، آپ نے اس کی بالکل پرواہ نہیں کی ، چاہے آپ کو مخالفین جس نام سے یاد کریں، کیوں کر کرتے؟! فیضان سرکار اعلی حضرت کی شکل میں توفیق الٰہی و تائید ایزدی آپ کی رفیق و ہمدم رہی۔ آیئے اپنی حقیقت آشنا نگاہوں سے اس کے کچھ نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

مثال(۱): سلسلہ قدیری کے ایک پیر پیلی بھیت میں رہتے تھے اور ان کے

مریدین انھیں ''اللہُ میاں'' کہتے تھے۔ اس بابت آپ سے استفتا ہوا کہ کسی کو ''اللہ میاں'' کہنا کیسا ہے؟ آپ نے دلائل کی روشنی میں حکم شرع واضح فرمادیا کہ ''اللہ'' ذات باری تعالی کا علم خاص ہے، اس کا اطلاق کسی پر ہرگز جائز نہیں، آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ پیر صاحب ہیں، البتہ آپ نے ان کی ذاتیات سے لاعلمی اظہار فرمایا اور دوٹوک انداز میں حکم شرع بیان فرمادیا، آپ نے چار وجوہ سے اس کے اطلاق کو باطل فرمایا۔

اولاً آپ فرماتے ہیں کہ کسی کو ''اللہ میاں'' کہنا حرام ہے، یہ لفظ شرعاً وعرفاً خدائے پاک کے لیے خاص ہے، ''اللہ'' ذات باری تعالی کا علم خاص ہے جس میں اشتراک لفظی کا کہیں پتہ نہیں اور معنی تو معبود برحق ولاشریک لہ ہے اس کا ادنی وہم وگمان کفر ہے۔

ثانیاً آپ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کا ذات باری تعالی کیلیے مخصوص ہونا ضروریات دین میں ایسا اجلی ہے کہ عالم تو عالم، جاہل پر مخفی نہیں بلکہ کافر بھی جانتا ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالی کے لیے بولا جاتا ہے اور جب ضروریات دین کی تصدیق کا نام ایمان اور کسی ضرورت دینی کا انکار کفر ٹھہرا تو کسی ضرورت دینی سے جہل بھی منافی ایمان ہے کہ ایمان کا مدار علم پر ہے۔ اسی لیے ہمارے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو آخری نبی نہ جانے تو کافر ہے؛ اس لیے کہ یہاں ایک اہم ضرورتِ دینی سے جہل لازم آرہا ہے۔

ثالثاً آپ فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام نے صراحۃً فرمایا کہ کسی بندے پر ''رحمٰن'' کا اطلاق کفر ہے، جب بندے کو رحمٰن کہنا بوجہ خصوصیت بہ ذات خدا کفر ٹھرا تو ''اللہ'' کہنا بدرجہ اولی کفر ہوگا کہ اللہ علم ذات باری تعالی ہے اور اس کی خصوصیت ذات باری تعالی سے اظہر واشہر ہے۔

رابعاً آپ فرماتے ہیں کہ اس قول کے کفری ہونے کی ایک وجہ اور ظاہر تر ہے یہ ہے کہ کسی بندہ کو اللہ کہنا اس کے لیے ادعائے الوہیت کی صورتِ ظاہرہ واضحہ رکھتا ہے۔

نہایۃً آپ فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ خاصہ ذات باری تعالی اور اس کا اطلاق غیر پر حرام بلکہ کفر ہے، قائل پر توبہ اور احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح ناگزیر یہ حکم اس کا ہے جو براہ نادانی وعدم علم کہہ دے، اور جو اسے جائز مان کر کہے وہ قطعاً کافر وضروریات دین کا منکر ہے۔

اس فتوی پر مندرجہ ذیل اکابر مفتیان کرام کی تصدیقات ہیں:

تاج دار اہل سنت، شہزادہ اعلی حضرت حضرت علامہ ومولانا مصطفیٰ رضا خاں، استاذ الفقہا مفتی عبد الرحیم بستوی، صدر العلما علامہ تحسین رضا خان، مولانا سید اعجاز علی عارف رضوی، مفتی تقدس علی رضوی اور مفتی صالح القادری۔ (فتاوی تاج الشریعہ، ج:۱، ص:۲۰۳ تا ۲۰۸، باب عقائد متعلقہ ذات باری تعالی)

مثال (۲): اہل سنت و جماعت میں ایک مشہور ومعروف اور بافیض بزرگ حضرت زندہ شاہ مدار علیہ الرحمہ گزرے ہیں اور ان کے متبعین مداری کہلاتے ہیں۔ یہ نہایت ہی غالی، بدزبان، جھگڑالو اور بداخلاق ہیں۔ یہ لوگ پر تپاک انداز میں ''مدار العالمین'' کا نعرلگاتے ہیں اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ پر حضرت مدار شاہ علیہ الرحمہ کو فضیلت دیتے ہیں، اس بابت آپ سے استفتا ہوا اور آپ نے صاف انداز میں حکم شرع بیان فرمایا۔

چناں چہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''فی الوقع سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت علما واولیا کے درمیان مسلم ہے اور ان کا ''قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' یعنی میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے فرمانا اور اولیاے کرام کا اسے اپنے مقامات پر دنیا میں اور برزخ میں قبروں میں لینا کتب معتمدہ مثلاً بہجۃ الاسرار، زبدۃ الآثار، قلائد الجواہر وفتاوی حدیثیہ وغیرہا میں منقول ومشہور ہے۔ مداریہ کا اس میں اختلاف محض نامعتبر ہے اور غوث پاک کی اہانت کا مرتب ہونا سخت محرومی ہے۔...... مدار العالمین کہنا مدار شاہ صاحب کو شرعاً جائز نہیں کہ سرکار ابد قرار علیہ

الصلاۃ والسلام کا لقب اقدس رحمۃ للعالمین ہے تو مدار جملہ عالم ہونا انھیں کا خاصہ ہے'' (فتاوی تاج الشریعہ، ج:۱،ص:۴۷۰،۴۶۹، باب عقائد متعلقہ اولیاے کرام)

حضرت مدار شاہ علیہ الرحمہ کی خلافت اور اس سلسلے میں بیعت ہونے کے بارے میں بھی استفتا ہوا تو آپ نے بحوالہ ''سبع سنابل'' ارشاد فرمایا کہ شاہ مدار علیہ الرحمہ کا سلسلہ منقطع ہے؛ اس لیے اس سلسلے میں بیعت ہونا جائز نہیں، کیوں بیعت کے جملہ شرائط میں سے اتصال سلسلہ بھی ہے اور یہ یہاں مفقود ہے۔ ان فتاوے کی وجہ سے مداریوں نے آپ کی ذات پر رکیک حملے بھی کیے اور اس کو غلط رخ دینے ناپاک کوششیں بھی کیں مگر آپ اپنے فیصلے پر اٹل رہے اور حکم شرع بیان کرنے میں کسی کی مخالفت کی پروہ نہیں کی۔

ماہر مفتی کی صحبت: علم فتوی صرف پڑھنے سے نہیں آتا ہے بلکہ مفتی کے لیے ضروری ہے کہ مفتیان کامل سے علم حاصل کیا ہو، ایک زمانے تک ان کی بافیض صحبت میں رہ کر فتوی نویسی سیکھا ہو، اور جب اس کی خطا کی نسبت اس کے تحریر کردہ فتاوے زیادہ صحیح ہوں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ فتاوی ابن حجر سے نقل فرماتے ہیں:

"سئل فی شخص یقرأ ویطالع فی الکتب الفقھیة بنفسه و لم یکن له شیخ، و یفتی و یعتمد علی مطالعته فی الکتب، فھل یجوز له ذلک أم لا؟ فأجاب بقوله: لا یجوز له الافتاء بوجه من الوجوه؛ لانه عامی جاھل لا یدری ما یقول بل الذی یأخذ العلم عن المشائخ المعتبرین." (شرح عقود رسم المفتی، ص:۸۷)

ترجمہ: ایک شخص کے متعلق سوال ہوا کہ خود سے کتب فقہیہ کا مطالعہ کرتا ہے، اس نے کسی شیخ سے علم فقہ حاصل نہیں کیا، فتوی دیتا ہے اور اپنے مطالعہ کتب پر اعتماد کرتا ہے، کیا اس کے لیے فتوی دینا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ ابن حجر ہیثمی جواب دیتے ہیں: اسے کسی طرح

فتوی دینا جائز نہیں؛ اس لیے کہ وہ عامی جاہل ہے، وہ نہیں جانتا ہے جو کہتا ہے، ہاں (اس کے لیے افتا جائز ہے) جو معتمد مفتیان کرام سے اکتساب علم کا شرف رکھتا ہو۔

امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''اور علم الفتوی پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو، مفتیان کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہری درس و تدریس میں پورے نہ تھے مگر خدمت علمائے کرام میں اکثر حاضر رہتے اور تحقیق مسائل کا شغل ان کا وظیفہ تھا فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں بلکہ مدرسوں بلکہ نام کے مفتیوں سے بدرجہا زائد تھے۔'' (فتاوی رضویہ مترجم، ج:۲۳،ص:۶۳۹)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ جب جامعہ ازہر مصر سے لوٹ کر آئے تو درس و تدریس کے ساتھ افتا نویسی کا بھی آغاز فرمایا۔ آپ نے مدینہ منورہ سے آئے ہوئے ایک استفتا کا شاندار جواب تحریر فرمایا، آپ نے پہلے بحر العلوم مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ کو دیکھایا، حضرت نے تحسین فرمائی اور کہا اپنے نان جان کو دکھایئے۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے دلائل و براہن سے مزین فتوے کو دیکھ کر اظہار مسرت فرمایا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

حضور تاج الشریعہ خود اپنی فتوی نویسی کی ابتدا اور اس کی مشق و ممارست کے تعلق سے فرماتے ہیں: ''میں بچپن سے ہی حضرت (مفتی اعظم ہند) سے داخل سلسلہ ہو گیا ہوں۔ جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتوی کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا۔ اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فتوی دکھایا کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں وہ فیض حاصل

ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔‘‘ (سوانح تاج الشریعہ بحوالہ حیات تاج الشریعہ، ص:۳۲)

حضور تاج الشریعہ نے تقریباً پینتالیس سال فقہ وافتا کے میدان میں گراں قدر خدمت دی ہے، آپ حضور مفتی اعظم کے انتقال بعد سے مسلسل مرجع الفتاوی رہے، آپ کے نوک سے قلم بے شمار علمی و تحقیقی فتاوے صادر ہوئے، ان میں سے کچھ طباعت سے آراستہ ہو چکے اور کچھ ابھی تشنہ طباعت ہیں۔ آپ کو یہ امتیازی شان حاصل رہا کہ آپ تینوں زبان اردو، عربی اور انگریزی زبان میں فتوی تحریر فرماتے تھے۔

عرف وعادت اور لوگوں کے احوال سے واقفیت: اصولین مفتی کے لیے اس بات کی شرط لگاتے ہیں کہ عرف و عادت اور کے احوال سے گہری واقفیت رکھے کیوں کہ فقہاے کرام نے صدہا ایسے مسائل اپنی کتابوں میں تحریر فرمائے جن کے احکام عرف وعادت کے بدلنے کی وجہ سے بدل گئے ہیں۔ لوگوں کے احوال بھی مختلف ہوا کرتے ہیں جیسے بعض الفاظ بعض جگہ معانی قبیحہ رکھتے ہیں اور کہیں معانی صحیحہ رکھتے ہیں تو ایک مفتی کے لیے ضروری ہے کہ زمانے کے عرف وعادت سے کامل معرفت رکھے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ شرح عقود رسم المفتی میں لکھتے ہیں:

’’لا بد له من معرفة عرف زمانه وأحوال اهله ... ليس للمفتى و لا للقاضى ان يحكما على ظاهر المذهب و يتركا العرف‘‘ (شرح عقود رسم المفتی، ص:۲۲۲)

ترجمہ: مفتی کے لیے اپنے زمانے کے اور لوگوں کے احوال کی معرفت ضروری ہے ... مفتی اور قاضی کے لیے یہ روا نہیں کہ ظاہر مذہب کے مطابق فیصلہ کرے اور عرف و عادت کو ترک کر دے۔

امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

’’مفتی و حاکم پر دونوں پر لازم کہ جہاں کی نسبت حکم یا فتویٰ دیں، خاص وہاں

کے رسم ورواج پر لحاظ کریں دوسرا رواج کیسا ہی عام ہو۔ وہاں کے اپنے رواج کا معارض نہیں ہوسکتا۔'' (فتاوی رضویہ مترجم، ج:۱۸، ص:۳۵۱)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں ایک سوال آیا کہ'' قربان، فدا، نچھاور، عاشق، معشوق، حاضر ناظر، لاابالی، صاحب، میاں، لفظ شکایت، اور ہوس تھی دید کی، معراج کا بہانہ تھا، اورشوق ہے، اے خدا میں بھی اور میرے باپ بھی تیری لونڈی اور غلام ہیں'' کا اطلاق باری تعالی کی شان میں درست ہیں یا نہیں۔

آپ جواب تحریر فرماتے ہیں:'' معاذ اللہ رب العلمین جلت عظمتہ و عزت عزتہ کی شان رفیع میں قربان فدا نچھاور اور جن الفاظ سے متبادر و عرف جاری ہیں بلکہ محض دلالت لفظ سے محبوب پر مرمٹ جانے، فنا ہو جانے کا اطلاق ہو جناب باری تعالی میں حرام حرام اشد حرام بلکہ اپنے معانی ظاہرہ متبادرہ کی بنا پر کفر میں صریح اور اگر معاذ اللہ سامعین نے یہی معنی مراد لیا جو اس سے متبادر ہیں تو کفر متعین اور قائل و سامع دونوں پر توبہ تجدید ایمان و تجدید نکاح بیوی والوں پر بہر کیف لازم ......لا ابالی کا اطلاق سوء ادب و کفر ہے اور صاحب کا اطلاق نہ چاہیے یونہی میاں کا اطلاق اللہ تعالی پر بھی منع ہے اور اللہ تعالی سے شکایت کرنا حرام ہے اور ہوس و بہانہ کا اطلاق اللہ تعالی کے لیے کفر کفر ہے جس سے توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے اور اللہ تعالی کے لونڈی و غلام کہنے میں حرج نہیں جبکہ بمعنی مملوک کہے اور بندہ اور کنیز کہنا بہتر ہے ۔واللہ تعالی اعلم'' (فتاوی تاج الشریعہ، ج:۱، ص:۱۷۰، ۱۷۲، باب عقائد متعلقہ ذات وصفات باری تعالی)

محترم قارئین کرام! جب مذکورۃ الصدر اصول کی روشنی میں فتاوی تاج الشریعہ کا مطالعہ کریں گے تو آپ حضرت کی ذہانت وذکاوت، استحضار جزئیات پر عبور، فقہ و فقاہت میں کامل مہارت، مختلف زبانوں خصوصاً اردو، عربی اور انگریزی زبان وادب پر قدرت کاملہ اور عرف وعادت کی معرفت تامہ کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس سے اندازہ ہوتا

ہے کہ آپ اصول افتا کے جامع تھے۔ یوں تو ربّ تبارک وتعالی آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا مگر ان تمام خوبیوں مین تفقہ فی الدین اور فتاوی نگاری آپ کا امتیازی وصف ہے جو آپ کو رب قدیر کے خزانہ عامرہ سے خوب خوب عطا کیا گیا۔ ہم نے اصولِ افتا کی روشنی میں چند شواہد ہدیہ ناظرین کرنے سعی کی ہے، جس سے آپ کی فقہی بصیرت اور علم فتاوی میں گیرائی و گہرائی ماتھے کی نگاہوں سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ فیضان تاج الشریعہ سے مالا فرمائے اور ان کے نقش قدم توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

عرض: مرد کو چوٹی رکھنا، جائز ہے یا نہیں، بعض فقیر (بابا، پیر) رکھتے ہیں؟

ارشاد: حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا: **لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء ، والمتشبهات من النساء بالرجال** ، اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر، جو عورتوں سے مشابہت رکھیں، اور ایسی عورتوں پر، جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں۔ (الملفوظ، ح دوم ،ص ۸۳)

خیابانِ حبیب

ہے خدا کی عطا جامعۃ الحبیب
قلعہ مصطفیٰ جامعۃ الحبیب

رکھی تاج الشریعہ نے جس کی بنا
ہے رضا کی رضا جامعۃ الحبیب

جامعۃ الحبیب

کا

شرف انتساب

''جامعۃ الحبیب''

مشرقی ہندوستان کی معروف ومشہور شخصیت، عارف باللہ، امام التارکین،

سراج السالکین، سیدنا سرکار مجاہد ملت

حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمٰن عباسی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان،

رئیس اعظم اڈیشا کے نام گرامی سے

منسوب ہے.

☆☆☆

تاریخ قیام و بنا
(رسم سنگ بنیاد)

الحاج شیخ غلام جیلانی حبیبی مرحوم کی خواہش کے مطابق ان کے انتقال کے بعد بتاریخ ۷؍شوال ۱۴۳۱ھ، مطابق ۱۷؍ستمبر ۲۰۱۰ء تمام بانی ٹرسٹیز (Founder Trustees) کے ذریعہ جامعۃ الحبیب ٹرسٹ کا قیام عمل میں آیا۔اور بتاریخ ۲۰؍ربیع الاول شریف ۱۴۳۱ھ، مطابق ۷؍مارچ ۲۰۱۰ء جامعۃ الحبیب کی مرکزی عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔مرکزی عمارت کی بنیاد میں جن بزرگوں کی برکتیں شامل ہیں، ان میں وارث علوم امام احمد رضا علیہ الرحمہ، جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ، حضور تاج الشریعہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ، بانی جامعۃ الرضا (مرکز الدراسات الاسلامیہ)، بریلی شریف، یوپی، شہزادہ صدرالشریعہ، ممتاز الفقہا، سلطان الاساتذہ، حضور محدث کبیر، علامہ ضیاء المصطفی قادری مدظلہ العالی، بانی ومہتمم الجامعۃ الامجدیۃ، وکلیۃ البنات الامجدیۃ، گھوسی، یوپی، سبط سرکار حضور مجاہد ملت، حبیب ملت حضرت مولانا سید غلام محمد حبیبی مدظلہ العالی، متولی وسجادہ نشین خانقاہ حبیبیہ، دھام نگر شریف، بھدرک، اڈیشا کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جامعۃ الحبیب کے بانی ومتولیان ہونے کی حیثیت سے ہم قوم اور ارباب حکومت کو باور کراتے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے جامعۃ الحبیب اور اس کے تمام ذیلی اداروں کے چلانے کے اہل وہی لوگ ہوں گے جو واضح طور پر سنی بریلوی مسلک کے ماننے والے ہونگے جیسا کہ ٹرسٹ کے قوانین (By Laws) میں بھی مذکور ہے۔

ازطرف: جملہ بانیان ومتولیان، جامعہ الحبیب ٹرسٹ

جامعۃ الحبیب کا مسلک

اہل سنت و جماعت، جو چودہ سو برس پہلے کے، اس قدیم دین اسلام مذہب مہذب اہل سنت کے پابند ہیں۔ جو قرآن پاک، احادیث صاحب لولاک ﷺ اور ائمہ اہل سنت و اولیائے امت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات سے واضح اور روشن تر ثابت ہے، خصوصا سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرامین مبارکہ ''بہجۃ الاسرار'' شریف اور کتاب مستطاب ''سبع سنابل'' (از سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ)، و کتاب مبارک ''تکمیل الایمان'' (از شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ) اور ''المعتقد المنتقد'' (از سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ) سے ظاہر ہے، جس کی تفصیل اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مولانا الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف مبارکہ ''المعتمد المستند'' اور ''حسام الحرمین'' شریف میں ہے۔ ''جامعۃ الحبیب'' اسی مسلک اہل سنت و جماعت معروف بہ مسلک اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ لہذا جو اس نظریئے سے اتفاق نہ رکھتا ہو، اس کا ''جامعۃ الحبیب'' سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہوگا۔

تاثر

حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب قبلہ

صدر مفتی دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد!

اسلام کے دعوت وتبلیغ اور نشرواشاعت کے لئے مختلف وسائل وذرائع ہیں، ان میں عربی ادارے اور رہائش گاہیں بہت مؤثر اور متعدد الجہات ہیں، یہیں سے مفسر، محدث، مفتی، فقیہ، ادیب، مفکر، مدبر اور نہ جانے کتنے اوصاف وکمالات کے حاملین پیدا ہوتے ہیں اور خدمت دین میں لگ جاتے ہیں۔

ادارہ ''جامعہ الحبیب''، رسول پور، جگت سنگھ پور، اڈیشا اسی سلسلہ کی ایک خوبصورت کڑی اور اس خطے کی اہل ایمان کے خوابوں کی تعبیر ہے۔ ''جنگل میں منگل کرنے کا'' محاورہ یہاں ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ چند سال پیشتر یہ ادارہ رئیس اڈیشا، تلمیذ صدرالشریعہ مجاہد ملت حضرت علامہ الشاہ حبیب الرحمٰن قدس سرہ (متوفی ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) دھام نگر شریف کے نام سے منسوب ہوکر منصۂ شہود پر آیا اور اپنے حسن انتظام بہترین قیادت باصلاحیت اساتذہ اور بےلوث اراکین ومعاونین کی جہد مسلسل سعی پیہم کی بدولت دیکھتے ہی دیکھتے شہرت کی ایسی بلندی پر پہنچا کہ ملک کے جس گوشے سے دیکھا جائے اس کا مینارۂ نور ونکہت نظر آجائے۔

ہجوم بلبل ہوا چمن میں کیا جو گل نے جمال پیدا
کمی نہیں قدرداں کی اکبر کرے تو کوئی کمال پیدا

ادارہ کی خدمات قابل ستائش اور لائق تحسین ہیں تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کے لئے اساتذہ ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ ماشاء اللہ اس ادارہ کے اساتذہ حسن سیرت وصورت اور خوبی علم و عمل کی دولت خیر سے بہرہ منداور اخلاص و وفا سے شناسا ہیں، اور اس کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے علم قدیم و جدید اور عمل صالح کا عطر مجموعہ اسے میسر ہے۔

تقریر و تحریر اور حکمت و تدبیر ہر جہت سے خدمت دین نے ادارہ کے انفرادیت بخش دی ہے، میری دعا ہے کہ رب تعالی اسے اوج ثریا پر پہنچائے اور مسلک اعلی حضرت کا ایسا عظیم قلعہ بنادے کہ ملت کے ایمان و عقیدہ کا ایک کوہ ہمالہ ثابت ہو۔

آخر میں اس حقیقت کا اظہار کئے بغیر قلم رک نہیں سکتا کہ ادارہ کی یہ ساری آرائش وزیبائش اور نور و نکہت عزیز گرامی قدر، پیکر خلوص و محبت، خلیفۂ تاج الشریعہ و محدث کبیر حضرت مولانا شیخ ریاضت حسین قادری، رضوی، ازہری، اڑیسوی زید جدہ کی مرہون منت ہے، جن کی شبانہ روز مساعی جمیلہ نے اسے عروج و کمال بخشا ہے۔ رب تعالی ان کو اور اس کے اساتذہ و طلبہ و اراکین و معاونین کو دارین کی سعادتوں سے نوازے، اور بیش از بیش دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ و علی آلہ و صحبہ افضل الصلوۃ و اکمل التسلیم۔

محمد اختر حسین قادری غفرلہ
دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
۲۹؍محرم الحرام ۱۴۴۰ھ

☆☆☆

تاثر

حضرت علامہ مفتی شمشاد احمد رضوی مصباحی صاحب قبلہ

جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، ضلع مئو، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

امابعد!

مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ اور نونہالان اسلام کو اسلامی تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے کے لئے اس دور میں مدارس کی سخت ضرورت ہے اور اسلامی تشخص کی حفاظت کے ساتھ جدید عصری تعلیم بھی نہایت ضروری ہے تاکہ مدارس اسلامیہ کے طلبہ زمانے اور حالات کا مقابلہ کرنے میں احساس کمتری کا شکار نہ ہوسکیں، انہیں اغراض ومقاصد کے پیش نظر ۲۰۱۰ء میں جامعۃ الحبیب کی بنیاد رکھی گئی اور چند ہی سالوں میں بفضلہٖ تعالی جامعۃ الحبیب نے اپنے تمام شعبوں میں قابل ذکر کامیابی حاصل کی۔

چند سال پیشتر جامعۃ الحبیب کے اجلاس میں شریک ہوا پھر اس کے بعد بھی کئی جلسے میں جاتے ہوئے جمعہ میں حاضر ہوا۔ ادارے کی سرگرمیوں کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، الحمدللہ جامعۃ الحبیب اپنی منزل کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے۔ شعبہ حفظ وقرات، درس نظامی، شعبہ پرائمری، شعبہ کمپیوٹر، شعبہ نشر واشاعت ماہر اساتذۂ کرام بالخصوص حضرت مولانا قاری ریاضت حسین ازہری کی نگرانی میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے، یہاں کا نصاب صالح جدید اور نافع قدیم کا سنگم ہے، دینی ماحول میں دینی اسلامی تعلیم وتربیت کے ساتھ عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے تاکہ طلبہ کا مستقبل تابناک اور روشن ہوسکے۔

ادارہ کی دو منزلہ پرشکوہ عمارت، نصف درجن سے زائد اساتذہ، ۷۰ سے زائد باہری طلبہ جن کے قیام وطعام ودیگر سہولیات کا ادارہ کفیل ہے، وقتاً فوقتاً دینی اصلاحی جلسوں اور عظیم کانفرنسوں کا انعقاد طلبہ کی خفیہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے مسابقہ وتقسیم انعامات ،مسلمانوں کی فلاح وبہبود اور آفت زدہ لوگوں کی امداد واعانت اور اس قسم کے وہ تمام کام جو اس ادارہ کے ذریعہ انجام پا رہے ہیں، انتظامیہ کے حسن ذوق، حسن کارکردگی، اور حسن تدبیر پر روشن دلیل ہیں۔ اس ادارہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ادارہ مسلک اعلیٰ حضرت کا مکمل پابند ہے، اور کتاب وسنت کے دلائل سے مزین ''تعلیمات اعلیٰ حضرت'' کو عام کرنا اس کا نصب العین ہے، میں تمام مسلمانوں سے پرخلوص اپیل کرتا ہوں کہ وہ ''جامعۃ الحبیب'' کا بھرپور تعاون کریں، تاکہ ادارہ جلد از جلد اپنے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔

فقط والسلام

شمشاد احمد مصباحی

جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو، یوپی

۱۲/اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز جمعہ

☆☆☆

اظہار رائے

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کمال اختر علیمی صاحب قبلہ

دار العلوم نور الحق، چرہ، محمد پور، فیض آباد، یوپی

عصر حاضر میں سائنس کی ترقی سے دینی افکار ونظریات میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اسی وجہ سے بہت سے سادہ لوح اور جدید تعلیم یافتہ مسلمان جو اسلامی علوم سے نابلد ہوتے ہیں، گمراہی کے دلدل میں پھنس جاتے ہیں، اسی لئے قرآن حکیم نے اسلام کی پیروی کرنے والوں کو تلقین کی ہے کہ ملت کے کچھ افراد ایسے ہوں، جو علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں، کیونکہ اسلام عقائد وعبادات اور معاملات واخلاقیات پر حاوی ایک مکمل نظام حیات رکھتا ہے، جو قرآن وحدیث اور فقہ کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے، جس کا حصول مسلمانوں پر بقدر ضرورت فرض ہے اسی مقصد کے تحت مدارس کا وجود عمل میں آیا، خدا کا فضل ہے کہ آج برصغیر ہندوپاک میں اسلامی مکاتب ومدارس کا ایک جال بچھا ہوا ہے، جہاں مسلمان بچوں کو بااخلاق ،مہذب، دین دار، کامیاب انسان بنایا جاتا ہے، اسی سلسلہ کی ایک عظیم کڑی ''جامعۃ الحبیب'' ہے، جسے ''رسول پور'' کے خوش عقیدہ سنی مسلمانوں نے، عارف باللہ، اویس عصر، عابد شب زندہ دار، حضور مجاہد ملت، علامہ مفتی الشاہ محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان سے انتساب کرتے ہوئے قائم کیا ہے۔

جس کی قیادت وزمام سیادت مفکر اسلام، ماہر رضویات، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، معتمد تاج الشریعہ، حضرت علامہ شاہ مفتی ریاضت حسین ازہری کے ہاتھوں میں ہے۔جن کی مساعی جمیلہ سے ایک قلیل عرصہ میں جامعہ عظیم الشان دین کا قلعہ بن گیا اور ملک کے

طول وعرض سے تشنگان علوم نبویہ علی صاحبہا افضل التحیۃ آکر اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں ،خادم نے دو چار شب وہاں گزار کر اس کا مشاہدہ کیا ہے، لائبریری جو کسی بھی ادارہ کی ترقی میں کلیدی رول ادا کرتی ہے، اس کا بھی شاندار نظم ہے، جس میں مختلف علوم وفنون پر ہزاروں کتابیں دستیاب ہیں ،عموما اکثر مدارس میں طلبہ کے کھانے پینے کے لئے کوئی مخصوص جگہ نہیں ہوتی ہے، لیکن یہاں ایک جدید انداز کا ڈائننگ روم بھی ہے، جس میں انواع واقسام کے کھانوں کے ساتھ ساتھ نظافت وستھرائی کا غیر معمولی خیال رکھا جاتا ہے، بشمول اساتذہ وملازمین، طلبہ میں نماز باجماعت کی غایت درجہ پابندی بھی دیکھنے میں آئی ،اور مسلک اعلی حضرت سے اساتذہ وطلبہ کی شیفتگی میں یہ جامعہ ایک منفرد مقام رکھتا ہے، جس کی نظیر دور دور تک نہیں ملتی۔

جامعہ میں جہاں اسلامی علوم وفنون کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے، وہیں مقتضیات زمانہ کا بھی خوب خوب لحاظ رکھا گیا ہے، یہی وجہ ہے عربی ادب وانشا نیز انگریزی زبان وادب پر یکساں توجہ ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ جامعہ چند ہی سالوں میں اس منزل تک پہنچ گیا ہے، جہاں عام ادارے بہت سالوں کے بعد پہنچتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کی نسبت حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہے، مزید برآں جانشین مفتی اعظم ہند، فخر ازہر، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی خصوصی دعائیں بھی شامل ہیں۔

مولی تعالی سے دعا ہے کہ جامعہ کو حاسدین کے حسد اور معاندین کے شر سے مامون ومحفوظ فرمائے اور علاقہ وجوار کے خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کے قلوب کو اس کی طرف متوجہ ومائل فرمائے۔آمین۔

محمد کمال اختر

۲۳/۱۰/۲۰۱۸ء

خادم دار العلوم نور الحق، چرہ، محمد پور، فیض آباد، یوپی

شکریہ نامہ

علیمی لائبریری

ملحقہ دارالعلوم علیمیہ، جمداشاہی، ضلع بستی، یوپی

تاریخ: ۳/۹/۲۰۱۸ء

حضرت مولانا ریاضت حسین صاحب قبلہ ازہری
ناظم اعلی جامعۃ الحبیب، رسول پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج گرامی!

دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی کی عظیم لائبریری مدارس اہل سنت کی لائبریریوں میں ایک اہم لائبریری شمار کی جاتی ہے، جہاں درسیات وہ مختلف علوم وفنون پر مشتمل تقریبا چالیس ہزار کتابوں کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے۔

اس لائبریری کو عظیم بنانے میں آپ جیسے مخلص حضرات کا تعاون شامل ہے آپ کی طرف سے عطا کردہ ''الحبیب'' کا ایک نسخہ علیمی لائبریری کو موصول ہوا ہے، جس پر یہ ادارہ آپ کا ممنون ہے اور امید کرتا ہے کہ مستقبل میں بھی آپ اپنے گراں قدر عطیات سے لائبریری کو نوازتے رہیں گے۔

فقط والسلام

خیراندیش

امید علی صدیقی مصباحی

(مہر علیمی لائبریری)

جامعۃ الحبیب کا مختصر تعارف

جامعۃ الحبیب ٹرسٹ:

جامعہ الحبیب ٹرسٹ ایک غیر سرکاری تنظیم (NGO) ہے جو تعلیمی اور سماجی میدان میں سرگرم عمل ہے۔ قانونی طور پر ادارہ ہر طرح کے تعاون حاصل کرنے کا اہل ہے اور اس کو متعلقہ سرٹیفیکٹس بھی حاصل ہیں۔ اس سلسلے میں FCRA، 80G، اور 12A جیسی اسناد حاصل ہیں۔ اس لیے جو حضرات بھی ہمارے ادارے کا تعاون کریں گے ان کو ٹیکس کی ادائیگی میں پچاس فیصد کی رعایت ملے گی۔ مزید برآں جو لوگ کارپوریٹ سیکٹر ریسپونسیبلیٹی (Corporate Sector Responsibility(CSR)) کے تحت ہمارے ادارے کا تعاون کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے ہماری ٹیم مطلوبہ دستاویزی کارروائی کو انجام دینے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ اس ادارے میں زکوۃ وصدقات کے مستحق طلبہ بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے یہ ادارہ شرعی طور پر بھی زکوۃ وصدقات کا مستحق ہے۔

جامعۃ الحبیب ٹرسٹ کے دائرہ کار میں مختلف خدمات اور متعدد مقاصد شامل ہیں۔ اجمالی طور پر ٹرسٹ کے اغراض ومقاصد کو مندرجہ ذیل الفاظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

سماجی فلاح وبہبود:

☆......ترقیِ انسانی وسائل، سماجی ترقی اور فلاحی سرگرمیاں۔

☆......یتیموں، مریضوں اور ذہنی وجسمانی طور پر معذور افراد کا مالی اور طبی تعاون۔

☆......قدرتی آفات کے وقت متأثرہ افراد کی امداد اور راحت رسانی کا کام۔

تعلیمی و تربیتی سرگرمیاں:

☆......عصری اداروں میں زیر تعلیم مسلم طلبہ و طالبات کی مذہبی، شرعی، روحانی اور اخلاقی اقدار کی روشنی میں بہترین تربیت کا اہتمام۔

☆......دینی و شرعی علوم و فنون اور شریعت اسلامیہ کی ترویج و اشاعت کے لئے تعلیمی اداروں (مدارس و مکاتب) کا قیام۔

☆......جدید اور عصری تعلیم کے لئے اسکول اور کالجیز کا قیام۔ (یہ منصوبہ جامعۃ الحبیب ٹرسٹ کے طویل المیعاد اغراض و مقاصد میں شامل ہے)

☆☆☆

نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کی خصوصیات

☆......ماہرین تعلیم اور تجربہ کار علماء کرام کے صلاح و مشورہ کی روشنی میں تیار کیا گیا ایک جامع اور مکمل نصاب تعلیم۔

☆......درس نظامی کے ساتھ ساتھ انگریزی، حساب اور کمپیوٹر کی معیاری تعلیم۔

☆......علوم اسلامیہ و عصریہ میں ماہر، محنتی اور تجربہ کار اساتذہ۔

☆......24 گھنٹوں پر مشتمل نظام الاوقات۔

☆......طلبہ کی ہمہ وقت تعلیمی و تربیتی رہنمائی۔

☆......درسی و غیر درسی کتابوں سے آراستہ بہترین لائبریری۔

☆......عربی اور انگریزی میں بول چال کیے لئے بہتر ماحول۔

☆......تعلیمی، تحریری اور تقریری مقابلوں کا اہتمام۔

☆......ماہرین کے افکار و خیالات اور تجربات سے استفادہ کے لیے تربیتی پروگرام اور

توسیعی خطبات۔

☆......تعلیمی اور تفریحی اسفار کا انتظام۔

☆......والدین اور گارجین کو ماہانہ ٹیسٹ اور امتحانات میں طلبہ کی کارکردگی کی اطلاع۔

☆......نصابی اور ہم نصابی موضوعات اور عناوین پر مباحثے اور مذاکرے کا انعقاد۔

☆......مختلف حساس موضوعات پر ملک کے علماء اسلام و دیگر دانشوران قوم سے توسیعی خطبات کا اہتمام۔

☆☆☆

سہولیات

☆......پرسکون، خوبصورت اور کشادہ ماحول۔

☆......تین وقت معیاری اور بہتر طعام۔

☆......شاندار ہاسٹل (دارالاقامہ)۔

☆......علاج و معالجہ کا انتظام۔

☆...... 24 گھنٹے بجلی کا معقول انتظام۔

☆......حفظان صحت کے پیش نظر واٹر فلٹر اور گیزر کا انتظام۔

☆......نمایاں کارکردگی پر طلبہ کے لیے تعلیمی وظائف اور انعامات۔

☆☆☆

الحبیب ایکسلینس ایوارڈ

طلبہ میں تعلیمی و تربیتی ذوق وشوق پیدا کرنے اور ان کی خفیہ صلاحیتوں میں بالیدگی اور نکھار لانے کے لیے جامعۃ الحبیب نے ’’الحبیب ایکسلینس ایوارڈ‘‘ کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ وہ طلبہ جو جامعۃ الحبیب میں زیر تعلیم ہیں ان میں سے جو طلبہ اپنی جماعت کے سالانہ امتحانات میں اول اور دوم مقام حاصل کرتے ہیں ان کی حوصلہ افزائی اور دوسروں میں جذبۂ مسابقت بیدار کرنے کے لیے یہ ’’ایکسلینس ایوارڈ‘‘ دیا جاتا ہے۔

تعلیمی سال ۲۰۱۷-۲۰۱۸ میں ’’الحبیب ایکسلینس ایوارڈ‘‘ حاصل کرنے والے طلبہ کے نام ذیل میں درج ہیں:

جماعت ثالثہ: (۱) محمد اختر رضا ابن قاری محمد بدر عالم صاحب، یوپی (۲) محمد احمد رضا ابن قاری محمد بدر عالم صاحب، یوپی۔

جماعت ثانیہ: (۱) محمد قربان خان ابن محمد سلامت خان، کالا ہانڈی (۲) محمد غلام قادر ابن حافظ رضی احمد صاحب، آسنسول، بنگال۔

جماعت اولی: (۱) محمد امام الحق ابن اظہار خان، بالا سور (۲) محمد شعیب خان ابن ایوب خان، جگت سنگھ پور

جماعت اعدادیہ: (۱) رفیق خان ابن عبد الرشید، کیشر پور، کٹک، اڈیشا (۲) مجاہد رضا ابن شیخ عبد اللطیف، برواں، جاجپور، اڈیشا

جماعت ابتدائیہ: (۱) غلام مدثر ابن ابرار خان، جاج پور، اڈیشا (۲) شیخ سہیل الدین ابن شیخ شمس الدین، رسول پور، جگت سنگھ پور، اڈیشا

جماعت حفظ: (۱) شہباز خان ابن قمرالدین خان، پندرہ باٹیہ، بھدرک، اڈیشا (۲) افتخار عالم ابن امتیاز عالم، جوکوٹ، جگت سنگھ پور، اڈیشا

اسمائے فارغین جامعہ

تعلیمی سال ۲۰۱۸-۲۰۱۹ میں جامعہ الحبیب کے مختلف شعبہ جات سے دستار فراغت وسند حاصل کرنے والے طلبہ کے نام۔بموقع گیارہواں (۱۱) جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ، بنام جشن صد سالہ امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ وجشن دستار بندی، بتاریخ: ۲۲/ربیع النور ۱۴۴۰ھ مطابق: ۱/دسمبر ۲۰۱۸ء بروز سنیچر۔(ان شاءاللہ تعالی)

درجہ مولویت:

(۱) محمد احمد رضا ابن قاری بدر عالم صاحب،، چریا کوٹ، یوپی

(۲) محمد اختر رضا ابن قاری بدر عالم صاحب، چریا کوٹ، یوپی

(۳) محمد رضا ابن محمد آبار خان، جالیسور، اڈیشا

(۴) محمد غفران احمد ابن محمد محبوب عالم، کشی نگر، یوپی

شعبہ قراءت:

(۱) محمد امام الحق خان ابن محمد اظہار خان، جالیسر، اڈیشا

(۲) محمد شعیب اختر ابن محمد ایوب خان، شادی پور، ضلع جگت سنگھ پور، اڈیشا

شعبہ حفظ:

(۱) محمد حسان رضا ابن مولانا محمد جعفر حسین رضوی، منگلور، کرناٹک

(۲) محمد شاہد خان ابن حبیب خان، سامنتراپور، ضلع کٹک، اڈیشا

شعبہ کمپیوٹر سائنس: (درجہ مولویت سے فارغ ہونے والے طلبہ کو ایک سالہ ''ڈپلومہ ان کمپیوٹر اپلیکیشن'' کی سند دی جائے گی)

☆☆☆

مستقبل کے تعلیمی و تعمیری منصوبے

☆ لڑکیوں کی دینی تعلیم کے لیے شعبہ دراسات اسلامیہ۔
☆ طلبہ وطالبات کے لیے پلے اسکول اور نرسری اسکول۔
☆ جدید اور عصری تعلیم کے لیے اسکول از پرائمری تا میٹرک (برائے طلبہ)۔
☆ جدید اور عصری تعلیم کے لیے اسکول از پرائمری تا میٹرک (برائے طالبات)۔
☆ درسگاہ کی تیسری منزل اور چوتھی منزل کی تعمیر۔
☆ طلبہ کی رہائش کے لیے ہاسٹل کی تعمیر۔
☆ پلے اسکول اور نرسری اسکول کی عمارت۔
☆ اسکول برائے طلبہ کے زمین کی حصولیابی اور تعمیر۔
☆ اسکول برائے طالبات کے لیے زمین کی حصولیابی اور تعمیر۔

تعاون کے طریقے

☆ ہاسٹل میں کمروں کی تعمیر۔
☆ تعمیر کے لیے سیمینٹ، سریا، ماربل، اینٹ وغیرہ۔
☆ جامعۃ الحبیب کے تعلیمی منصوبوں کے لیے زمین کی فراہمی۔
☆ ایک یا ایک سے زائد اساتذہ کی ماہانہ تنخواہ کی ذمہ داری۔
☆ ایک یا ایک سے زائد غیر تدریسی عملہ کی ماہانہ تنخواہ کا انتظام۔
☆ ایک یا ایک سے زائد طلبہ کی خوراکی اور کفالت (ماہانہ ۱۱۰۰ گیارہ سو روپے فقط)۔
☆ لائبریری کے لیے کتابوں کا ہدیہ۔
☆ زکوۃ، صدقات اور خصوصی عطیات کی ترسیل۔۔۔وغیرہم۔

جامعہ

کی

کارگزاریاں

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جاؤں

جامعۃ الحبیب میں حج تربیتی پروگرام

جامعۃ الحبیب کے قیام کے بعد سے لے کراب تک یہ طریقہ رہا ہے کہ ہرسال ضلع جگت سنگھ پور واطراف کے خوش عقیدہ حجاج کرام کی حوصلہ افزائی اوران کی تربیت کے لئے ''حج ٹریننگ پروگرام'' کے نام سے ایک مجلس قائم کی جاتی ہے۔اورزائرین حرمین شریفین کی خدمت گلہائے عقیدت، اپنی اورذمہ داران جامعہ کی طرف سے پیارے آقا ﷺ کی بارگاہ میں ہم غلاموں کا عاجزانہ سلام پیش کرنے کی گذارش کرتے ہیں۔

اس سال بھی مورخہ ۸/جولائی بروز اتوار جامعۃ الحبیب کے حبیب المساجد میں تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔اورتمام زائرین حرمین طیبین کو پرخلوص دعوت کے ساتھ حاضر کیا گیا ۔پروگرام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ رہی کہ معروف مفکرومدبر حضرت علامہ ڈاکٹر سجاد عالم رضوی مصباحی قبلہ کی تشریف آوری ہوئی ۔پروگرام کا آغاز دن ۱۰/بجے ہوا، نعت ومناقب کے بعد حضرت علامہ مولانا ریاضت حسین ازہری صاحب مہتمم جامعہ ہذا نے ارکان حج سے متعلق گفتگوفرماتے ہوئے اس کی ادائیگی میں ہونے والی دشواریوں سے بھی عوام کو باورکرایا،اورموجودہ حالات،اس کے تقاضے کی طرف توجہ دلائی۔وہیں اس کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ نے خطاب فرمایا،جس میں حج مقبول کی فضیلت پرروشنی ڈالتے ہوئے بیان کیا کہ حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ انسان اپنے سابقہ غلط روش سے باز آجائے اوراچھی عادتیں لازم پکڑلے، اس کے علاوہ آپ نے خلوص نیت پر بھی کلام فرمایا۔الغرض دوپہرایک بجے صلاۃ وسلام کے بعد مخصوص دعاؤں کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔اس میں جامعہ کے تمام ذمہ داران واساتذہ کے ساتھ قرب وجوار کے ائمہ ومدرسین نے بھی شرکت فرمائی اورکامیابی کا حصہ بنے۔

رپورٹ: (مفتی) عبداللہ رضوی، استاذ جامعۃ الحبیب، رسول پور

حضرت شیخ الجامعہ کو ایک بڑا صدمہ

بڑے ہی افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جاتی ہے کہ حضرت مولانا ریاضت حسین ازہری صاحب، ناظم اعلی جامعۃ الحبیب، کی اہلیہ محترمہ کا بتاریخ: ۲۰ / ربیع النور ۱۴۳۹ھ، مطابق ۱۰ / دسمبر ۲۰۱۷ء، بروز اتوار، بوقت صبح ۶ بجکر ۵ منٹ (تقریبا) ''شفا ہاسپٹل''، کٹک میں انتقال ہوگیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

محترمہ (ولادت: ۲۶ / شوال ۱۴۱۴ھ، مطابق ۸ / اپریل ۱۹۹۴ء) ایک نیک اور وفا شعار خاتون تھیں، اللہ تعالی انہیں غریق رحمت فرمائے، اوران کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، بالخصوص مولانا ازہری صاحب کو صبر و رضا کی دولت سے نوازے، اوران کے صاحبزادگان، محمد شیخ خالد حسین سلمہ اور محمد شیخ حامد حسین سلمہ کو عمر خضر عطا کرے۔ تمام طرح کی مصیبت و آفت سے محفوظ رکھے، اور انہیں اپنے والد اور والدہ (مرحومہ) کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ بجاہ نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

سوگوار غم

جملہ منتظمین، مدرسین اور طلبہ

حضرت رئیس الجامعہ صاحب کو صدمہ

حضرت علامہ مولانا محمد رفیق اللہ خان قادری ازہری (پرنسپل جامعۃ الحبیب، رسول پور، اڈیشا، انڈیا) کو بتاریخ ۱۳ر جولائی ۲۰۱۸ بروز جمعہ انتہائی صدمہ پہونچا، جب ان کے والد بزرگوار جناب مولانا اسرائیل حبیبی صاحب (ولادت: ۹ر جنوری ۱۹۵۲ء) کی طویل علالت کے بعد وفات ہوگئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ہم سب ان کے غم میں برابر شریک ہیں مرحوم عامل شریعت کے ساتھ ایک متصلب سنی کے وصف سے معروف تھے، خوش اخلاقی، خندہ پیشانی ان کا نشان امتیاز تھا۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب قدیر مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اوران کے لواحقین بالخصوص حضرت پرنسپل صاحب اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

سوگوار غم

جملہ منتظمین، مدرسین اور طلبہ

ایک عظیم حادثہ

آج بتاریخ: ۲۱ رجولائی ۲۰۱۸ء کی شام، یہ جانکاہ خبر ملی کہ ہمارے اڈیشا کے بعض احباب، جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ میں شرکت کر کے، واپس ہو رہے تھے کہ مرادآباد اور دہلی کے مابین کار حادثہ کے شکار ہو گئے۔

جائے حادثہ میں ہی مولوی سراج الدین، سبلنگ، حاجی غلام ربانی، کیندراپاڑا، جاں بحق ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ اور نقیب اہل سنت مولانا اختر رضا ضیائی صاحب، بالوبیسی، مولانا فیض الحبیب صاحب، بھدرک، حافظ سید خورشید صاحب، رگھوناتھ پور، اور جناب صابر بھائی مائک والے، دھام نگر شریف، شدید طور پر زخمی ہو گئے۔ ادارہ جامعۃ الحبیب اس حادثہ پر اظہار افسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالی مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام مرحمت فرمائے، نیز باقی احباب کو صحت وسلامتی کی دولت سے مالا مال کرے۔

کبیدہ خاطر

ادارہ جامعہ الحبیب

جامعۃ الحبیب کے زیر اہتمام بارگاہ تاج الشریعہ میں خراج عقیدت

آج مورخہ ۲ر ستمبر بروز اتوار عالم اسلام کے عظیم داعی ومبلغ، قطب زماں، غزالی دوراں، شیخ الاسلام والمسلمین، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خان قبلہ علیہ الرحمہ کے نام سے منسوب محفل خراج عقیدت منعقد کیا گیا۔ یوں تو جامعۃ الحبیب رسول پور میں بعد وصال سے ہی قرآن خوانی وکلمہ خوانی کی محفلیں مسلسل ہوتی رہی ہیں اور حضرت علیہ الرحمہ کے بلندی درجات کے لئے دعائیں کی جاتی رہیں مگر آج تمام عاشقان تاج الشریعہ بالخصوص رسول پور ومضافات کے تمام خوش عقیدہ مسلمانوں کی شراکت سے عرس چہلم کا فاتحہ بنام ''محفل خراج عقیدت'' کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی سرپرستی نور نگاہ مجاہد ملت، حبیب ملت حضرت علامہ مولانا سید غلام محمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے فرمائی اور صدارت کی ذمہ داری خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا ریاضت حسین ازہری صاحب ناظم اعلی جامعہ ھذا نے انجام دی، وہیں مخیرّ قوم وملت حضرت علامہ مولانا سید منظر حسین احمد حبیبی صاحب امیر تبلیغ سیرت ضلع جگت سنگھ پور نے بحسن وخوبی قیادت فرمائی۔ زینت محفل، مقرر خصوصی داماد فقیہ ملت، معتمد تاج الشریعہ، تاج الفقہا حضرت علامہ مولانا مفتی اختر حسین قادری مد ظلہ العالی صدر شعبہ افتا جامعہ علیمیہ جمدا شاہی یوپی کی آمد اور شرکت رہی۔

حضرت قبلہ مفتی صاحب نے عظمت تاج الشریعہ اور عزت علما پر اہم اور عمدہ معلوماتی گفتگو فرمائی اور یہ بیان فرمایا کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ صرف ہندوستان کے ہی نہیں بلکہ پورے عرب وعجم کے سب سے بڑے عالم اور مفتی تھے۔ پوری دنیا آپ کے تقوی وطہارت کا گن گاتی ہے۔ نیز آپ نے تمام امت مسلمہ کو مسلک اعلی حضرت پر گامزن رہنے کی نصیحت فرمائی۔ محفل پاک میں تمام طلبہ جامعہ کے علاوہ حضرت علامہ مولانا محمد رفیق اللہ خان قادری رئیس الجامعہ ہذا اور حضرت علامہ مولانا عاشق علی مصباحی، حضرت حافظ وقاری بلال احمد رضوی اور حضرت مولانا ابوطاہر رضوی صاحبان بھی شریک رہے۔ اور

تمام اراکین ومنتظمین وجملہ عاشقان تاج الشریعہ کی کوششوں سے یہ محفل اپنی کامیابوں تک پہنچی اور تقریباً ۲ بجے دو پہر سلام ودعا کے بعد محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹ

(مفتی) عبداللہ رضوی

استاذ جامعۃ الحبیب

☆☆☆

عرض: جانوروں کو کھلانے پلانے سے ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہاں، حدیث میں ارشاد ہوا: فی کل ذات کبد رطبۃ اجر ، ہر تر جگر میں اجر ہے، یعنی ہر جاندار کو آرام پہونچانے میں ثواب ہے۔ (الملفوظ، ح سوم، ص ۶۷)

گوشۂ
منظومات

کیسے آقاوں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میری سرکاروں کے

امام اہلسنّت نائب غوث الوریٰ تم ہو

از : مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اُس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

غریق بحر الفت مست جام بادہ وحدت
محبّ خاص منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی
وہ لعل پر ضیا تم ہو وہ دُرّ بے بہا تم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جسکی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں
وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیاء تم ہو

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہاری شانِ تقویٰ سے
کہوں اتقیٰ نہ کیوں کر جبکہ خیر الاتقیا تم ہو

جلال و ہیئت فاروق اعظم آپ سے ظاہر
عدو اللہ پر ایک حربہ تیغ خدا تم ہو

اشداء علی الکفار کے ہو سر بسر مظہر
مخالف جس سے تھرائیں وہی شیر وفا تم ہو

تمہیں نے جمع فرمائے نکاتِ و رمز قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو

خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے با خدا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہلسنّت نائب غوث الوریٰ تم ہو

بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو

وفی اُمْوَالِھِمْ حَقٌّ ہر اک سائل کا حق ٹھہرا
نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے باسخا تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

☆☆☆

عظمتوں کے پاسباں تھے سیدی اختر رضا

از: حضرت مفتی محمد اختر حسین قادری مدظلہ العالی

(بحالت سفر بسوئے بریلی شریف برائے شرکت نماز جنازہ۔)

عظمتوں کے پاسباں تھے سیدی اختر رضا
اہل سنت کا نشاں تھے سیدی اختر رضا

زہد وتقوی علم وحکمت فکر وفن کی بزم میں
سب پہ فائق بے گماں تھے سیدی اختر رضا

غوث اعظم کے توسل اعلی حضرت کے طفیل
حق کے میر کارواں تھے سیدی اختر رضا

اختر برج شرافت نیر چرخ کرم
پیار کے بحر رواں تھے سیدی اختر رضا

جلوۂ احمد رضا اور پرتوے حامد رضا
مفتی اعظم کی شاں تھے سیدی اختر رضا

جملہ ارباب بصیرت کا کھلا اعلان ہے
مرکز ہر نکتہ داں تھے سیدی اختر رضا

عشق سرکار دوعالم کی بدولت دہر میں
مقتدائے سنیاں تھے سیدی اختر رضا

اختر خستہ جگر کا حال یہ مشہور ہے
اس پہ بے حد مہرباں تھے سیدی اختر رضا

یادِ مُرشدِ پاک

منقبت در شان حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ

از: مولانا محمد سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی، بارہ بنکوی، مسقط، عمان

باغ جنت کا رستہ چلا کر ہمیں ، اختر قادری خلد میں چلدئے
نغمہ ،عشق نبی کا سنا کر ہمیں، اختر قادری خلد میں چلدئے

فکر وفن کا اجالا تھا کردار میں ،اور صداقت کے گوہر تھے گفتار میں
علم کے نور سے جگمگا کر ہمیں ، اختر قادری خلد میں چلدئے

خلوتیں ، جلوتیں، یا سفر اور حضر سنتوں پر عمل ہر گھڑی ہر پہر
اسوۂ حق پہ جینا سیکھا کر ہمیں ، اختر قادری خلد میں چلدئے

ان کی صورت میں عکس جمال رضا ، اور سیرت میں نور کمال رضا
جلوۂ اعلی حضرت دکھا کر ہمیں ، اختر قادری خلد میں چلدئے

شاعری آپ کی ، افتخار ادب، ہر سخن ہر بیاں ، یاد گار ادب
جام عشق رسالت پلاکر ہمیں اختر قادری خلد میں چلدئے

حق کے اظہار کی جب بات آ گئی ،حق ہی بولے کسی کی رعایت نہ کی
حق نوائی پہ چل کر بتا کر ہمیں، اختر قادری خلد میں چلدئے

بحر درد جدائی اترتا نہیں، یاد آتی ہے تو دل ٹھہرتا نہیں
آہ ہم سے بچھڑ کر رلا کر ہمیں ،اختر قادری خلد میں چلدئے

غیرت حق کو سینوں میں زندہ کیا ، روح میں سنیت کا جنوں بھر دیا
نعرۂ حق لگا کر جگا کر ہمیں، اختر قادری خلد میں چلدئے

عالمانہ روش زاہدانہ شغف ، یادگار سلف مقتدائے خلق
علم وتقوی سے روشن بنا کر ہمیں، اختر قادری خلد میں چلدئے

فتنہ وقت پر وار جس نے کیا ، ہم کو بروقت بے دار جس نے کیا
دام تہذیب نو سے چھڑا کر ہمیں اختر قادری خلد میں چلدئے

شکر ہے اےئ خدا ان کا دامن ملا ، ان کے صدقے مدینے کا گلشن ملا
نسبتوں کی مہک میں بسا کر ہمیں اختر قادری خلد میں چلدئے

یہ دعا ہے کہ جب تک زمانہ رہے، ان کی عظمت کا ہر سو ترانہ رہے
حق تعالی کے در سے ملا کر ہمیں ، اختر قادری خلد میں چلدئے

میرے مرشد کے شہزادۂ نامدار اےئ خدا روز افزوں ہو ان کا وقار
ہاتھ عسجد میاں کا تھما کر ہمیں ،اختر قادری خلد میں چلدئے

حق بیاں،حق زباں،حق کے مہرعیاں، ہرعمل، ہرادا، دین کے ترجماں
درس حق ہر فریدی سکھا کر ہمیں ، اختر قادری خلد میں چلدئے

☆☆☆

تاج الشریعہ کی عطا جاری رہے

شجرہ شریف میں پڑھنے کے لئے مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ پر اشعار:

یاخدا تاج الشریعہ کی عطا جاری رہے
راہِ حق پر ہم چلیں اُس رہنما کے واسطے

آسمانِ سنیت کو اور بھی اختر ملیں
اہل حق پھولیں پھلیں اختر رضا کے واسطے

یاالٰہی ، حاسد و بدخواہ سے ہمکو بچا
مرشدِ عالی کی ذاتِ باصفا کے واسطے

☆☆☆

سلام میں پڑھنے کے لیے مرشد گرامی پر چند اشعار:

زینتِ بزمِ فن،، جانِ اہل سنن
اخترِ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

ہو سدا ہم پہ تاج الشریعہ کا فیض
تاابد انکی سیرت پہ لاکھوں سلام

عشق والوں نے مانا اُنھیں تاجدار
میرے تاجِ شریعت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆

’’جامعۃ الحبیب‘‘

از: مولانا سراض رضوی تابانی، کولکاتا

ہے خدا کی عطا جامعہ الحبیب قلعۂ مصطفیٰ جامعہ الحبیب
بانٹتا ہے مُجاھد کا فیض و کرم روز صُبح و مَسَا جامعہ الحبیب
رکھی تاجُ الشریعہ نے جس کی بِنا ہے رضا کی رضا جامعہ الحبیب
اِس پہ فیضان صَدرُالشریعہ بھی ہے شمعِ دیں کی ضِیاء جامعہ الحبیب
لطفِ سیّد غلامِ محمد سے ہے قوم کی رہنما جامعہ الحبیب
خوابِ مفتی ریاضت کی تعبیر ہے دَرسگاہِ ہُدیٰ جامعہ الحبیب
روز پائے ترقی اے تابانی ہے
سُنّیوں کی دُعا جامعہ الحبیب

☆☆☆

تاج الشریعہ کا پیغام جامعۃ الحبیب کے نام

جامعۃ الحبیب نام سے یہاں کوئی مدرسہ قائم کیا گیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اس قسم کے مدارس، اہل سنت و جماعت کے مسلک پر جو مدارس قائم ہو رہے ہیں، وہ قائم رہیں۔ اور اللہ تبارک وتعالی اس مدرسے کو قائم رکھے اور بام عروج پر پہنچائے۔ اور یہ عمل بہت مستحسن ہے۔ اور لائق تقلید ہے۔ دوسرے لوگوں کو بھی یہ چاہئے کہ اپنا سرمایہ اور اپنی ہر کوشش، گوشے گوشے میں اہل سنت و جماعت کے مدارس کو قائم کرنے میں لگائیں۔ تاکہ جس طرح سے جلسوں سے مسلک کی ترویج واشاعت کا کام ہوتا ہے، اس سے زیادہ پائیدار طور پر مدارس کے ذریعے سے لوگوں میں مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج واشاعت کا کام جاری رہے۔ اور لوگوں کو دین کے مسائل اور شریعت کے احکام جاننے کا اور سمجھنے کا موقع فراہم ہو۔ یہ عمل بہت مبارک ہے، بہت مستحسن ہے اور مولانا ریاضت حسین ازہری اس کے لئے لائق مبارک باد ہیں ، اور ان کے اس عمل میں جو ان کے ہمراہ ہیں وہ بھی لائق مبارک باد ہیں۔ اور میری سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور لوگوں کو دامے درہمے قدمے سخنے اس مدرسے کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Jamia Al-Habib

At/Post : Rasulpur, Via : Nalibar
Dist: Jagatsinghpur, Odisha - 754104, India
email:-info@jamiaalhabib.com / Mob:-9777788666
www.jamiaalhabib.com